حضرت امام رضا علیہ السلام
اہل سنت کی روایات میں
زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت
مؤلف
محمد محسن طبسی
مترجم
سید سبط حیدر زید

حضرت امام رضا علیہ السلام

اہل سنت کی روایات میں

زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت

مؤلف

محمد محسن طبسی

مترجم

سید سبط حیدر زیدی

طبسی، محمد محسن، ۱۳۶۰۔
(امام رضا علیہ السلام بہ روایت اہل سنت: زندگانی، شخصیت۔۔۔اردو)
حضرت امام رضا علیہ السلام اہل سنت کی روایات میں: زندگی، شخصیت، روایت، امامت، ولایت عہدی، کرامت، زیارت / مؤلف: محمد محسن طبسی، مترجم: سید سبط حیدر زیدی۔ مشہد مقدس: بنیاد پژوہشہای اسلامی، ۱۳۸۹۔
۳۹۰ص ISBN:978-964-971-418-9
فہرست نویسی باعتبار فیپا اردو۔
۱۔ علی بن موسی (ع)، امام ہشتم، ۱۵۳؟ ـ ۲۰۳ق۔ احادیث اہل سنت۔ الف: زیدی، سید سبط حیدر، مترجم۔ ب: بنیاد پژوہشہای اسلامی۔ ج: عنوان۔
BP ۴۷/۲/ط۲ الف ۸۰۴۷ ۱۳۸۹ ۲۹۷/۹۵۷
کتابخانہ ملی جمہوری اسلامی ایران ۲۱۶۶۳۸۹

آستان قدس رضوی
معاونت تبلیغات و ارتباطات اسلامی

نام کتاب: حضرت امام رضا علیہ السلام اہل سنت کی روایات میں
تألیف: محمد محسن طبسی
ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی
نظر ثانی: بزم رأفت (انجمن شعر و ادب اردو زبان) مشہد مقدس
ناشر: (اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن) بنیاد پژوہشہای اسلامی آستانہ قدس رضوی مشہد مقدس
تعداد: ۱۰۰۰۔ ایک ہزار۔ طبع اول: ۲۰۱۱ء مطابق ۱۴۳۲ھ و ۱۳۸۹ش۔
قیمت: ۵۰۰۰۰ ریال
طباعت: مؤسسہ چاپ و انتشارات آستان قدس رضوی

فہرست مطالب

تیسرا حصہ: روایت ر ۱۱۵

چوتھا حصہ: امامت ر ٢١٧

پانچواں حصہ: ولایت عہدی / ۲۲۹

چھٹا حصہ: کرامت ر ۲۶۳

ساتواں حصہ: زیارت / ۳۲۳

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

مقدمہ از استاد محقق حاج شیخ نجم الدین طبسی

الحمد لله رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی خیر خلقه محمد بن عبدالله و علی آله الطاهرین۔

کتاب ''حضرت امام رضاؑ اہل سنت کی روایات میں'' ہمارے عزیز فرزند عالم فاضل و عظیم محقق شیخ محمد محسن طبسی کی تالیف ہے کہ جس کو میں نے بہت ہی شوق اور بے پناہ رغبت کے ساتھ مطالعہ کیا، خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ کتاب ایسی شخصیت کے بارے میں لکھی گئی ہے کہ جس کے بارے میں ہر خاص و عام کا اعتراف ہے کہ آپؑ عالم آل محمدؐ اور رسول خداؐ کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جن کے مرقد مطہر کی زیارت کا ثواب ستر حج کے برابر اور آپ کی ملکوتی بارگاہ میں ایک رات بسر کرنا گویا اہل آسمان کی زیارت کرنا ہے، آپ کا زائر روز قیامت عظیم مرتبہ پر فائز اور آئمہ طاہرینؑ کے جوار میں محشور ہوگا۔(۱)

وہ عظیم شخصیت کہ جس کی قبر مطہر پر اہل سنت کے ہر فرقہ و مذہب کی بڑی سے بڑی شخصیت نے سر تسلیم خم کیا، احترام بجالائے اور آپ کی زیارت کو سنت و بافضیلت جانا جیسا کہ ابن خزیمہ شافعی کے بارے میں کہا گیا:

---

(۱) عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۶۳۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۴۔

فرأيت من تعظيمه (ابن خزيمه) لتلك البقعة و تواضعه لها و تضرعه عندها ما تحيرنا، وقالوا اباجمعهم: لو لم يعلم هذا الامام انه سنة و فضيلة لما فعل هذا۔(۱)

میں نے ابن خزیمہ کو حضرت رضاؑ کی قبر مبارک پر گریہ وزاری، توسل، احترام اور تواضع کی اس حالت میں دیکھا کہ ہم سب لوگ تعجب وحیرت میں پڑ گئے۔ اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیتؑ کی قبروں کے سامنے گریہ وزاری، احترام، تواضع اور تعظیم) سنت نہ ہوتا اور فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزیمہ اس طرح انجام نہ دیتے۔

یہ وہ باکمال ہستی ہیں کہ جن کے حضور حاجتوں کے برآوردہ ہونے کے لیے متوسل ہونا شیعہ وسنی کے نزدیک ایک امر مسلم، مجرب اور واضح مسئلہ ہے اس حد تک کہ شافعی مذہب کا محمد بن علی بن سہل کا بیان ہے: ما عرض لي مهم من امر الدين و الدنيا، فقصدت قبر الرضا لتلك الحاجة، ودعوت عند القبر الا قضيت لي تلك الحاجة، وفرج الله عني ذالك المهم، وقد صارت الي هذه العادة ان اخرج الي ذالك المشهد في جميع ما يعرض لي، فانه عندي مجرب"۔(۲)

مجھے جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضاؑ کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپؑ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ مہم ومشکل آسان کردی۔ یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص ۱۹۸۔ تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص ۲۲۰۔

تاریخ کبھی بھی ابن حبان بستی شافعی کے ان جملوں کوفراموش نہیں کرسکتی، وہ کہتا ہے:

قد زرته (قبره) مرارا كثيرة وما حلت بي شدة في وقت مقامي بطوس فزرت قبر علي موسى الرضا ،صلوات الله على جده و عليه ، و دعوت الله ازالتها عني الا استجيب لي ، زالت عني تلك الشدة و هذا شيء جربته مرارا فوجدته كذالك (۱)

میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسی رضا- آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا کا درود و سلام ہو- کی قبر پاک کی زیارت کی۔ اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا مانگی تو میری دعا مستجاب ہوگئی اور وہ مشکل حل ہوگئی، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا ہی ہوا۔

البتہ یہ حقیقی واقعات اور اہل سنت کے بزرگوں کے اعترافات ابن تیمیہ سے لگ بھگ ۳۰۰ سال یا ۴۰۰ سال پہلے اور تفرقہ انگیز وفتنہ جو فرقہ وہابیت سے تقریبا ۸۰۰ سال پہلے کے ہیں کہ جو خود فرقہ وہابیت اور حرمت توسل واستغاثہ اور قبور آئمہ طاہرین وصلحاء ومؤمنین کی زیارت ومتبرک ہونے کے سلسلے میں نظریات وافکار کے بطلان پر دلیل ہیں۔

یہ کتاب وسیع پیمانے پر تحقیق وجستجو اور اہل سنت کے دسیوں اصلی منابع اور ان کے مختلف فرق و مذاہب کے مآخذ سے تألیف کی گئی ہے، حضرت امام رضا کے بارے میں مثبت وراہ مستقیم اور منصفانہ نظریہ کو پیش کیا گیا ہے کہ جس کے مطالعہ کے بعد ہر منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ فرقہ وہابیت، سلفی وتکفیری کہ جو آج اپنے آپ کو مسلمانوں کا لیڈر وراہنما تصور کیے ہوئے ہیں یہ وہی بنی امیہ اور آل رسولؐ کے دشمنوں کا راستہ ہے کہ جو یقیناً اہل سنت کے راستے سے جدا وعلیحدہ ہے۔

---

(۱) کتاب الثقات، ج۸،ص۴۵۶۔

یہاں پر اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ ابوزرعہ رازی حنبلی اور محمد بن اسلم طوسی بیس ہزار سے زیادہ افراد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کے استقبال کے لیے نیشاپور میں جمع ہوتے ہیں اور حاکم نیشاپوری کے کلام کے مطابق کہ:

و هم بين صارخ و باك و متمرغ فى التراب و مقبل لحافر بغلته و علاالضجيج۔(۱)

بہت سے لوگ روتے پیٹتے گریہ وزاری کرتے ہوئے آپ کے استقبال کو پہنچے اور بہت سے اپنے آپ کو خاک میں غلطاں کر رہے تھے اور کچھ حضرتؑ کی سواری کے پیروں کا بوسہ لے رہے تھے۔

اس طرح کے مسائل کو آج کی نسل کے لیے بیان کرنا مذاہب اسلامی کے درمیان الفت وقربت کے ایجاد کا سبب اور اتحاد کے سلسلے میں بہت بڑی خدمت ہے، مؤلف محترم یقیناً اس سلسلے میں کامیاب رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اسی سلسلے یعنی ''آئمہ اہل بیتؑ اہل سنت کی روایات میں'' کو آگے بڑھایا جائے اور مسلمانوں کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم ان کی تائیدات میں اضافہ فرمائے۔

والسلام

نجم الدین طبسی، قم مقدسہ

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ، ص ۲۴۲۔

تمہید

حضرت امام رضاؑ رسول خداؐ کے فرزندار جمند اور مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری کے آٹھویں امام ہیں آپ ایک ایسی نورانی شخصیت ہیں کہ آپ کے علم ودانش اور معنویت کا نور درخشاں فقط مذہب شیعہ ہی کو منور کیے ہوئے نہیں ہے بلکہ آپ کے نور کی شعائیں تمام اسلامی مذاہب وفرق اہل سنت کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہیں، اس طرح کہ وہ بھی آپ کی مدح وستائش پر مجبور ہیں، اس نتیجہ پر اہل سنت کی مہم ترین کتب کے مطالعہ اور تحقیق وجستجو سے پہنچا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ مخفی نہ رہے کہ ان کتب و متون میں اہل بیت علیہم السلام کے حقیقی مرتبے ومقام کو بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن پھر بھی سبھی نے مختلف بیانات واپنے اپنے نظریات کے مطابق حضرت امام رضاؑ کی شخصیت وعظمت کا اعتراف کیا ہے۔

اس سلسلے میں ان کی کتب ومتون میں اہل سنت خصوصاً علماء ومفکرین کے نظریات و بیانات کو حضرت امام رضاؑ کے بچپنے سے لیکر آج تک آپ کی نورانی شخصیت کے متعلق بیان کیا جا سکتا ہے، لہذا اس عظیم وگرانبہا میراث کی طبقہ بندی وجمع آوری کی۔ اہل سنت کی جانب سے بہت زیادہ ظاہری وباطنی نقائص، عمدی خودغرضی اور اخفاء حقیقت کے باوجود۔ بے انتہا ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اس تحقیق کی ضرورت: حضرت امام رضاؑ کے حرم مطہر کی جانب دور ونزدیک پوری دنیا سے ہر مذہب وفرقے سے تعلق رکھنے والے افراد کا سیل کی طرح آنا۔

آنحضرتؑ کے متعلق اہل سنت کے نظریات کا واضح نہ ہونا اور ان کے نظریات میں اختلاف کا پایا جانا۔

وہابیت کی فتنہ گری، اہل بیت علیہم السلام کی شخصیت وحیثیت کی تحریف، فتنہ انگیز فتاوی اور آنحضراتؑ کے روضوں کی تخریب حتی بارگاہ رضوی کو بھی نشانہ بنایا جانا۔

اس سلسلے میں کسی ایک جامع تحقیق کا موجود نہ ہونا، ان چار اسباب کو اس تحقیق کا اہم ترین عامل سمجھا جاسکتا ہے۔

اس تحقیق کے اہداف: اس تحقیق کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل تین اہداف مورد نظر رہیں گے: حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کے مختلف ابعاد کے متعلق اہل سنت کے نظریات کے پیش نظر ایک جامع اور واقعی نظریہ تک پہنچنا۔

مذہب اہل سنت اور مذہب شیعہ کے درمیان ایجاد ہمدلی اور فرزند رسول خداؐ حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کو محور و مرکز قرار دیتے ہوئے ان دونوں مذاہب کے درمیان ایک منطقی قربت واتحاد کا زمینہ ہموار کرنا۔

اور نتیجۂ فتنہ انگیز فرقہ وہابیت کی آگ لگانے والی حرکتوں کا مقابلہ کہ جو وہ لوگ ان دو مذاہب، اہل سنت وشیعہ کے درمیان اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔

منابع وماخذ تحقیق: مذکورہ نکات وضرورت واہداف کے پیش نظر حضرت امام رضاؑ کے بارے میں کوئی مستقل اور جامع کتاب آج تک معرض وجود میں نہیں آئی ہے لیکن بطور غیر مستقل اور مختلف متون وکتب میں کہیں کہیں اہل سنت کی جانب سے ان مطالب کی طرف اشارہ ونشاندہی کی گئی ہے مثلاً:

۱- محمد بن طلحہ شافعی (م ۶۵۲ھ): مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول۔

۲- ابن صباغ مالکی (م ۸۵۵ھ): الفصول المہمہ فی معرفۃ الآئمہ۔

۳- عمر بن شجاع الدین موصلی شافعی (م ۶۶۰ھ): النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم۔

۴- محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (م ۸۲۲ھ): فصل الخطاب لوصل الاحباب۔

۵- نور الدین عبد الرحمن جامی حنفی (م ۸۹۸ھ): شواہد النبوۃ۔

۶- میر خواند شافعی (م ۹۰۳ھ): تاریخ روضۃ الصفا۔

۷- خنجی اصفہانی حنفی (م ۹۲۷ھ): وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم و مہمان نامہ بخارا۔

۸- ابن طولون دمشقی حنفی (م ۹۵۳ھ): الآئمۃ الاثنا عشر۔

۹- خواند امیر شافعی (م ۹۴۲ھ): تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر۔

۱۰- ابن حجر ھیثمی شافعی (م ۹۷۴ھ): الصواعق المحرقۃ۔

۱۱- قرمانی دمشقی (م ۱۰۱۹ھ): اخبار الدول وآثار الاول۔

۱۲- شبراوی شافعی (م ۱۱۷۲ھ): الاتحاف بحب الاشراف۔

۱۳- قندوزی حنفی (م ۱۲۹۴ھ): ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ۔

۱۴- شبلنجی شافعی (م ۱۲۹۸ھ): نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار۔

۱۵- سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (م ۱۴۱۲ھ): مناقب اہل بیتؑ از دیدگاہ اہل سنت۔

شیعہ علماء میں سے بھی شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری کی کتاب ''احقاق الحق'' میں زحمات و کوششیں اور پھر اس پر حضرت آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی کا تعلیقہ بنام ''ملحقات احقاق الحق'' میں اہل سنت کی نظر سے اہل بیت علیہم السلام اور ان کے مذہب حقہ کے تعارف کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ان دو بزرگوں کی زحمتیں اس کتاب کی سنگ بنیاد ہے لہذا اس اثر کا ثواب ان دو بزرگواروں کی ارواح طیبہ کو ہدیہ کیا جاتا ہے۔

کتاب حاضر: اہل سنت کی جانب سے غیر مستقل طور پر مختلف متون و کتب میں حضرت امام رضاؑ کا تذکرہ کافی حد تک موجود ہے لیکن آپ کے بارے میں کوئی مستقل و جامع کتاب بعنوان ''حضرت امام رضاؑ اہل سنت کی روایات میں'' نہ ہونے کی وجہ سے اس تحقیق کو سات مذکورہ ذیل حصوں پر مہیا و منظم کیا گیا ہے۔

پہلا حصہ: زندگینامہ۔نام ونسب، کنیت والقاب، والد گرامی ووالدہ مکرمہ، تاریخ وجائے ولادت، شہادت اور اہل سنت کی نظر میں حضرت امام رضا کی شہادت اور حضرتؑ کی اولاد۔

دوسرا حصہ: شخصیت۔اس حصہ میں حضرت امام رضا کی شخصیت کے متعلق آپ کے معاصرین اور دوسری صدی ہجری کے علماء اہل سنت سے لیکر آج تک کے علماء کے بیانات ونظریات کو جمع کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ: روایت۔حضرت امام رضا کا شہر نیشاپور میں وارد ہونے کا تاریخی واقعہ اور اہل سنت کے علماء وعوام کا آپ کے لیے بے نظیر استقبال، حدیث سلسلۃ الذہب کے منابع واس حدیث کے متعلق اہل سنت کا نظریہ اور حضرت امام رضاؑ سے مروی تمام احادیث سلسلۃ الذہب اس حصے میں شامل ہیں۔

چوتھا حصہ: امامت۔ساتویں صدی سے آج تک اہل سنت کے یہاں کلمہ ''امام'' کا استعمال اور ان کی کتابوں میں حضرت امام رضا کی امامت پر دلالت کرنے والی نصوص اس حصہ میں مورد تحقیق واقع ہوئی ہیں۔

پانچواں حصہ: ولایت عہدی۔مامون کی طرف سے حضرت امام رضاؑ کو ولایت عہدی سپرد کرنا اور اس سلسلے میں بنیادی ومہم ترین سوالات کے جواب، پانچویں حصہ کا موضوع ہے۔اس حصہ میں بیان ہونے والے سوالات میں سے مثلا یہ بھی ہے کہ کیا ولایت عہدی کی پیشکش مامون کی طرف سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟ اگر مامون کی طرف سے تھی تو کیا مامون اپنے ارادے میں سچا تھا یا دوسرے اغراض واہداف مدنظر تھے؟ ان تمام صورتحال میں حضرت امام رضاؑ کا جواب وکردار کیا تھا؟

چھٹا حصہ: کرامات ومعجزات۔اس حصہ میں اہل سنت کے نزدیک حضرت امام رضا کے معجزات وکرامات ولادت سے پہلے سے شہادت کے بعد تک، اور آپ کے مناقب کو جمع کیا گیا ہے۔

ساتواں حصہ: زیارت۔ اس حصہ میں حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کی فضیلت اور اس پر حضرت رسول اکرمؐ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضاؑ، امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ کی جانب سے تاکید کو ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کی تعمیر کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور اہل سنت کے علماء وعوام کا زیارت پر آنا، آپ سے متوسل ہونا تیسری صدی سے آج تک کے شواہد پیش کیے گئے ہیں۔

چند نکات: آخر میں کچھ نکات کی طرف اشارہ ضروری ہے:

۱- اس کتاب میں اہل سنت کے مختلف مذاہب سے مراد، اکثریت مذاہب شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی اور ظاہری کے علماء وعوام ہیں اور زمانے کے اعتبار سے دوسری صدی ہجری سے آج تک کے علماء کے نظریات کو سامنے رکھا گیا ہے، لہذا جعلی مذہب اور بدعت آمیز وفتنہ انگیز وہابیت کہ جو خود اہل سنت کی تصریحات کے اعتبار سے کوئی سنی نہیں ہیں، اس کتاب میں ان کے نظریے کو پیش نہیں کیا گیا ہے۔

۲- اس تحقیق میں نہ خالص توصیف ہے اور نہ صرف تحلیل بلکہ یہ ایک توصیفی وتحلیلی تحقیق ہے جیسا کہ حضرت امام رضاؑ کے بارے میں اہل سنت کے بیانات ونظریات اور تاریخی واقعات کو جمع آوری اور درجہ بندی کی گئی ہے کہیں کہیں ان نظریات و بیانات و واقعات پر تنقید، تحلیل وتحقیق بھی کی گئی ہے البتہ یہ تنقید، تحلیل وتحقیق خود اہل سنت ہی کے نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انجام پائی ہے اور مذہب شیعہ کے نظریہ کو حق ثابت کرنے پر اصرار نہیں کیا گیا ہے مگر بہت کم مقامات ایسے ہیں کہ جہاں حقیقی نظریہ کی طرف راہنمائی کی گئی ہے لیکن ان میں بھی اہل سنت ہی کے منابع وماٴخذ سے استدلال و استفادہ کیا گیا ہے۔

۳- اس تحریر میں دوسوں سے زیادہ اہل سنت کے منابع وماٴخذ سے مستقیم وبغیر واسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔ اور بہت کم ایسے موارد ہیں کہ جہاں اصل کتاب کے دستیاب نہ ہونے یا خطی ہونے کی وجہ سے دوسرے معتبر منابع وماٴخذ سے استفادہ کیا گیا۔

لہذا حضرت امام رضاؑ کے متعلق جو کچھ شیعہ کتب میں اہل سنت کے روایات کو درج کیا گیا ہے وہ مطالب اس تحریر میں ملحوظ خاطر نہیں رہے ہیں۔

اگر چہ اس تحقیق کو اس سلسلے میں ایک نیا قدم سمجھا جا سکتا ہے لیکن مؤلف کا یہ ادعی نہیں ہے کہ یہ اثر بے نقص ہے لہذا دوستوں کی جانب سے دلسوز نکات وتنقید کا کاملاً خوشی کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

آخر میں حضرات آیات حاج شیخ نجم الدین طبسی وحاج شیخ محمد ہادی یوسفی غروی کی راہنمائی اور حجج اسلام حاج شیخ محمد باقر پور امینی وحسن بلقان آبادی کے بے بہا نکات پر کہ جو اس اثر کی تالیف میں مہم نقش رکھتے تھے، قدر دانی اور شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

محمد محسن طبسی

قم مقدسہ

پہلا حصہ

زندگینامہ

حسب ونسب

سمعانی شافعی نے حضرت امام رضاؑ کے حسب ونسب کو اس طرح بیان کیا ہے: علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔(۱)

واضح ہے کہ امام رضاؑ حضرت رسول اکرمؐ کی ذریت پاک میں سے ہیں۔جیسا کہ حاکم نیشاپوری شافعی نے اس موضوع کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کہتا ہے:

ومن اجل فضیلة لنسب علی بن موسی الرضا انه من ذریة خیر البشر محمد المصطفی، و هذا مذهب اهل السنة والجماعة و اجماع فقها الحجاز علیه۔ و من خالف هذا القول فقد خالف الکتاب و السنة و عاند الحق و اظهر التعصب علی سیدی شباب اهل الجنة و ذریتهما الی ان تقوم الساعة۔(۲)

حضرت امام علی بن موسی الرضا کے فضائل میں سے بزرگترین فضیلت یہ ہے کہ آپ حضرت پیغمبر اکرمؐ کی ذریت طیبہ میں سے ہیں، یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے حجاز کے تمام فقہا اس بات پر متفق ہیں۔ جو کوئی بھی اس مطلب کی مخالفت کرے گویا اس نے کتاب وسنت کی مخالفت کی، حق سے سرپیچی اور جوانان جنت کے سردار سے اپنی دشمنی وتعصب کا اظہار کیا ہے۔

---

(۱) الانساب، ج۳، ص۷۵۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتهم، ج۲، ص۲۲۰۔

واضح رہے کہ حضرت امام رضا کے نسب پر اس تاکید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ میں اہل بیتؑ سے دشمنی میں یہ کوشش کی جاتی رہی ہے کہ اہل بیتؑ کو پیغمبر اکرمؐ سے جدا کر دیا جائے اور اسی طرح کچھ لوگوں کی بیداری اور اس طرح کے فتنہ انگیز اقدام کے مقابلے اٹھ کھڑے ہونے کا بھی علم ہوتا ہے جیسا کہ حاکم نیشاپوری کے مذکورہ بالا بیان سے پتہ چلتا ہے۔

کنیت والقاب

حضرتؑ کا نام مبارک، علی اور اہل سنت کی نظر کے اعتبار سے آپ پیغمبر اکرمؐ کی اولاد پاک میں حضرت امام علیؑ اور امام زین العابدینؑ کے بعد تیسری شخصیت ہیں کہ جن کا نام علی ہے۔(۱)

آنحضرتؑ کی کنیت ابوالحسن ہے (۲) جیسا کہ آپ کے والد بزرگوار کا بھی ارشاد گرامی ہے:

میرا بیٹا میری ہم کنیت ہے۔

اگرچہ بعض افراد نے آنحضرتؑ کی کنیت ابوبکر بھی لکھی ہے(۳) لیکن یہ بات نامناسب ہے اور آپ کی صحیح ومعروف کنیت ابوالحسن ہی ہے۔

غیاث الدین شافعی معروف بہ خواندامیر کہتا ہے: آنحضرتؑ کے متعدد القاب تھے(۴) کہ جن کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

---

(۱) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۱، ص ۲۶۶۔

(۳) مقاتل الطالبیین، ص ۳۷۵۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۲۔

رضا(۱) ہاشمی، علوی، حسینی، قرشی، مدنی (۲) ولی، ھی، صابر، زکی، زاکی (۳) قائم (۴) اور ان سب میں مشہور آپ کا لقب رضا ہے(۵)۔

حضرت امام رضاؑ کو کس نے رضا کا لقب دیا؟

اس سلسلے میں کہ حضرت امام رضاؑ کو کس نے رضا کا لقب دیا اور اس کے کیا معنی ہیں؟

اہل سنت کے کچھ علما کا بیان ہے کہ آنحضرتؑ کو یہ لقب مامون نے دیا ہے یعنی جس وقت مامون نے ۲۰۱ ہجری میں زبردستی ولایت عہدی امام کے سپرد کی تب آپ کو رضا کا لقب دیا۔(۶)

---

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۵۔ اللباب فی تہذیب الانساب، ج ۲، ص ۳۰۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ قاموس المحیط، ج ۴، ص ۳۳۷۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۲۰۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ تقریب التہذیب، ج ۲، ص ۴۵۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱۔

(۲) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۲۰۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، حوادث ۲۰۱-۲۱۰، ص ۲۶۹۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۱، ص ۲۶۶۔ البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۶۱۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر وقاہرہ، ج ۲، ۲۱۹۔

(۳) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔ الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمۃ، ص ۲۳۳۔ سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، ص ۷۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔

(۴) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح چہاردہ معصوم، ص ۲۳۸۔

(۵) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمۃ، ص ۲۳۳۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔

(۶) تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۳۸۔ مقاتل الطالبین، ص ۳۷۶۔ تجارب الامم و تعاقب الہمم، ج ۳، ص ۳۶۶۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۴۔ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۱۸۔

لیکن احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کی روایت میں کہ جو امام محمد تقیؑ سے نقل ہوئی ہے اس مسئلہ کی تکذیب ہوتی ہے، اس روایت میں اس طرح آیا ہے۔

ابن ابی نصر بزنطی نے ایک دن حضرت امام محمد تقیؑ سے عرض کی کہ کچھ آپ کے مخالف افراد کا گمان ہے کہ مامون نے آپ کے والد گرامی کو رضا کا لقب ولایت عہدی کے قبول کرنے کے بدلے میں عطا کیا تھا۔ امام محمد تقیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: خدا کی قسم وہ جھوٹ کہتے ہیں، خداوند عالم نے اس لیے کہ آپ سے تمام مخالفین و موافقین سب راضی تھے لہذا آپ کو رضا کا لقب عطا فرمایا۔(۱)

بہت سے علماء اہل سنت جیسے جوینی شافعی (۲) عبدالرحمٰن جامی حنفی (۳) نے اس بات کی تائید کی ہے اور متعدد علما نے اس مطلب کو اپنے اپنے اشعار میں بھی درج کیا ہے مثلاً:

امام علی نام عالی نسب   پناہ عجم مقتدای عرب

از و بود راضی جہان آفرین   از آن رو رضا گشت اور القب (۴)

والد محترم و والدہ مکرمہ

آپ کے والد گرامی حضرت امام موسی کاظمؑ ہیں اور آپ کی والدہ مکرمہ کے اسم گرامی میں اختلاف ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۳۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص۱۸۷۔

(۳) شواہد النبوہ، ص۱۸۳۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۲۔

آپ کی ولدہ ماجدہ کنیز تھیں ان کے متعدد نام :سکینہ(۱)، اروی(۲)، خیزران مریسیہ، (۳) نجمہ(۴) تاریخ میں ذکر ہوئے ہیں۔

اور آپ کے القاب شقرا، نوبیہ(۵) و یا ام البنین (۶) بیان ہوئے ہیں۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی آنحضرتؑ کی والدہ گرامی کی تعظیم و تجلیل اور آپ کے مقام معنوی کو اس طرح بیان کرتا ہے:

و کانت امه من اشراف العجم و کانت من افضل النساء فی عقلها و دینها۔(۷)

آنحضرتؑ کی والدہ گرامی عجم و غیر عرب میں بزرگ خاندان کی بیٹی اور اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے عقل و دین کے اعتبار سے افضل و اعلی تھیں۔

حضرتؑ کی ولادت باسعادت

حضرت امام رضاؑ نے حضرت امام جعفر صادق ؑ کی شہادت کے ایک سال کے بعد روز جمعہ مدینہ میں اس دنیا کو اپنے نور سے منور فرمایا، آپ کی ولادت کی تاریخ اور ماہ و سال میں اختلاف ہے

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص ۳۸۷۔

(۲) احسن القصص، ج ۴، ص ۲۸۹۔

(۳) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔ مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

(۴) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۳۔

(۵) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔

(۶) الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۴۸۔

(۷) فصل الخطاب لوصل الاحباب بہ نقل از ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

بعض نے آپ کی ولادت کا سال ۱۴۳ھ (۱) بعض نے ۱۴۸ھ (۲) اور بعض نے ۱۵۱ھ (۳) لکھا ہے۔ اور کچھ مورخین نے ۱۵۳ھ (۴) تحریر کیا ہے اسی طرح آپ کی تاریخ ولادت بھی کسی نے چھ، سات یا آٹھ شوال تحریر کی ہے (۵)۔

حضرت امام رضاؑ کی ولادت باسعادت کے متعلق حیرت انگیز واقعہ بھی علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ جس کو ہم اس کتاب کے چھٹے حصے میں بیان کریں گے۔

حضرت امام رضاؑ کی وفات یا شہادت؟

حضرت امام رضاؑ کی تاریخ شہادت میں اختلاف ہے: بروز ہفتہ، آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ مامون عباسی کی خلافت کے دوران، یہ اکثر اہل سنت کا نظریہ ہے۔ (۶)

---

(۱) نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔

(۲) الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۷۸۔ تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج ۱، ص ۳۲۰۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷۔ الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۴۸۔ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۲۔

(۳) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

(۴) مروج الذھب ومعادن الجوھر، ج ۴، ص ۳۴۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۱۷۰۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ الآئمۃ اثنا عشر، ص ۹۸۔

(۵) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۱۷۰۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ ما یعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔ الآئمۃ اثنا عشر، ص ۹۸۔

(۶) تاریخ خلیفۃ بن خیاط، ص ۳۱۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۴۵۳۔ تاریخ الامم والملوک، ج ۵، ص ۱۴۶۔ مروج الذھب ومعادن الجوھر، ج ۴، ص ۳۳۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷۔ المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۱۔ تجارب الامم وتعاقب الھمم، ج ۳، ص ۳۷۶۔ اللباب فی تھذیب الانساب، ج ۲، ص ۳۰۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۷۸۔ تاریخ مختصر الدول، ص ۱۳۴۔ المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۲۳۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۹۔

-اول ماہ صفر ۲۰۳ھ۔(۱)

-شب جمعہ ماہ مبارک رمضان ۲۰۳ھ۔(۲)

-پنجم ذی الحجہ ۲۰۳ھ۔(۳)

-تیرہویں ذی القعدہ ۲۰۳ھ۔(۴)

-۲۰۲ھ۔(۵)

حضرت امام رضا نے حدوداً پچاس سال عمر پائی (۶)، اگر چہ آپ کی شہادت کے وقت آپ کی دقیق عمر کے بارے میں اختلاف ہے: بعض نے ۴۴ سال نقل کی ہے(۷) اور کچھ ۴۷(۸)، ۴۹(۹)، ۵۰(۱۰) اور ۵۳(۱۱) سال بھی ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) التنبیہ والاشراف، ص۳۰۳۔ (۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۲۵۔ الوافی بالوفیات، ج۲۲، ص۲۴۸۔ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۳۳۹۔

(۳) و(۴) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج۳، ص۲۷۰۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج۲، ص۱۰۔

(۵) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج۲، ص۱۰۔

(۶) تقریب التھذیب، ج۲، ص۴۵۔

(۷) تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۴۵۳۔

(۸) مروج الذھب ومعادن الجوھر، ج۴، ص۳۳۔ (۹) مروج الذھب ومعادن الجوھر، ج۴، ص۳۳۔ ذیل تاریخ بغداد، ج۱۹، ص۱۴۲۔ سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص۳۸۹۔ الوافی بالوفیات، ج۲۲، ص۲۴۸۔ تھذیب التھذیب، ج۷، ص۳۳۹۔

(۱۰) اکمال تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۹، ص۳۸۰۔

(۱۱) مروج الذھب ومعادن الجوھر، ج۴، ص۳۳۔

آنحضرتؑ مامون کی خلافت کے دوران شہر نوقان (۱) کے ایک گاؤں بنام سناباد (۲) میں شہید ہوئے، اور مامون کے دستور کے مطابق ہارون کی قبر کے نزدیک دفن کیے گئے۔ (۳)

یہ بھی واضح رہے کہ امامؑ کی شہادت کی کیفیت، آنحضرتؑ کی پیشنگوئی اور بہت سے وہ مسائل کہ جو شہادت کے بعد واقع ہوئے عجیب و غریب واقعات ہیں کہ جو اہل سنت نے نقل کیے ہیں کہ جن کو ہم چھٹے حصے میں بیان کریں گے۔

علماء اہل سنت کے نظریات

حضرت امام رضاؑ نے اپنی حیات شریف کے مختلف دور میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ " میں زہر دغا سے شہید، اور عالم غربت میں دفن کیا جاؤں گا" (۴)۔ اور بارہا مامون کو اپنے قاتل کے طور پر پہچوایا ہے۔ (۴) ان فرمایشات امامؑ کو اہل سنت کے بزرگوں نے اپنی معتبر کتابوں میں ذکر کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شیبی لکھتا ہے:

---

(۱) اس دور میں طوس کے علاقہ میں دو بڑے شہر تھے ایک طابران دوسرا نوقان کہ ان میں سے ہر ایک کے اطراف میں ایک ایک ہزار سے زیادہ گاؤں آباد تھے۔ معجم البلدان، ج ۵، ص ۳۱۱۔

(۲) سناباد شہر نوقان کی دیہاتوں میں سے ایک دیہات کا نام ہے۔ معجم البلدان، ج ۳، ص ۲۵۹۔

(۳) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷۔ کتاب الاشارات الی معرفۃ الزیارات، ۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۳۹۔ الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۴۸۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

(۴) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۸۱۲، ح ۴۹۲ و ص ۱۹۲، ح ۴۶۹۔ ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۷۔

(۴) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۳۰۰-۳۰۲۔ الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۵۰۔ شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹-۳۹۲۔ تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۹۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱۔ الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ، ج ۱، ص ۲۵۶۔ مفتاح النجا فی مناقب آل عباء، ص ۸۲۔

مات الرضا مسموما کما یری اکثر المورخین(۱)۔

اکثر مورخین کا یہی نظریہ ہے کہ حضرت رضاؑ زہر سے شہید ہوئے۔

جبکہ کچھ لوگوں نے اس حقیقت کو چھپایا ہے اور اس سلسلے میں کچھ نامناسب باتیں نقل کی ہیں اور شہادت یا وفات امام رضا کو مختلف طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

بہت افسوس کہ کچھ لوگ تاریخی حقائق کو سوچے سمجھے بغیر کچھ کا کچھ نقل کر دیتے ہیں مثلا ابن جریر طبری نے حضرت امام رضاؑ کی وفات کا سبب زیادہ انگور کھانا لکھا ہے وہ کہتا ہے:

ان علی بن موسی الرضا اکل عنبا فاکثر منه فمات فجاۃ۔(۲)

علی بن موسی الرضا نے زیادہ انگور کھا لیے جس کے سبب فوراً ہی انتقال ہو گیا۔

اور بہت سے مورخین جیسے ابن اثیر شافعی (۳)، شمس الدین بن خلکان شافعی (۴)، ابن جوزی حنبلی (۵)، ابوالفداء دمشقی شافعی (۶)، ابن کثیر دمشقی شافعی (۷) وغیرہ نے اس قول ہی کو اختیار کیا ہے۔

---

(۱) الصلۃ بین التصوف والتشیع، ج۱، ص۲۴۴۔

(۲) تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۱۴۶۔

(۳) الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۱۷۷۔

(۴) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج۳، ص۲۳۔

(۵) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۲۱۔

(۶) المختصر فی اخبار البشر، ج۲، ۲۳۔

(۷) البدایۃ والنھایۃ، ج۱۰، ص۲۶۰۔

ان کے مقابل دوسرے علماء جیسے مسکویہ، یافعی شافعی، محمد خواجہ پارسائی حنفی وغیرہ ابن جریر طبری کے نظریے میں مردد ہیں۔

مسکویہ لکھتا ہے: علی ما حکی اکل عنبا فاکثر منہ فمات فجاۃ۔(۱)

جیسا کہ نقل ہوا ہے کہ امام رضاؑ نے زیادہ انگور کھا لیے جس کے سبب انتقال فرما گئے۔

یافعی شافعی کہتا ہے:

وکان سبب موتہ، علی ما حکوا، انہ اکل عنبا فاکثر منہ ۔ قیل: بل مات مسموما۔(۲)

امام رضاؑ کے انتقال کا سبب جیسا کہ نقل ہوا ہے کہ انگور زیادہ کھا لیے اور انتقال فرما گئے اور یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

محمد خواجہ پارسائی حنفی بھی مخالف و موافق کے اقوال کے مابین اور یہ کہ امامؑ کی وفات ہوئی یا شہادت مردد ہے اور کسی طرح کے اظہار نظر سے اجتناب کرتا ہے۔(۳)

دیگر علماء و مورخین اہل سنت جیسے ابن حجر ہیثمی شافعی(۴)، فضل بن روزبہان خنجی اصفہانی حنفی(۵) نے امام رضاؑ کے انتقال کے سبب کو انار یا انگور میں زہر دینا مانا ہے لیکن آپ کے قاتل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔

---

(۱) تجارب الامم وتعاقب الہمم، ج۳،ص۳۷۶۔

(۲) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج۲،ص۱۰۔

(۳) فصل الخطاب لوصل الاحباب بہ نقل از ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج۳،ص۱۶۶۔

(۴) الصواعق المحرقۃ، ج۲،ص۵۳۹۔

(۵) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح چہاردہ معصوم،ص۲۲۳۔

جب کہ اسی سلسلے میں کچھ علماء و مورخین جیسے مسعودی شافعی، ابن طقطقی، مقریزی شافعی اور معاصرین میں سے ڈاکٹر ترمانینی نے امام کی شہادت کو زہر سے تسلیم کیا ہے اور مامون کو کچھ تردید کے ساتھ امام کا قاتل کے طور پر پہچنوایا ہے۔

مسعودی شافعی لکھتا ہے:

فی خلافته قبض علی بن موسی الرضا مسموماً بطوس۔(۱)

مامون کی خلافت کے دوران علی بن موسی رضاؑ شہر طوس میں زہر سے شہید کر دیے گئے۔

ابن طقطقی: قیل: ان المامون سمه فی عنب۔(۲)

کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضاؑ کو انگور میں زہر دیا۔

مقریزی شافعی: واتهم المامون انه سمه فی عنب۔(۳)

مامون پر اتہام ہے کہ اس نے امام رضاؑ کو انگور میں زہر دیا۔

البتہ دوسرے مقام پر صراحتاً اس بات کو نقل کرتا ہے: المامون سم الرضا۔(۴)

مامون نے امام رضاؑ کو زہر سے شہید کیا۔

ترمانینی لکھتا ہے: ویقال ان المامون دس له السم۔(۵)

کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضاؑ کو زہر سے شہید کیا۔

---

(۱) مروج الذهب ومعادن الجوهر، ج ۴، ص ۴۔ التنبیه والاشراف، ص ۳۰۳۔

(۲) الفخری فی الآداب السلطانیة والدول الاسلامیة، ص ۲۱۵-۲۱۶۔

(۳) کتاب المقفی الکبیر، ج ۴، ص ۲۸۲۔

(۴) النقود الاسلامیة، ص ۲۷ و ۳۷۔

(۵) احداث التاریخ الاسلامی بترتیب السنین، ج ۲، ص ۱۱۶۹۔

اوران سب کے مقابل میں مشہور معروف مورخین ومحدثین جیسے محمد بن علی حلبی معروف بہ ابن العظیمی ، ابن حبان بستی شافعی ، سمعانی شافعی (۱) ، صفدی شافعی ، ابو الفرج اصفہانی ، حاکم نیشاپوری شافعی ، مقریزی شافعی اپنی بعض کتابوں میں (۲) ، ابن صباغ مالکی ، شبلنجی شافعی (۳) ، میر محمد بن سید برہان الدین میر خواند شافعی (۴) ، غیاث الدین شافعی خواند امیر وعباس بن علی مکی شافعی (۵) صاف صاف لفظوں میں مامون کو امام رضاؑ کا قاتل مانتے ہیں۔

ابن عظیمی کہتا ہے: مات علی الرضا سمه المامون۔(۶)

امام رضاؑ مامون کے ذریعہ سم دینے سے شہید ہوگئے۔

ابن حبان بستی شافعی لکھتا ہے:

مات علی بن موسی بطوس من شربة سقاها اياها المامون فمات من ساعة۔(۷)

علی بن موسی الرضاؑ مامون کے ذریعہ ایک گھونٹ زہر نوش فرما کر فوراً ہی شہید ہوگئے۔

اوردوسری جگہ لکھتا ہے: قد سم من ماء الرمان واسقی قلبه المامون۔(۸)

امام رضاؑ آب انگور سے مسموم ہوئے اور یہ زہر ان کو مامون نے دیا۔

---

(۱) الانساب ، ج ۳ ، ص ۷۴۔

(۲) النقود الاسلامیۃ ، ص ۷۳و۷۴۔

(۳) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ، ص ۳۲۴و۳۲۵۔

(۴) تاریخ روضۃ الصفاء ، ج ۳ ، ص ۵۰۔

(۵) نزھۃ الجلیس ومنیۃ الادیب الانیس ، ص ۱۰۵۔

(۶) تاریخ حلب ، ص ۲۴۲۔

(۷) کتاب الثقات ، ج ۸ ، ص ۴۵۷۔

(۸) کتاب المجروحین ، ج ۲ ، ص ۱۰۷۔

صفدی شافعی کہتا ہے:

و آل امره مع المامون الی ان سمه فی رمانه علی ماقیل مداراة لبنی العباس۔(۱)

آخر کار نتیجہ امام رضاؑ مامون کے ساتھ یہ ہوا کہ آپ کو مامون نے انگور میں زہر دیدیا تا کہ بنی عباس کی خوشنودی حاصل کر سکے۔

ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے:

کان المامون عقد له علی العهد من بعد ہ، ثم دس الیه فی ما ذکر بعد ذالك سماً فمات منه۔(۲)

علی بن موسیٰ الرضاؑ کو مامون نے اپنا ولی عہد بنایا پھر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زہر دیدیا کہ جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

لفظ شہادت

یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حاکم نیشاپوری شافعی، ابن صباغ مالکی اور فضل بن روزبہان خنجی اصفہانی حنفی نے حضرت امام رضاؑ کی شہادت کو خود لفظ شہادت ہی سے تعبیر کیا ہے۔

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

استشهد علی بن موسی بسناباد من طوس۔۔۔(۳)

امام رضاؑ طوس کے ایک گاؤں سناباد میں شہید کر دیے گئے۔

---

(۱) الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۱۔

(۲) مقاتل الطالبیین، ص ۳۷۵۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۳۹۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔ دونوں نے تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے۔

ابن صباغ مالکی لکھتا ہے: استشهد علی بن موسی الرضا۔۔۔(۱)

امام رضاؑ شہید کردیے گئے۔

فضل بن روزبہان خنجی حنفی کہتا ہے: الامام القائم الثامن الشهيد بالسم فی الغم۔۔(۲)

آٹھویں امامؑ زہر دغا سے شہید کردیے گئے۔

قاضی بہجت آفندی امام رضاؑ کو صراحتاً شہید لکھتا ہے اور مامون کو امام کا قاتل مان کر کہتا ہے:

مامون، حضرت امام رضاؑ کے نشر علوم اور انوار ہدایت سے تنگ آ گیا، آخر کار آنحضرتؑ کو زہر دغا سے شہید کردیا اور اپنے اس غدارانہ عمل سے ثابت کردیا کہ کبھی بھی علم و جہل، حق و باطل اور عدل و ظلم ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔(۳)

کچھ اور تحقیق

حضرت امام رضاؑ کی شہادت کا زہر دغا سے واقع ہونے کے متعلق مذکورہ شواہد و تاریخی واقعات کے علاوہ خود عقلاً بھی آپ کی وفات کو عادی و طبیعی طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا چونکہ حضرت امام رضاؑ کے مامون کے ساتھ تاریخی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وہ امامؑ کو اپنے لیے اور اپنی حکومت کے لیے سب سے بڑا خطرہ محسوس کرتا تھا اور ولی عہدی کا جال بھی کام نہ آ سکا اور دوسری طرف آپ کو ولی عہد بنانے سے بنی عباس بھی ناراض تھے لہذا ان کی بھی دلجوئی کرنی تھی، ہر تاریخ دان شخص یہ یقین کرلے گا کہ امامؑ کی طبیعی و عادی وفات نہیں ہوئی ہے اور دوسری طرف کہ جو شخص قلیل النوم اور کثیر الصوم ہو وہ کیسے انگور حد سے زیادہ کھا سکتا ہے کہ جس کے نتیجے میں انتقال ہو جائے؟!۔

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ،ص ۲۶۴۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح چہاردہ معصوم،ص ۲۲۳۔

(۳) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد،ص ۱۵۷-۱۵۹۔

نتیجہ

بہر حال معتبر روایات اور اہل سنت کے اکثر مورخین کا اعتراف کہ امام رضاؑ زہر دغا سے شہید ہوئے اور مامون آپؑ کے بارے میں دوہری چال چلتا رہا، لہذا اس میں کوئی شک وشبہ کا مقام باقی نہیں رہ جاتا کہ امام کی شہادت نہ ہوئی ہو اور عادی وطبیعی طور پر انتقال فرمایا ہو، لہذا بعض افراد کا شخصی تصور اور حقیقت سے چشم پوشی جیسے ابن خلدون مالکی (۱) اور احمد امین مصری شافعی (۲) کے نظریہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اولاد

فخر رازی شافعی کے بقول: حضرت امام رضا کے پانچ بیٹے کہ جن کے نام یہ ہیں امام ابو جعفر محمد تقی، حسن، علی، حسین، موسیٰ اور ایک بیٹی بنام فاطمہ تھیں۔ اور تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی نسل فقط امام محمد تقی سے چلی ہے۔ (۳)

بعض مورخین نے امام رضا کی اولاد میں صرف امام محمد تقی اور حسین کا ذکر کیا ہے۔ (۴)

---

(۱) تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۳۸۔

(۲) ضحیٰ الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۶۔

(۳) الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الطالبیۃ ص ۷۷۔ دیکھیے: النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص ۳۰۹۔ ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۶۵۔

(۴) جمہرۃ انساب العرب، ص ۶۲۔

لیکن زرندی حنفی (م ۷۵۷ھ) کہتا ہے:

والصحیح انه لم یلد له ذکر و لا انثی غیر محمد بن علی التقی و له عقب۔(۱)

صحیح یہ ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے حضرت امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی نہ بیٹا تھا اور نہ بیٹی، اور آپ کی نسل امام محمد تقیؑ سے چلی۔

سمعانی شافعی کہتا ہے: حضرت امام رضاؑ کی اولاد کو رضوی کہا جاتا ہے۔(۲)

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

---

(۱) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ۱۵۹و۱۶۰۔

(۲) الانساب، ج۳،ص۷۵۔ دیکھیے: اللباب فی تھذیب الاسماء، ج۲،ص۳۰۔لب اللباب فی تحریر الانساب، ج۱،ص۳۵۴۔

دوسرا حصہ

شخصیت

اہل سنت کی نظر میں، علم حدیث ورجال کے اعتبار سے

حضرت امام رضاؑ کی حیثیت ومقام

حضرت امام رضاؑ کا مقام مذہب شیعہ کے عقیدے میں اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے کہ علم حدیث ورجال کے اعتبار سے آپ کی حیثیت کے سلسلے میں گفتگو کی جائے چونکہ آپ رسول اکرمؐ کے آٹھویں معصوم جانشین ہیں اور حجت الٰہی ہیں لہذا آپ کا کلام خود حدیث اور حجت ہے، لیکن اہل سنت کی نظر میں آپؑ رجال حدیث کے طبقات کے اعتبار سے اہل مدینہ کے تابعین میں سے ہیں اور آٹھویں طبقے میں ہیں (۱)، جب کہ بعض علماء نے آپ کو دسویں طبقے میں شمار کیا ہے۔ (۲)

حضرت امام رضاؑ کی علمی وحدیثی حیثیت اہل سنت کی نظر میں اس طرح ہے کہ ذہبی شافعی کے بقول صحاح ستہ میں سے فقط ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (۳) نے اپنی سنن میں مباحث زکاۃ وایمان وغیرہ میں حضرت امام رضاؑ سے روایات نقل کی ہیں۔ (۴)

---

(۱) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۴۵۔ یہ واضح رہے کہ یہ اختلاف ان معیار کی وجہ سے ہے کہ جو اہل سنت کے یہاں معتبر ہیں۔ تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۵۔

(۳) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۶، ح ۶۵۔

(۴) تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام (حوادث ۲۰۱ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۳۸۷۔ واضح رہے کہ موجودہ سنن ترمذی وسنن ابوداؤد میں امام رضا سے کوئی حدیث نظر نہیں آئی۔

مزی شافعی لکھتا ہے:

امام رضاؑ نے اپنے بزرگوں سے جیسے آپ کے آباء و اجداد مانند موسیٰؑ ابن جعفرؑ، اسماعیل، اسحاق، عبداللہ، علی، اولاد جعفر، عبدالرحمٰن ابن ابی الموالی وغیرہ سے نقل احادیث کی ہیں اور بہت سے افراد جیسے ابوصلت عبدالسلام ہروی، احمد عامر طائی، عبداللہ بن عباس قزوینی، آدم بن ابی ایاس، احمد بن حنبل، محمد بن رافع، نصر بن علی جھضمی یا جھنی، خالد بن احمد ذھلی، اسحاق بن راہویہ، ابوزرعہ رازی، محمد بن اسلم طوسی وغیرہ نے آپ سے روایات اخذ و نقل کی ہیں۔(۱)

ابن حبان بستی شافعی حضرت امام رضا آپ کے خاندان پاک کی تمجید و تعریف کرنے کے بعد کہتا ہے کہ آپ کی احادیث معتبر ہیں، اس کی عین عبارت یہ ہے:

علی بن موسی الرضا ابو الحسن من سادات اهل البیت و عقلائهم و جلة الهاشمیین و نبلائهم یجب ان یعتبر حدیثه اذاروی عنه۔۔۔(۲)

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ، اہل بیتؑ کے بزرگان و عقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں اور شرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہو تو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔

حاکم نیشاپوری شافعی بھی امامؑ کی علمی و حدیثی حیثیت کے بارے لکھتا ہے کہ اہل حدیث کے بزرگوں نے آپؑ سے روایات نقل کی ہیں:

---

(۱) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۸۔ دیکھیے: تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام (حوادث ۲۰۱ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۲۷۰۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۷-۳۸۸۔

(۲) کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۶۔ ابن حبان بستی کی عبارت کا بقیہ یہ ہے: ''اذا روی عنه غیر اولاده و شیعته وابی الصلت خاصة۔۔'' حضرت امام رضا سے ان کی اولاد و شیعہ اور خصوصاً ابوصلت ہروی کے علاوہ کوئی اور روایت نقل کرے تو معتبر ہے جب کہ آنحضرت سے ان کے علاوہ کسی اور نے کوئی روایت نقل ہی نہیں کی ہے۔

روی عنہ آئمۃ الحدیث ، آدم بن ابی ایاس و نصر بن علی الجھنی و محمد بن القشیری و غیرھم ۔۔۔(۱) آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں جیسے آدم بن ابی ایاس و نصر بن علی الجھنی اور محمد بن القشیری وغیرہ۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے افراد جیسے ابراہیم بن ابی مکرم جعفری، ابراہیم بن داؤد یعقوبی، ابراہیم بن موسی، احمد بن حسن کوفی اسیدی، اسماعیل بن ہمام بصری، ثلج بن ابی ثلج یعقوبی، جعفر بن ابراہیم حضرمی، جعفر بن سہل، جعفر بن شریک، حسن بن ابراہیم کوفی، دعبل خزاعی، عبدالسلام بن صالح، احمد بن علی رقی، داؤد بن سلمان جرجانی وغیرہ کو حضرت امام رضاؑ کے اصحاب و رواۃ میں سے شمار کیا گیا ہے۔ لیکن ان حضرات کے شیعہ ہونے کی وجہ سے یا امام رضاؑ سے بہت زیادہ گہرے تعلقات و روابط کی بنیاد پر یا کچھ ایسی احادیث کے نقل کرنے کے سبب کہ جو مذہب شیعہ کے حق میں اور دوسروں کے خلاف ہیں، اہل سنت نے ان حضرات سے نقل شدہ روایات کو ضعیف جانا ہے۔(۲)

حضرت امام رضاؑ حضرت پیغمبر اکرمؐ کے کلام مبارک میں

روی عن موسی الکاظم انہ قال: رأیت رسول اللہ و امیر المؤمنین علی معہ فقال : یا موسی ! ابنك ینظر بنور اللہ ، عز وجل ، و ینطق بالحکمۃ ، یصیب و لایخطی ، یعلم ولا یجھل قد ملیٔ علماً و حکماً۔(۳)

---

(۱) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹، بنقل از تاریخ نیشاپور۔

(۲) ان تمام حضرات کے حالات اہل سنت کی رجالی کتب جیسے لسان المیزان، الکامل فی ضعفاء الرجال، الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ والمغنی فی الضعفاء میں مذکور ہیں اور ان کے ضعیف ہونے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔

(۳) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹-۳۹۲۔ تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۹۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱۔ ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۵۔

حضرت امام موسی کاظمؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت رسول اکرمؐ اوران کے ساتھ امیر المومنین علیؑ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمار ہے ہیں: اے موسی آپ کا بیٹا نور خدا سے دیکھتا ہے، حکیمانہ کلام کرتا ہے اس کا ہر فعل صحیح ہے اس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوگی، عالم ودانا ہے جہل اس سے بہت دور ہے اور وہ علم وحکمت سے سرشار ہے۔

حضرت امام رضاؑ اہل سنت کے بیانات واقوال میں

دوسری صدی

۱- حسن بن ہانی معروف بہ ابونواس (۱۹۶ھ):

ایک روز ابونواس کے کچھ دوستوں نے اس سے کہا کہ تو اتنا بڑا شاعر ہے، بے باک و بے تکلف شعر کہتا ہے ہر چیز کے بارے میں تو نے شعر کہے ہیں حتی شراب خواری کے بارے میں، حالانکہ تو حضرت امام رضا کا ہم عصر ہے ان کے بارے میں کوئی شعر نہیں کہا!

ابونواس نے جواب دیا: خدا کی قسم ان کی شان میں میرا شعر نہ کہنا خود ان کی بزرگواری کی وجہ سے ہے چونکہ میری وہ حیثیت نہیں ہے کہ میں اتنی عظیم شخصیت کے بارے میں شعر کہوں، لیکن پھر کچھ ہی دیر کے بعد حضرت امام رضا کے متعلق اس طرح اشعار کہے:

قیل لی : انت احسن الناس طرا — فی فنون من المقال (الکلام) النبیه

لك جتد من القریض (جید) مدیح — یثمر الدر فی یدی مجتنیه

فعلام ترکت مدح ابن موسی — و الخصال التی تجمعن فیه

قلت : لا استطیع مدح امام   کان جبرئیل خادما لابیه(۱)

ان اشعار کا فارسی زبان میں اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے۔

کسی گفتا به من : ای آن که هستی   یگانهٔ عصر در شعر و سخنور
تو را باشد چنان قدرت به گفتار   که ریزی از سخن در دست گوهر
چرا لب بسته ای از مدح مولا   علی موسی الرضا پور پیمبر
بگفتم : کی تواند مدح آن کس   که بابش را بدی جبریل چاکر
بیان و شعر کوته شد ز وصفش   که هست اوصاف او از مدح برتر(۲)

کسی نے مجھ سے کہا کہ تو شعر و سخن میں یگانۂ روزگار ہے کہ جب تیرے لب کھلتے ہیں تو گوہر بکھرتے ہیں تو پھر کیوں آل پیغمبرؐ حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کی مدح میں اپنی زبان کو بند کیے ہوئے ہے؟ میں نے کہا کہ آنحضرتؑ کی مدح سرائی کون کرسکتا ہے کہ جن کا دربان و نوکر جبرئیل ہو، ان کی توصیف میں سخن و شعر کوتاہ ہیں چونکہ ان کے اوصاف، مدح و ثناء سے بلند و بالا ہیں۔

سید عباس مکی حسینی شافعی اہل سنت کا مشہور ادیب ہے وہ ان اشعار کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے: لا شك ان ناظم هذا العقد الجوهر يغفرالله ماتقدم من ذنبه و ماتاخر۔(۳)
بے شک خداوند عالم ان بے بہا اشعار کے کہنے والے کے گذشتہ و آئندہ گناہ معاف فرمادیگا۔

---

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۲۱۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۷۰۔ تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام (حوادث ۲۰۱ تا ۲۱۰)، ج ۹، ص ۲۷۱۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۱۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، ج ۲، ص ۲۲۰۔ الآئمۃ الاثنا عشر، ص ۹۸۔ اخبار الدول، ص ۱۱۴۔

(۲) شاعر: احمد خوش نویس۔ دیکھیے: منتہی الآمال، ج ۳، ص ۱۶۱۹-۱۶۲۰۔ انتشارات دلیل ما۔

(۳) نزھۃ الجلیس ومنیۃ الادیب الانیس، ص ۱۰۵۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے:

ایک روز ابونواس اپنے گھر سے باہر نکلا اس نے دیکھا کہ ایک سواری اس کے ساتھ ساتھ کچھ فاصلے پر چل رہی ہے لیکن اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا ہے، ابونواس نے اس سے پوچھا کہ آپ کون ہو؟ تو اس سے کہا گیا کہ وہ علی بن موسیٰ الرضاؑ ہیں۔ ابونواس نے فوراً شوق وذوق کے ساتھ آنحضرتؑ کی شان میں یہ شعر کہے: اذا ابصرتك العين من بعد غاية و عارض فيك الشك اثبتك القلب

ولو ان قوماً امموك لقادهم نسيمك حتى يستدل به الركب(۱)

جس وقت دور سے آنکھیں آپ کے چہرہ انور کی زیارت کریں تو شک ہوتا ہے لیکن دل آپ کی حقانیت کی گواہی دیتا ہے، جو کوئی بھی انسان آپ کو اپنا امام ورہبر مان لے اور آپ کا وجود مبارک اس کی رہبری کرے تو وہ یقیناً نجات یافتہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز ابونواس مامون کے پاس سے آیا، امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے فرزند رسولؐ میں نے کچھ شعر آپ کی شان میں کہے ہیں، چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو سناؤں، امامؑ نے فرمایا: پڑھیں، ابونواس نے اس طرح اشعار پڑھے:

مطهرون نقيات جيوبهم تجرى الصلاة عليهم اينما ذكروا

من لم يكن علويا حين تنسبه فما له في قديم الدهر مفتخر

الله لما برى خلقا فأتقنه صفاكم واصطفاكم ايها البشر

فانتم الملأ الاعلى و عندكم علم الكتاب و ما جائت به السور(۲)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین، ج۲ص۲۰۲، ح۴۸۱، بنقل از تاریخ نیشاپور۔

(۲) النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص۳۹۶۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج۳، ص۲۷۱۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین، ج۲، ص۲۰۱، ح۴۸۰۔ الوافی بالوفیات، ج۲۲، ص۲۵۰۔

وہ حضرات پاک و پاکیزہ اور پاک دامن ہیں جہاں کہیں بھی ان کا ذکر خیر ہو ان پر درود و صلوات نثار ہوتیں ہیں، اور جو کوئی بھی خاندان علوی سے نہ ہو تو اس کے اسلاف میں کوئی قابل افتخار بات نہیں ہے، جب خداوند عالم نے نیک و اچھے افراد کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کے خاندان کا انتخاب فرمایا، آپ اس بلند و بالا مقام پر فائز ہیں کہ تمام کتاب اور تمام قرآنی سوروں کا علم آپ کے پاس ہے۔

حضرت امام رضا نے ابو نواس سے یہ اشعار سن کر اس کی تشویق فرمائی اور تین سو دینار اس کو عطا فرمائے۔(۱)

تیسری صدی

۲- محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ):

وکان ثقة یفتی بمسجد رسول الله وهو ابن نیف و عشرین سنة وهو من الطبقة الثامنة من التابعین اهل المدینه۔(۲)

علی ابن موسی الرضا قابل اطمینان وثقہ تھے آپ کی عمر ۲۴ سال کی تھی کہ آپ مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے، آپ اہل مدینہ کے تابعین میں سے آٹھویں طبقے میں شمار ہوتے ہیں۔

۳- حسن بن سہل (۲۱۵ھ):

قد جعل (المامون) علی بن موسی ولی عهده من بعده وانه نظر فی بنی العباس و بنی علی فلم یجد افضل ولا اورع ولا اعلم منه۔۔۔(۳)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۲۰۱، ح ۴۸۰۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۲۰ و ۳۲۱۔ احسن القصص، ج ۴، ص ۲۹۰۔

(۲) تذکرة الخواص من الامة بذکر خصائص الآئمة، ص ۳۱۵۔

(۳) تاریخ الملوک والامم، ج ۵، ص ۱۳۸۔ تجارب الامم، ج ۳، ص ۳۶۶۔ الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۶۲۔

مامون نے حضرت علیؑ ابن موسیٰ کو اپنا ولی عہد بنایا اس نے بنی عباس و اولاد علیؑ میں آپ سے زیادہ پرہیزگار و متقی، افضل و اعلیٰ اور عالم و دانا کسی کو نہیں پایا۔

۴- مامون عباسی (۲۱۸ھ):

حضرت امام رضا کا قاتل مامون آپ کے بارے میں اپنے وزیر فضل بن سہل سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: وما اعلم احد افضل من هذا الرجل۔(۱)

میں نے کسی کو بھی اس شخص (امام رضاؑ) سے زیادہ عالم نہیں پایا۔

۵- عبدالجبار بن سعید (۲۲۹ھ):

جس وقت ولایت عہدی کو زبردستی حضرت امام رضا کے حوالے کیا گیا اسی سال عبدالجبار بن سعید مدینہ گیا اور اس نے تاریخ کے اس مہم ترین واقعہ کے بارے میں اس طرح کہا:

ولی عهد المسلمین علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔

پھر یہ شعر کہا: ستة آبائهم ماهم هم خير من يشرب صوب الغمام (۲)

آپ کے چھ آباء واجداد وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کا شرف یہ ہے کہ وہ ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل و بہتر ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)۔

موصلی شافعی اس شعر کے بارے میں کہتا ہے: ولله در القائل۔(۳) خدا کی قسم کیا خوب شعر کہا

---

(۱) مقاتل الطالبین، ص ۴۰۲۔

(۲) نثر الدرر، ج ۱، ص ۳۶۳۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۳، ص ۴۰۹۔ یہ اشعار اصل میں نابغہ ذبیانی کے ہیں عبدالجبار بن سعید نے ان کو پڑھا ہے۔ دیکھیے: النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص ۳۹۳۔

(۳) النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص ۳۹۳۔

۶- ابوصلت ہروی(۱)(۲۳۶ھ):

بدخشی ہندی حنفی ابوصلت سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

ما رأیت اعلم من علی بن موسی الرضاو لا رأہ عالم الا شہد لہ بمثل شہادتی۔(۲)

میں نے کسی شخص کو بھی حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ سے زیادہ عالم و دانا نہیں دیکھا اور جو عالم و دانشمند بھی حضرتؑ کو دیکھتا وہ یہی کہتا کہ جو میں نے کہا ہے۔

۷- ابراہیم بن عباس صولی (۲۴۳ھ):

جس وقت مامون نے حضرت امام رضاؑ پر ولایت عہدی تحمیل کی تب ابراہیم بن عباس مبارکبادی کے لیے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

ازالت عزاء القلب بعد التجلد مصارع اولادالنبی محمد (۳)

حضرت امام رضاؑ کو ولایت عہدی کا عطا ہونا گویا اہل بیت طاہرین کے تمام مصائب و آلام کو بر طرف کردیا گیا ہے۔ اوراسی طرح حضرت امام رضاؑ کے فراق وجدائی میں اس طرح کہا:

ان الرزیۃ یابن موسی لم تدع فی العین بعدك للمصائب مدمعا

والصبر یحمد فی المواطن کلھا والصبر ان نبکی علیك و نجزعا(۴)

اے فرزند موسیٰ آپ کی جدائی سے بڑھ کر کوئی جدائی و مصیبت نہیں ہے کہ جو ہمارے اشکوں کو جاری کرسکے اگرچہ صبر ہر حال میں بہتر ہے لیکن آپ پر گریہ وزاری کرنا ہی صبر وشکیبائی ہے۔

---

(۱) ابوصلت ہروی اہل سنت کی نظر میں سنی مذہب ہے اس کی تفصیل تیسرے حصہ میں آئے گی۔

(۲) مفتاح النجا فی مناقب آل عباء، ص ۱۷۹۔

(۳) الاغانی، ج ۱۰، ص ۶۳۔

(۴) نھایۃ الارب فی فنون الادب، ج ۵، ص ۱۲۹۔

اسی طرح اس نے حضرت امام رضا کے خاندان پاک کے بارے میں اشعار کہے:

الا ان خیر الناس نفسا و والدا　　　ورھطا و اجداد علي المعظم

اتتنا به العلم و الحلم ثامنا　　　اماما یؤدی حجة الله تکتم(۱)

آگاہ ہو جاؤ کہ تمام انسانوں سے بہتر و افضل علی بن موسیٰ اور ان کے آباء و اجداد طاہرین ہیں، آپ کے ذریعہ ہمیں علم و دانش اور حلم نصیب ہوا کہ آپ آٹھویں امام ہیں کہ جو مخفی و پوشیدہ حجت الٰہی کو بیان فرماتے ہیں۔

۸- ابوزرعہ حنبلی (۲۶۱ھ) و محمد بن اسلم طوسی (۲۴۲ھ):

حضرت امام رضا جس وقت نیشاپور کی سرزمین میں وارد ہوئے اس دوران یہ دو بزرگوار وعلماء اہل سنت وہاں موجود تھے انہوں نے امام کو اس طرح خطاب کیا:

ایھا السید الجلیل ! ابن السادة الأئمة ! بحق آبائك الطاھرین و اسلافك الاكرمین ، الاما اریتنا وجھك المیمون و رویت لنا حدیثا عن آبائك عن جدك تذكرك به ---(۲)

اے سرور والا مقام! اے بزرگوار آئمہ کے فرزند! آپ کو آپ کے پاک و پاکیزہ آباء اور مکرم اجداد کے حق کا واسطہ، اپنے نورانی چہرے کی ہمیں زیارت کرادیں اور اپنے آباء و آجداد کے سلسلے سے کوئی حدیث ہمارے لیے بیان فرمائیں کہ جس کے ذریعہ سے ہم آپ کو یاد کرتے رہیں۔

---

(۱) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص ۱۶۰۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۴۳۔ الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۴۔ اخبار الدول، ص ۱۱۵۔ ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۲۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔ اسرار الشریعۃ یا الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ص ۲۲۲-۲۲۳۔ الاعتصام بحبل الاسلام، ص ۲۰۵، بنقل از تاریخ نیشاپور۔

۹- احمد بن یحیٰ بلاذری (۲۷۹ھ):

جس وقت حضرت امام رضاؑ کے ایک فرزند ارجمند کا انتقال ہوا تو بلاذری اظہار تسلیت و تعزیت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: انت تجل عن وصفنا و نحن تقصر عن عظتك و فی علمك ما کفاك و فی ثواب الله ما عزاك۔(۱)

آپ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کریں اور ہم آپ کی نصیحتوں کے محتاج ہیں آپ کے پاس وہ علم ہے کہ جس کے ذریعہ آپ کو خدا نے ہر چیز سے مستغنی کر دیا ہے اور خداوند ہی آپ کو تعزیت عطا فرمائے گا۔

۱۰- عباس بن محمد بن صول:

ابراہیم بن عباس کہتا ہے: میں نے عباس بن محمد بن صول سے سنا کہ جو امام رضاؑ کا ہم عصر تھا آنحضرتؑ کے بارے میں اس طرح کہتا تھا:

ما سئل الرضا عن شئ الا علمه و لا رأیت اعلم منه بما کان فی الزمان الی وقت عصره ،و کان المأمون یمتحنه بالسوال عن کل شئ فیجیبه الجواب الشافی ،و کان قلیل النوم ،کثیر الصوم لایفوته صیام ثلاثة ایام فی کل شهر و یقول :ذالك صیام الدهر ـ و کان کثیر المعروف و الصدقه سراً ، و اکثر ما یکون ذالك منه فی اللیالی المظلمة ، و کان جلوسه فی الصیف علی حصیر و فی الشتاء علی مسح۔(۲)

---

(۱) نہایۃ الارب فی فنون الادب، ج۵، ص۱۶۸۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص۲۴۱۔ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص۲۳۶-۲۳۵۔ البتہ بعض کتب میں یہ الفاظ ابراہیم بن عباس سے نقل ہوئے ہیں نہ کہ عباس سے۔ دیکھیے: الاتحاف بحب الاشراف، ص۳۳۸۔ احسن القصص، ج۴، ص۲۸۹۔

حضرت امام رضاؑ سے جو کچھ بھی سوال ہوتا تھا آپ اس کا تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے، میں نے دنیا میں آج تک ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا، ماموں طرح طرح کے سوالات کے ذریعہ آنحضرتؑ کی آزمائش کرتا لیکن آپ با اطمینان خاطر تسلی بخش جواب عطا فرماتے۔ آنحضرتؑ بہت کم سوتے اور بہت زیادہ روزے رکھتے تھے، کبھی بھی آپ کے ہر مہینے کے تین روزے ترک نہیں ہوتے اور فرماتے یہ تین دن کے روزے ایک سال کے روزوں کے برابر ثواب رکھتے ہیں، آپ بہت زیادہ کار خیر انجام دیتے خاموشی سے صدقات عطا فرماتے اور اکثر و بیشتر یہ صدقات رات کی تاریکی میں انجام پاتے، گرمیوں میں آپ کا بستر چٹائی و حصیر اور سردیوں میں کھال و چرم ہوتی تھی۔

۱۱- نوفلی:

آنحضرتؑ کے ہم عصر شاعر نوفلی نے آپؑ کی مدح میں اس طرح اشعار کہے ہیں:

رأيت الشيب مكروها و فيه ‏ وقار لاتليق به الذنوب

اذا ركب الذنوب اخو مشيب ‏ فما احد يقول متى يتوب

و داء الغانيات بياض رأسي ‏ ومن مد البقاء له يشيب

سأصحبه بتقوى الله حتى ‏ يفرق بيننا الاجل القريب(۱)

میں بڑھاپے اور محاسن کی سفیدی کو ناپسند کرتا ہوں جب کہ اس دوران وہ وقار ہوتا ہے کہ جو گناہ کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ جب کوئی بوڑھا اور محاسن سفید کسی گناہ کا مرتکب ہو تو اس کو کبھی بھی توبہ کی امید نہیں کرنی چاہیے، غناء اور ترنم سے پڑھنا میرے سر و محاسن کی سفیدی ہے اور جس کی عمر طولانی ہو جائے اس کے بال سفید ہو ہی جاتے ہیں لہذا میں جب تک بھی زندہ ہوں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں زندگی گذاروں گا۔

---

(۱) الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۵۱۔

چوتھی صدی

۱۳- ابوبکر بن خزیمہ شافعی (۳۱۱ھ) اور ابوعلی ثقفی شافعی (۳۲۸ھ):

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے:

"سمعت محمد بن المؤمل بن حسن بن عیسی یقول: خرجنا مع امام اهل الحدیث ابی بکر بن خزیمة و عدیله ابی علی الثقفی مع جماعة من مشایخنا، وهم اذذالك متوافرون الی زیارة قبر علی بن موسی الرضا بطوس، قال: فرأیت من تعظیمه (ابن حزیمه) لتلك البقعة و تواضعه لها و تضرعه عندها ما تحیرنا"۔(۱)

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن مؤمل سے سنا، وہ کہتا ہے کہ ہم ایک روز اہل حدیث کے امام ابوبکر بن خزیمہ و ابوعلی ثقفی اور دیگر اپنے اساتید و بزرگوں کے ہمراہ حضرت امام علی رضاؑ کے مرقد مبارک پر زیارت کے لیے گئے، وہ لوگ آپؑ کی زیارت کے لیے طوس بہت زیادہ جاتے تھے۔

محمد بن مؤمل کا بیان ہے کہ ابن خزیمہ کا حضرت رضاؑ کی قبر مبارک پر گریہ وزاری، توسل، احترام اور تواضع اس قدر زیادہ تھا کہ ہم سب لوگ تعجب وحیرت میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز راوی کا یہ جملہ ہے کہ جو مذکورہ روایت کا تسلسل و بقیہ ہے لیکن افسوس کہ بہت سے مؤرخین ومحدثین نے اس کو نقل نہیں کیا، راوی کا بیان ہے:

"ذالك بمشهد من عدة من آل السلطان و آل شاذان ابن نعیم و آل الشنقشین وبحضرة جماعة من العلویة من اهل نیسابور و هرات و طوس و سرخس،

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۸، ح ۴۷۷۔ تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۳۳۹، دونوں نے تاریخ نیشاپور سے نقل کیا ہے۔

فدوّنوا شمائل ابی بکر محمد بن اسحاق عند الزیارۃ و فرحوا و تصدقوا شکراً للہ علی ما ظھر من امام العلماء عند ذالك الامام و المشھد وقالوا باجمعھم : لو لم یعلم ھذا الامام انہ سنۃ و فضیلۃ لما فعل ھذا ۔"(۱)

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کے مرقد مطہر پر ابن خزیمہ کا یہ گریہ وزاری اور احترام، تواضع اور تعظیم، سلطان کے خاندان کے حضور اور خاندان شاذان و خاندان شنقشین نیز نیشاپور، ہرات و سرخس کے شیعوں و علویوں کے سامنے انجام پایا اور سب نے ابن خزیمہ کی یہ حرکات و سکنات کو کہ جو اس نے حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ پر انجام دیں، دیکھا اور ثبت و ضبط کیا۔ ابن خزیمہ کی اس روش اور آنحضرتؑ کی قبر مطہر کی زیارت سے تمام افراد بہت خوش ہوئے نیز امام العلماء کی اس روش پر خوشی اور شکر خدا میں صدقات دیئے۔ اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیتؑ کی قبروں کے سامنے گریہ وزاری، احترام و تواضع اور تعظیم) سنت نہ ہوتا اور فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزیمہ اس طرح انجام نہ دیتے۔

۱۴- محمد بن یحیٰ صولی (۳۳۵ھ):

احمد بن یحیٰ نے شعبی سے نقل کیا ہے:

ایک روز شعبی نے کہا: سب سے افضل و بہتر کون سا شعر ہے؟ تو اس کو جواب دیا گیا انصار کا جنگ بدر میں رجز: و ببئر بدر اذ یرد وجوھھم   جبریل تحت لوائنا و محمد

جس وقت صنادید قریش بدر کے کنوے کے نزدیک شکست کھا گئے اور جبریل و حضرت محمدؐ ہمارے پرچم کے سائے میں موجود تھے۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۸، ح ۴۷۷۔

محمد بن یحیٰ صولی نے مقام قضاوت میں جواب دیا: نہیں بلکہ ابونواس کا شعر کے جو اس نے امام رضاؑ کی شان میں کہا ہے (١)۔ کہ جو پہلے گذر چکا ہے۔

محمد بن یحیٰ صولی نے حضرت امام رضاؑ کی ولایت عہدی کے بارے میں اس طرح مدح سرائی کی:

علی حین اعطی الناس صفق اکفهم علی بن موسی بالولایة و العهد

فما کان فینا من ابی الضیم غیره کریم کفی باقی القول و فی الرد (٢)

جس وقت لوگ حضرت علیؑ بن موسیٰؑ کے دست مبارک پر ولی عہدی کی بیعت کر رہے تھے ہمارے درمیان ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا کہ جو کریم النفس اور صبور و بردبار ہوتا وہی ہیں کہ جو ہر صاحب مال کو اس کا مال اور صاحب حق کو اس کا حق پلٹا دیتے ہیں۔

١٥- علی بن حسین مسعودی شافعی (٣٤٦ھ):

فلم یجد فی وقته احد افضل و لا احق بالامر من علی بن موسی الرضا فبایع له بولایة العهد و ضرب اسمه علی الدنانیر و الدراهم۔ (٣)

مامون نے امر خلافت کے لیے اپنے زمانے میں حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ سے افضل و بہتر کسی کو نہیں پایا لہذا آپ کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور درہم و دینار پر آپ ہی کا اسم مبارک کندہ کرایا گیا۔

---

(١) سیر اعلام النبلاء، ج٩، ص٣٨٨۔

(٢) اشعار اولاد الخلفاء و اخبارهم من کتاب الاوراق، ص٣٠۔

(٣) مروج الذهب و معادن الجوهر، ج٦، ص٣٣۔ تاریخ مختصر الدول، ص١٣٤۔ مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفة ما یعتبر من حوادث الزمان، ج٢، ص١٠۔

۱۶- ابن حبان بستی شافعی (۳۵۴ھ):

"علی بن موسی الرضا ابو الحسن من ساداة اهل البیت و عقلائهم و جلة الهاشمیین و نبلائهم ، یجب ان یعتبر حدیثه اذا روی عنه ۔ ۔ ۔قد زرته (قبره) مرارا کثیرة وما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی موسی الرضا ،صلوات الله علی جده و علیه ، و دعوت الله ازالتها عنی الا استجیب لی ، زالت عنی تلك الشدة و هذا شیٔ جربته مرارا فوجدته کذالك ۔اماتنا الله علی محبة المصطفی و اهل بیته صلی الله علیه و علیهم اجمعین"۔(۱)

حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضا، اہل بیتؑ کے بزرگان وعقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں وشرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہو تو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔۔۔ میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسی رضا- آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا کا درود وسلام ہو- کی قبر پاک کی زیارت کی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا مانگی تو میری دعا مستجاب ہوگئی اور وہ مشکل حل ہوگئی ، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ خداوند عالم ہمیں محبت رسولؐ وآل رسولؐ پر موت عطا کرے۔ اور خدا کا درود وسلام ہو محمد وآل محمد پر۔

۱۷- حسین بن احمد مہلبی (۳۸۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضا کی شخصیت اور نوقان کے بارے میں کہ جو طوس کا ایک شہر ہے لکھتا ہے:

"وهی من اجل مدن خراسان و اعمر ها و بظاهر مدینة نوقان قبر الامام علی بن موسی بن جعفر و به ایضاً قبر هارون الرشید و علی قبر علی بن موسی حصن

---

(۱) کتاب الثقات، ج۸،ص۴۵۷۔

و فیہ قوم معتکفون ـ ـ ـ"۔(۱)

خراسان کے شہروں میں سے بزرگ ترین اور آبادترین شہر نوقان ہے، شہر نوقان کے پیچھے حضرت امام علی بن موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر ہے اور وہیں پر ہارون الرشید کی قبر بھی ہے۔ حضرت علی بن موسیٰؑ کی قبر پر ایک عمارت ہے کہ جس میں لوگ اعتکاف بجالاتے ہیں۔

۱۸- محمد بن علی بن سہل شافعی (۳۸۴ھ):

حاکم نیشاپوری کا بیان ہے:

"سمعت ابا الحسن محمد بن علی بن سہل الفقیہ یقول: ما عرض لی مہم من امر الدین والدنیا، فقصدت قبر الرضا لتلک الحاجۃ، و دعوت عند القبر الا قضیت لی تلک الحاجۃ، وفرج اللہ عنی ذالک المہم۔۔۔ وقد صارت الی ہذہ العادۃ ان اخرج الی ذالک المشہد فی جمیع ما یعرض لی، فانہ عندی مجرب"۔(۲)

میں نے ابوالحسن محمد بن علی بن سہل فقیہ سے سنا، وہ کہتا ہے کہ مجھ کو جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضاؑ کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپؑ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ مہم ومشکل آسان کر دی۔۔۔ یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

۱۹- دارقطنی بغدادی شافعی (۳۸۵ھ):

آنحضرتؑ کی شان وعظمت کو اس طرح بیان کرتا ہے:

---

(۱) الکتاب العزیزی، ص ۱۵۵۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۴۹۶۔ بنقل از تاریخ نیشاپور۔

فهو علي بن موسى بن جعفربن محمد العلوى الحسيني ، ابو الحسن الرضا يروى عن ابيه موسى بن جعفر عن آبائه عن علي ۔(۱)

آپ علی فرزند موسیٰ فرزند جعفر فرزند محمد علوی حسینی ابوالحسن رضا ہیں وہ اپنے والد بزرگوار موسیٰ بن جعفراور وہ اپنے آباء واجداد سے کہ وہ علی ابن ابی طالب سے روایات نقل فرماتے ہیں۔

پانچویں صدی

۲۰- حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ):

وہ مذہب شافعی کی عظیم ترین شخصیتوں میں سے ہے کہ جس نے اپنی عظیم کتاب تاریخ نیشاپور میں حضرت امام رضاؑ کی شخصیت وعظمت کے بارے میں تحریر کیا ہے، اگر چہ آج کل یہ کتاب دستیاب نہیں ہے لیکن اہل سنت کے بزرگوں کا اس کتاب سے نقل روایت کرنا اور حاکم نیشاپوری کی روایات پر اعتماد کرنا خصوصاً حضرت امام رضاؑ کے متعلق اس کتاب کی عظمت کو کسی حد تک محفوظ رکھے ہوئے ہے۔

جوینی شافعی نے اپنی کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول السبطین والآئمۃ من ذریتھم میں حضرت امام رضاؑ کے متعلق حاکم نیشاپوری کی بہت سی روایات وواقعات کو محفوظ کیا ہے۔

بہر حال حاکم نیشاپوری شافعی حضرت امام رضاؑ کی علمی شخصیت کے بارے میں اس طرح لکھتا ہے: وكان يفتي في مسجد رسول الله ، وهو ابن نيف و عشرين سنة ، روى عنه من آئمة الحديث ،آدم بن ابي اياس و نصر بن علي الجهني و محمد بن رافع القشيري و غيرهم ۔(۲)

---

(۱) المؤتلف والمختلف، ج۲،ص ۱۱۱۵۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲،ص ۱۹۹، ح ۴۷۸۔تھذیب التھذیب، ج۷،ص ۳۳۹۔

علی ابن موسی الرضا کی عمر بیس سال سے اوپر کی تھی کہ آپ مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے، آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں جیسے آدم بن ابی ایاس ونصر بن علی الجھنی اور محمد بن القشیری وغیرہ۔۔۔

حضرت امام رضاؑ کے سلسلہ نسب کی عظمت وتجلیل کرتے ہوئے کہ آپ آل رسولؐ میں سے ہیں اس طرح بیان کرتا ہے:

ومن اجل فضیلة لنسب علی بن موسی الرضا انه من ذریة خیر البشر محمد المصطفی۔(۱)

حضرت علی بن موسی الرضاؑ کے نسب کی ایک عظیم فضیلت یہ ہے کہ آپ افضل الناس وخیر البشر حضرت محمد مصطفیؐ کی ذریت پاک میں سے ہیں۔

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

"وقد عرفنی الله من کرامات التربة خیر کرامة، منها: انی کنت متقرساً لا اتحرك الا بجهد فخرجت وزرت وانصرفت الی نوقان بخفین من کرابیس، فاصبحت من الغد بنوقان وقد ذهب ذالك الوجع وانصرفت سالماً الی نیسابور"۔(۲)

خداوند عالم نے مجھے اس تربت اقدس اور قبر مطہر کی کئی کرامات دکھائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب میں جوڑوں کی خشکی و درد میں مبتلا ہوا اور بڑی مشکل سے چلتا پھرتا تھا تو گھر سے باہر آیا اور حضرتؑ کی قبر پاک کی زیارت کی اور کرابیس کے جوتے پہن کر پاپیادہ نوقان پہنچا رات وہیں گذاری صبح نمودار ہوئی تو میرا تمام درد ختم ہو چکا تھا اور میں صحیح وتندرست نیشاپور واپس آیا۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم، ج۲، ص۲۰۲، ح۴۸۱۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم، ج۲، ص۲۲۰، ح۴۹۶۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنے مذکورہ کلام کی تائید اور شاہد کے طور پر کچھ دیگر اہل سنت کے اعترافات کو بھی نقل کرتا ہے کہ جو حضرت امام رضاؑ کے روضہ منورہ سے شفا پا چکے ہیں کہ جن میں سے چند کی طرف ہم بھی اشارہ کریں گے۔

ایک۔ مصری زائر بنام حمزہ:

حاکم نیشاپوری اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے: ''حمزہ حضرت امام رضاؑ کے مرقد مطہر کی زیارت کے لیے مصر سے آیا تھا اور آنحضرتؑ کی کرامات معنوی پر اعتقاد رکھتا تھا'' یہ واقعہ تفصیلاً اسی کتاب کے حصہ زیارت میں نقل کیا جائے گا۔

دو۔ محمد بن قاسم شافعی:

وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جو حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت کے منکر ہیں لیکن بعد میں اس کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے اس باطل عقیدے سے پلٹا اور آنحضرتؑ کی قبر کا زائر بن گیا اس طرح زائر بنا کہ اس زمانے کے سفر کی مشکلات کے باوجود ہر سال دو مرتبہ آنحضرتؑ کے روضہ منورہ کی زیارت کے لیے آتا تھا۔(۱)

تین۔ فخر الدین ادیب جندی شافعی:

وہ بھی حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کا زائر اور آنحضرتؑ کے روضہ مبارک سے شگفت آور معجزات وکرامات کا شاہد ہے۔(۲)

چار۔ ابوالنصر موذن نیشاپوری شافعی:

ابوالنصر موذن نیشاپوری شافعی ان لوگوں میں سے ہے کہ جس نے حضرت امام رضاؑ کی قبر شریف کی زیارت سے شفا پائی ہے۔(۳)

---

(۱) و (۲) و (۳) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین، ج ۲، ص ۱۹۷، ح ۴۷۵ و ۴۷۶ وص ۲۱۷، ح ۴۹۱

پانچ- ایک نامعلوم شخص:

حاکم نیشاپوری حضرت امام رضا کی قبر مبارک پر زیارت کے لیے آنے کے متعلق ایک اجنبی شخص کا عجیب وغریب واقعہ نقل کرتا ہے کہ جس کی تفصیل حصہ زیارت میں آئے گی۔(۱)

چھ- زید فارسی:

وہ لاعلاج مرض میں مبتلا تھا اور حضرت امام رضا کے روضہ مبارک کی زیارت کی برکت سے شفایاب ہوگیا۔(۲)

سات- حمویہ بن علی:

وہ حضرت امام رضا کی قبر مطہر کا زائر، آنحضرت کے روضہ منورہ سے رونما ہونے والے معجزات وکرامات کا شاہد اور آپ کی معنوی شخصیت کا معتقد ہے۔(۳)

۲۱- ابوالحسین بن ابی بکر شافعی:

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے:

"سمعت ابا الحسین بن ابی بکر الفقیه یقول: قد اجاب الله لی فی کل دعوة دعوته بها عند مشهد الرضا، حتی انی دعوت الله (ان یرزقنی ولداً)فرزقت ولداً بعد الایاس منه"۔(۴)

ابوالحسین بن ابی بکر فقیہ سے میں نے سنا اس نے کہا: میں نے خداوند عالم سے حضرت امام رضا کے جوار میں جو بھی دعا مانگی وہ مستجاب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کافی مایوسی کے بعد خداوند عالم سے بیٹے کی دعا کی تو خداوند عالم نے وہ بھی مستجاب فرمائی اور مجھ کو نعمت فرزند سے سرفراز فرمایا۔

---

(۱)و(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین، ج۲،ص۲۱۸، ح۴۹۳و ص۲۱۹، ح۴۹۴۔

(۳)و(۴)فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین، ج۲،ص۲۱۹، ح۴۹۵و ص۲۲۰، ح۴۹۸۔

۲۲- ابوسعد منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ):

اس نے بھی اپنی کتاب کے کچھ صفحوں کو حضرت امام رضاؑ کی زندگی وحالات اور آپ کے نورانی کلام سے مخصوص کیا ہے اور سب سے مہم آپ کا نیشاپور تشریف لانا، لوگوں کا تاریخی استقبال، حدیث سلسلۃ الذہب، اس حدیث کے بارے میں علماء اہل سنت کے نظریات اور اس حدیث شریف سے لوگوں کا شفایاب ہونے کو ذکر کیا ہے۔(۱)

۲۳- احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی (۴۶۳ھ):

وہ حضرات امام رضاؑ کے بارے میں تحریر کرتا ہے:

علی بن موسی الرضا و کان واللہ رضا کما سمی ۔(۲)

خدا کی قسم! حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ جیسا کہ آپ کا اسم گرامی رضا ہے واقعاً آپ رضا اسم بامسمی ہیں۔

۲۴- علی بن ھبۃ اللہ ابن ماکولا شافعی (۴۷۵ھ):

وہ آٹھویں امام کے متعلق لکھتا ہے:

ابو الحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ۔۔۔ و کان من اعیان اھل بیتہ علماً و فضلاً ۔(۳)

ابوالحسن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ۔۔۔ علم ودانش اور فضیلت کے اعتبار سے اپنے خاندان میں بزرگ وباعظمت شمار کیے جاتے تھے۔

---

(۱) نثر الدرر، ج۱، ص۳۶۱-۳۶۵۔

(۲) تاریخ بغداد، ج۵، ص۴۸۱۔

(۳) الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف والمختلف فی اسماء والکنی والانساب، ج۴، ص۷۵۔

چھٹی صدی

۲۵- ابوسعد عبدالکریم بن منصور تمیمی سمعانی شافعی (۵۶۲ھ):

الرضا کان من اهل العلم و الفضل مع شرف النسب۔(۱)

حضرت امام رضاؑ شرافت وکمال نسب کے ساتھ ساتھ اہل علم وفضل حضرات میں سے تھے۔

۲۶- ابوالفرج ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ):

و کان یفتی فی مسجد رسول الله، وهو ابن نیف و عشرین سنة --- و کان المامون قد امر باشخاصه من المدینه، فلما قدم نیسابور خرج و هو فی عمارية علی بغلة شهباء، فخرج علماء البلد فی طلبه، مثل یحی بن یحی، اسحاق بن راهویه، محمد بن رافع، احمد بن حرب و غیرهم فاقام بها مدة۔(۲)

امام رضاؑ بیس سال سے کچھ زیادہ کی عمر میں مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے ---اور مامون کے دستور کے مطابق مدینہ سے ہجرت فرمائی، جب آپ نیشاپور تشریف لائے تو خاکی رنگ کے خچر پر عماری میں سوار تھے، علماء شہر جیسے یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راھویہ، محمد بن رافع، احمد بن حرب وغیرہ نے بڑھ کر آنحضرتؑ کا استقبال کیا اور آپ نے کافی وقت تک اس شہر میں قیام فرمایا۔

اور وہ دوسری جگہ پر تحریر کرتا ہے:

علی بن موسی الرضا من آئمة الامصار و تابع تابعین --- علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الهاشمی، یلقب بالرضا، صدوق مات ۲۰۳ھ۔(۳)

---

(۱) الانساب، ج۳،ص۷۴۔تھذیب التھذیب، ج۷،ص۳۴۰۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶،ص۱۲۵۔(۳) عجائب القرآن، ص۵۹۔

علی بن موسی الرضا بزرگوں کے پیشواواماموں میں سے اور تابعین کے بعد کے طبقہ میں سے تھے ۔۔۔ آپ علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الھاشمی ہیں آپ کا لقب رضا ہے، بہت زیادہ سچ بولنے والے تھے آپ کا انتقال ۲۰۳ھ میں ہوا۔

ساتویں صدی

۲۷- مجدالدین ابن اثیر جزری شافعی (۶۰۶ھ):

هو ابو الحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الهاشمی، المعروف بالرضا ۔۔۔ و کان مقامه مع ابیه موسی بن جعفر تسعاً و عشرین سنة واشهراً و عاش بعد ابیه عشرین سنة ۔۔۔ والیه انتهت امامة الشیعه فی زمانه وفضائله اکثر من ان تحصی، رحمة الله علیه و رضوانه۔(۱)

آپ ابوالحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی الھاشمی، معروف بہ رضا ۲۹ سال اور کچھ مہینے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں رہے اور والد ماجد کے انتقال کے بعد بیس سال زندگی بسر کی اپنے زمانے میں شیعوں کے امام تھے آپ کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا احصاء اور شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پر خدا کی رحمت ورضوان ہو۔

۲۸- ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ):

وہ حضرت امام حسین کی اولاد کو شمار کرتے ہوئے کہتا ہے:

علی بن الحسین، محمد بن علی ابو جعفر الباقر ۔۔۔ جعفر بن محمد الصادق، موسی بن جعفر، علی بن موسی، کلهم آئمة مرضیون و فضائلهم کثیرة مشهورة۔

---

(۱) تتمۂ جامع الاصول، ج۲، ص۷۱۵۔

علی فرزند حسین، ابو جعفر محمد باقر فرزند علی، جعفر صادق فرزند محمد، موسی فرزند جعفر، علی فرزند موسی یہ سب آئمہ مورد رضایت الٰہی ہیں، ان کے فضائل بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

پھر آئمہ معصومینؑ اور خصوصا حضرت امام رضاؑ کے بارے میں کہتا ہے:

وفی بعض روایاتھم عن آبائھم نسخة یرویھا علی بن موسی عن ابیه موسی بن جعفر عن ابیه جعفر عن ابیه محمد بن علی بن الحسین بن علی ، عن ابیه علی ، عن النبی ، قال بعض اھل العلم : لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لبرئ۔(۱)

بعض روایات کے ایسے نسخے بھی ہیں کہ جو علیؑ بن موسیؑ نے اپنے والد ماجد موسیؑ بن جعفرؑ سے اور آپ نے اپنے والد گرامی جعفرؑ بن محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ سے اور آپ نے اپنے والد علیؑ سے۔ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ جس کے بارے میں ایک عالم کا نظریہ ہے کہ اس سلسلہ اسناد کو اگر کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔

۲۹۔ ابو القاسم عبد الکریم رافعی شافعی (۶۲۳ھ):

علی بن موسی بن جعفر ... ابو الحسن الرضا من آئمة اھل البیت و اعاظم ساداتھم و اکابرھم ...(۲) حضرت علیؑ بن موسیؑ بن جعفرؑ ابو الحسن الرضا آئمہ اہل بیتؑ میں، ان کے بزرگوں اور عظیم شخصیتوں میں سے ہیں۔

۳۰۔ شیخ محی الدین ابن عربی شافعی (۶۳۸ھ):

علی السر الالٰھی و الرائی للحقائق کما ھی ، النور اللاھوتی و الانسان الجبروتی و الاصل الملکوتی و العالم الناسوتی ، مصداق معلم المطلق و الشاھد الغیبی

---

(۱) التبیین فی انساب القرشیین، ص ۱۳۲-۳۳۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۳، ص ۴۲۵۔

المحقق روح الارواح و حیاة الاشباح، هندسة الوجود الطیار فی المنشأ ت الوجود، کهف النفوس القدسیة غوث الاقطاب الانسیة، الحجة القاطعة الربانیة محقق الحقائق الامکانیة، ازل الابدیات و ابد الازلیات، الکنز الغیبی و الکتاب اللاریبی، قرآن المجملات الاحدیة و فرقان المفصلات الواحدیة، امام الوری بدر الدجی، ابی محمد علی بن موسی الرضا ۔(۱)

علی، سرالٰہی اور حقائق کو اس کی اصلی حالت میں دیکھنے والے، نور لاہوتی، انسان جبروتی واصل ملکوتی اور عالم ناسوتی ہیں، معلم مطلق کے مصداق اور غیبی و پوشیدہ اشیاء و آثار کے شاہد ہیں، تمام ارواح کی روح کو تحقق، اشباح کو زندگی وحیات بخشنے والے اور حدو ہندسہ موجودات ہیں، عوالم وجود میں پرواز کرنے والے، نفوس قدسیہ کو پناہ دینے والے اور انسانی اقطاب کے فریادرس، خداوند عالم کی جانب سے حجت قاطع و برحق، حقائق ممکنات کو وجود عطا کرنے والے، ابدی امور کے ازل اور ازلی امور کے ابد، غیبی گنج اور بے شک ولاریب کتاب، پروردگار احدیت کے مجملات کے قرآن اور اس واحد و یکتا کی تفصیلات کے فرقان، انسانوں کے امام تاریکی میں چودھویں کے چاند ابومحمد علی بن موسیٰ ملقب بہ رضاؑ۔

۳۱۔ محب الدین ابوعبداللہ، معروف بہ ابن نجار بغدادی شافعی (۶۴۳ھ):

--- ولد بمدینة النبی --- و سمع الحدیث من والده و عمومته و غیرهم من اهل الحجاز، و کان من العلم الدین بمکان کان یفتی فی مسجد رسول الله، و هو ابن نیف و عشرین سنة ۔(۲)

---

(۱) کتاب المناقب، ص ۲۹۶۔ یہ کتاب وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح چہاردہ معصوم کی آخر میں چھپی ہے بنقل از ملحقات احقاق الحق، ج ۲۸، ص ۶۵۷۔

(۲) ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۳۵، شمارہ ۹۶۹۔

آپؑ کی مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ اور اپنے والد بزرگوار اور چچا اور دیگر بزرگان اہل حجاز سے احادیث کو سنا۔ علی بن موسی الرضا علم و دین کے اعتبار سے ایسے مقام پر فائز تھے کہ بیس سے کچھ ہی زیادہ کی عمر میں مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔

۳۲- محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ):

شبراوی شافعی، محمد بن طلحہ شافعی سے نقل کرتے ہوئے امام موسی کاظمؑ کی اولاد کے بارے میں اس طرح کہتا ہے: کان لموسی الکاظم من الاولاد سبع و ثلاثون ولداً ما بین ذکر و انثی احلھم و افضلھم و اشرفھم و اکملھم علی بن موسی الرضا۔۔۔(۱) امام موسی کاظمؑ کی اولاد بیٹے اور بیٹیاں ۳۷ تھیں کہ جن میں سب سے باعظمت و افضل، اشرف اور اکمل علی بن موسی الرضا تھے۔

محمد بن طلحہ خود بھی اس طرح کہتا ہے:

قد تقدم القول فی امیر المؤمنین علی و فی زین العابدین علی و جاء ھذا علی الرضا ثالثھما و من امعن النظر و الفکرۃ و جدہ وارثھما، فیحکم کونہ ثالث العلیین، فما ایمانہ و علا شأنہ و ارتفع مکانہ و اتسع امکانہ و کثر اعوانہ و ظھر برھانہ، حتی احلہ الخلیفۃ المامون محل مھجتہ و اشرکہ فی مملکتہ۔۔۔ فکانت مناقبہ علیۃ و صفاتہ سنیۃ و مکارمہ حاتمیۃ و اخلاقہ عربیۃ و شنشنتہ اخزمیۃ و نفسہ ھاشمیۃ و ارومتہ الکریمۃ نبویۃ، فمھما عد من مزایاہ کان اعظم منہ و مھما فصل من مناقبہ کان اعلی رتبۃ منہ۔(۲)

---

(۱) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۰۔ یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مذکورہ مطلب محمد بن طلحہ کی موجودہ کتاب مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول میں نہیں ہے شاید اس کی دوسری کتاب زبدۃ المقال فی فضائل الآل میں موجود ہو لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔ دیکھیے: اھل البیت فی المکتبۃ العربیۃ، ص ۲۰۵، شمارہ ۳۴۶۔

(۲) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۲۹۵۔

حضرت امیر المومنین علیؑ اور امام زین العابدین علیؑ کے متعلق کلام گذر چکا ہے اب یہ علی رضاؑ تیسرے علی ہیں کہ اگر دقت نظر اور غور وفکر سے کام لیا جائے تو آپ تمام کمالات وفضائل میں ان دونوں علیؑ کے وارث ہیں گویا کہ آپ تیسرے علی ہیں، آپ کے ایمان کا مرتبہ اور شان ومنزلت کی بلندی، آپ کی قدرت واختیار کی وسعت، آپ کے چاہنے والوں کی کثرت اور آپ کی حقانیت پر دلائل اتنے زیادہ ہیں کہ قابل احصاء نہیں یہاں تک کہ خلیفہ مامون نے آپ کے لیے تخت حکومت پیش کیا اور اپنی مملکت میں شریک کیا۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند وبالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے اور اخلاق اصلی عربی ہے کہ جو آپ کو اپنے آباء واجداد سے ورثے میں ملا ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ اس سے کہیں بلند وبالا ہیں۔

۳۳- سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ):

كان من الفضلاء الاتقياء الاجواد۔(۱)

امام رضاؑ اہل فضیلت وتقوی اور اہل کرم وبخشش تھے۔

۳۴- ابن ابی الحدید معتزلی شافعی (۶۵۶ھ):

وہ امام کو اہل بیتؑ کے علماء وبزرگوں میں سے مانتا ہے۔(۲)

دوسرے مقام پر خاندان بنی ہاشم کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے خصوصاً امام رضاؑ کے بارے میں کہتا ہے:

---

(۱) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) شرح نہج البلاغہ، ج ۱۲، ص ۲۵۴۔

المرشح للخلافة و المخطوب له بالعهد، کان اعلم الناس و اسخی الناس و اکرم الناس اخلاقاً۔(۱)

امام رضاؑ خلافت وولی عہد کے لیے منتخب تھے آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے،سب سے زیادہ سخاوت منداور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔

۳۵- محمد بن یوسف گنجی دمشقی شافعی (۶۵۸ ھ):

والامام بعده (موسی بن جعفر) ابوالحسن علی بن موسی الرضا مولده بالمدینه سنة ثمان و اربعین و مأة ، و قبض بطوس من ارض خراسان ۔۔۔(۲)

امام رضاؑ ۱۴۸ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ،امام موسی کاظمؑ کے بعد امامت آپ تک پہنچی اور سرزمین خراسان شہر طوس میں انتقال فرمایا۔

۳۶- عمر بن شجاع الدین محمد بن عبدالواحد موصلی شافعی (۶۶۰ ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل مستقل حضرت امام رضا کے لیے تحریر کی ہے بعنوان "فصل فی امام علی بن موسی الرضا "لہذا لکھتا ہے:

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین قیل : کان غزیر الادب و الحلم و الفهم ، و اسع الروایة متقن الدرایة ، مکین فی العلم امینا فی الحلم ، کامل الزهد و الورع و الفتوة و المروة ۔۔۔(۳)

---

(۱) شرح نہج البلاغہ،ج۱۵،ص۲۹۱۔

(۲) کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب،ص۴۵۷-۴۵۸۔

(۳) النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم،ص۳۷۷۔

حضرت علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ ادب وحلم اور فہم کے اعتبار سے بہت زیادہ باریک بین ونکتہ سنج اور بہت دقیق تھے، بہت زیادہ احادیث نقل فرماتے اور بہت دقت کے ساتھ افہام وتفہیم فرماتے، علم میں مکین وغرق اور حلم میں امین تھے، زہد و پرہیز کاری میں کامل ترین فرد اور شجاعت وشہامت میں سرآمد تھے۔

۳۷- شمس الدین ابن خلکان شافعی (۶۸۱ ھ):

ھو احد الآئمة اثنا عشر علی اعتقاد الامامیة و ضرب المامون اسمه عل الدینار و الدرھم --- واستدعی علیا فانزله احسن منزله --- فلم یجد فی وقته احداً افضل ولا احق بالامر من علی الرضا فبایعه ---(۱)

امام رضاؑ شیعہ عقیدے کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، مامون نے آپ کے نام کے درھم ودینار کے سکے رائج کرائے، آپ کو مدینہ سے طوس طلب کیا آپ کو اچھا مقام دیا، مامون نے اپنے زمانے میں کسی کو بھی آپ سے افضل وخلافت کا حقدار نہیں پایا لہذا آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آٹھویں صدی

۳۸- شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد جوینی خراسانی شافعی (۷۲۲ ھ):

وہ اپنی عظیم کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذرتھم میں ایک حصہ کو امام رضاؑ سے مخصوص کرتا ہے اور اس میں آپ کی عظمت وشخصیت کے متعلق مذکورہ ذیل عبارت تحریر کرتا ہے:

---

(۱) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۳، ص ۲۶۹-۲۷۰۔

فی ذکر بعض مناقب الامام الثامن مظهر خفیات الاسرار و مبرز خبیات الامور الکوامن ،منبع المکارم و المیامن و متبع الاعالی الخضارم و الایامن،منیع الجناب رفیع القباب ، وسیع الرحاب هموم السحاب ، عزیز الالطاف غزیر الاکفاف امیر الاشراف، قرة عین آل یاسین و آل عبد مناف ، السید الطاهر المعصوم و العارف بحقائق العلوم والواقف علی غوامض السر المکتوم ، والمخبر بما هو آت و عما غبر و مضی ، المرضی عند الله سبحانه برضاه عنه فی جمیع الاحوال ، ولذا لقب بالرضا علی بن موسی ، صلوات الله علی محمد و آله ، خصوصاً علیه ما سح سحاب و هما ، وطلع نبات و نما۔ وفی طرف من بیان اخلاقه الشریفه و اعراقه المنیفه و نبذ من کراماته الباهره و شمائل الزاهره ، ذکر بعض احادیثه التی رواها عن آبائه حجج الله علی خلقه و آبائه، سلام الله علیهم و صلوات وصلواته و تحیات تحیاته۔(۱)

حضرت امام رضاؑ کے بعض مناقب کے بیان میں، آنحضرتؑ مظہر اسرار خفیہ اور پوشیدہ امور کو ظاہر کرنے والے، بزرگواری وبرکت کی کان، بزرگوں کے آقا و رہبر، بلند و بالا بارگاہ والے، بے پناہ برکت والے بادل اور رحمت الٰہی سے برسنے والی بارش، کہ جن کے الطاف کم نظیر ہیں اور بہت زیادہ بخشش کرنے والے، اشراف و بزرگوں کے امیر اور خاندان یاسین و عبد مناف کے نور چشم، سید و سردار، معصوم و پاک و پاکیزہ حقائق علوم کے عارف اور مخفی اسرار سے واقف، ماضی و مستقبل کی خبر دینے والے، خداوند عالم کے پسندیدہ اور تمام حالات میں اس کی رضا میں راضی رہنے والے اسی وجہ سے خدا کی جانب سے آپ کا لقب رضا رکھا گیا یعنی حضرت علی بن موسی الرضاؑ۔ درود و سلام خدا ہو محمد اور ان کی آل پاک پر خصوصا امام رضاؑ پر جب تک کہ بادل برستے رہیں، سبزہ ہرا ہوتا رہے اور شگوفے کھلتے رہیں۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذرتیھم، ج۲،ص۱۸۷۔

آنحضرتؑ کے اخلاق شریفہ کے سلسلے میں کچھ بیان اور آپ کی بہت زیادہ خوبیوں کے متعلق اور کچھ آپ کے کرامات و معجزات کے بارے میں، آپ کے نورانی خلق وخو اور آپ کی بعض احادیث کہ جو آپ کے آباء واجداد- کہ جو خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر حجت ہیں، ان پر خدا کا درود وسلام ہو- کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔

۳۹- عمادالدین اسماعیل ابوالفداء دمشقی شافعی (۷۳۲ھ):

وکان یقال لعلی المذکور: علی الرضا وھو ثامن الآئمة الاثناعشر، علی رأی الامامیہ وھو علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب، و علی الرضا ھو والد محمد الجواد، تاسع الآئمہ۔(۱)

علی بن موسیٰ کو علی رضا بھی کہا جاتا ہے، آنحضرتؑ بارہ امامی شیعوں کے آٹھویں امام ہیں، آپ علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ اور محمد تقی جوادؑ کے والد ماجد ہیں کہ جو شیعوں کے نویں امام ہیں۔

۴۰- ذہبی شافعی (۷۴۸ھ):

الامام السید ابو الحسن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین الھاشمی ۔۔۔ وکان من العلم والدین والسوود بمکان۔(۲)

سید و سردار امام ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علیؑ بن الحسینؑ الھاشمی علم ودانش، دین ودیانت اور سیادت وبزرگواری کے اعتبار سے ایک خاص مقام کے حامل تھے۔

---

(۱) المختصر فی اخبار البشر، ج ۲، ص ۲۴۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۸۶-۳۸۸۔ العبر فی خبر من غبر، ج ۱، ۲۶۶۔

دوسری جگہ پر لکھتا ہے:

احد اعلام هو الامام۔۔۔ و كان سيد بنى هاشم فى زمانه و احلهم و انبلهم و كان المامون يعظمه و يخضع له و يتغالى فيه ، حتى انه جعله ولى عهده من بعد و كتب بذالك الى الآفاق ۔۔۔(۱)

امام رضاؑ بزرگ شخصیتوں میں سے ہیں۔آپ خاندان بنی ہاشم کے سید وسردار اور اپنے زمانے میں سب سے افضل، بزرگوار اور کریم وعظیم تھے۔مامون آپ کا بہت احترام کرتا اور آپ کے سامنے بہت خضوع وخشوع سے پیش آتا آپ کے بارے میں بہت ہی مبالغہ گوئی سے کام لیتا یہاں تک کہ آپ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد قرار دیا اور یہ خبر سارے عالم میں پہنچادی۔

ایک اور جگہ تحریر کرتا ہے:

كبير الشأن له علم و بيان و وقع فى النفوس صيره المامون ولى عهده لجلالته (۲)

امام رضاؑ کا مرتبہ بہت بلند وبالا تھا آپ کا علم وبیان بہت وسیع تھا،لوگوں کے دلوں میں آپ کی بہت قدر ومنزلت تھی اسی عظمت وجلالت کی وجہ سے مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا۔

پھر کہتا ہے:

وهو من الاثنا عشر الذين تعتقد الرافضه عصمتهم و وجوب طاعتهم۔(۳)

امام رضا، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں کہ جن کے بارے میں شیعہ معتقد ہیں کہ یہ بارہ امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت اللہ کی جانب سے واجب ہے۔

---

(۱) تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام،ص ۲۷۰۔

(۲) سیر اعلام النبلاء،ج ۱۳،ص ۱۲۱۔

(۳) دول الاسلام،ج ۱،ص ۱۷۸۔

یقال : افتی وهو شاب فی ایام مالك ۔(۱) کہا جاتا ہے کہ آپ عالم جوانی میں مالک بن انس (اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک) کے زمانے میں فتوی دیتے تھے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے: کان سید بنی هاشم فی زمانه و اجلهم و انبلهم و کان المامون یبالغ فی تعظیمه ۔(۲)

آپؑ اپنے زمانے میں خاندان بنی ہاشم کے سید و سردار، سب سے افضل، بزرگوار اور کریم و عظیم تھے۔ مامون آپ کی تعظیم میں بہت ہی مبالغہ سے کام لیتا تھا۔

۴۱- زین الدین ابن وردی حلبی شافعی (۷۴۹ھ):

وہ امام رضاؑ کے بارے میں لکھتا ہے: وهو ثامن الائمة الاثنا عشر علی رائی الامامیه ۔(۳) آپ شیعہ دوازدہ امامی عقیدے کے مطابق آٹھویں امام ہیں۔

۴۲- زرندی حنفی (۷۵۷ھ):

الامام الثامن نور الهدی و معدن التقی الفاضل الوفی ولكاهل الصفی ذو العلم المكتوم الغريب المظلوم الشهيد المسموم ، القتيل المرحوم عين المؤمنين و عمدة المؤملين شمس الشموس وانيس النفوس ، المدفون بارض طوس ، المجتبی المرتجی المرتضی ابو الحسن علی بن موسی الرضا ، كان من العلماء الزهاد الابرار والاولياء الحكماء والاخيار ۔(۴)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص۳۸۸۔

(۲) تهذیب تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۷، ص۴۴-۴۵۔

(۳) تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج۱، ص۳۲۰۔

(۴) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص۱۲۰۔

آٹھویں امام نور ہدایت اور تقوی کی کان، فاضل باوفا، کامل ومصفی، صاحب علم خفی، غریب مظلوم، شہید مسموم، مقتول مرحوم، مومنین کی آنکھ، امید والوں کا ستون، سورجوں کا سورج، جانوں کا انیس وہمدم، سرزمین طوس کے مدفون، اللہ کی جانب سے منتخب، مخلوق کی امید، سب کے پسندیدہ، ابوالحسن علیؑ فرزند موسی ملقب بہ رضا، نیک وزاہد علماء میں سے اور شریف حکماء واولیاء میں سے تھے۔

۴۳- خلیل بن ایبک صفدی شافعی (۷۶۴ھ):

وهو احد الآئمة الاثنا عشر، كان سيد بني هاشم في زمانه و كان المامون يخضع له و يتغالى فيه۔(۱)

آپ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے سید وسردار تھے، مامون آپ کے حضور بہت متواضع وخضوع سے پیش آتا اور آپ کے بارے میں مبالغے سے کام لیتا تھا۔

۴۴- عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی مکی شافعی (۷۶۸ھ):

الامام الجليل المعظم سلالة السادة الاكارم، ابو الحسن علي بن موسى الكاظم ---- احد الآئمة الاثنا عشر، اولى المناقب الذين انتسب الاماميه اليهم فقصروا بناء مذهبهم عليه۔(۲)

امام رضاؑ، عظیم المرتبت وجلیل القدر امام ورہبر، اہل کرم بزرگوں کی نسل وذریت سے ہیں، ابوالحسن علی بن موسی کاظمؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپ صاحب فضائل ومناقب ہیں، شیعہ مذہب کی بنیاد آپ پر ہی ہے اسی لیے شیعہ مذہب کو امامیہ کہا جاتا ہے۔

---

(۱) الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۲۵۱۔

(۲) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

۴۵- ابن کثیر دمشقی شافعی (۷۷۴ھ):

وہ امام رضاؑ کی سال وفات کے بارے میں کہتا ہے:

وفیها (۲۰۳ھ) توفی من الاعیان علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب القرشی الهاشمی العلوی الملقب بالرضا۔(۱)

سال ۲۰۳ھ میں ایک عظیم شخصیت - حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب قرشی ھاشمی علوی کہ جو رضا کے لقب سے معروف تھے - کی وفات ہوئی۔

۴۶- محمد بن عبداللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

"و رحلنا الی مدینة مشهد الرضا، وهو علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشهیدبن امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب ،رضی الله عنهم، وهی ایضاً مدینة کبیرة ۔۔۔ و المشهد المکرم علیه قبة عظیمة فی داخل زاویة تجاورها مدرسة و مسجد و جمیعها ملیح البناء، مصنوع الحیطان بالقاشانی و علی القبر دکانة خشب ملبسة بصفائح الفضة وعلیه قنادیل فضة معلقة و عتبة باب القبة فضة وعلی بابها ستر حریر مذهب وهی مبسوط بانواع البسط و ازاء هذا قبرهارون الرشید ۔۔۔ و اذا دخل الرافضی للزیارة ضرب قبر هارون الرشید برجله و سلم علی الرضا"۔(۲)

شہر مشہد الرضا میں پہنچے کہ وہ علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسین شہیدؑ بن امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں - ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

---

(۱) البدایة والنهایة، ج۱۰، ص۲۶۱-۲۶۰۔

(۲) تحفۃ النظار فی غرائب الامصار معروف بہ رحلۃ ابن بطوطہ، ص۴۰۱۔

مشہد الرضا بہت بڑا شہر ہے اور حضرت کی بارگاہ پر بہت عظیم اور خوبصورت گنبد ہے، اس کے کنارے مدرسہ اور ایک مسجد ہے کہ جن میں سے ہر ایک عمارت اپنی مثال آپ ہے۔ خصوصا کاشی سے تزیین کی ہوئی دیواریں اور قبر مطہر اور قبر کے چاروں طرف ایک لکڑی کی ضریح بنی ہوئی ہے کہ جس کے اوپر چاندی کا غلاف ہے۔

ضریح کے بالائی حصہ اور اوپر چاندی سے بنے ہوئے چراغدان اور ان میں چمکتے ہوئے چراغ، اس پر سنہرے دھاگے سے بنا ہوا ریشم کا پردہ اور نیچے بچھے ہوئے مختلف اقسام کے قالین تھے۔ اسی کے مقابل ہارون الرشید کی قبر بھی ہے کہ جب کوئی شیعہ رافضی زیارت کے لیے جاتا ہے تو پہلے ھارون الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے پھر امام رضاؑ کو سلام کرتا ہے۔

۴۷۔ محمد بن حسین بن احمد خلیفہ نیشاپوری شافعی:

وہ اپنی کتاب تاریخ نیشاپور کی تلخیص میں حضرت امام رضاؑ کی توصیف بیان کرتے ہوئے اور قدیم نیشاپور کے مفاخرات کو شمار کرتے ہوئے کہ ان کی برکت ہمیشہ اس شہر کے رہنے والوں پر باقی ہے اس طرح تحریر کرتا ہے:

جب سلطان اولیاء، برہان اتقیاء، وارث علوم مرسلین، خزانہ دار اسرار پروردگار عالمین، ولی اللہ، صفی اللہ، جگر گوشہ رسول اللہؐ، امت کو پناہ دینے والے، روز قیامت کہ جس دن ناک پکڑی ہوگی اس روز مشکلات کو برطرف کرنے والے، روز بعث کہ جس دن میزان اخلاص میں اعمال تولے جائیں گے گناہگاروں کے چھٹکارے کے لیے پناہ گاہ، جیسا کہ آپ ہی نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں تین مقامات پر اپنے زائرین کی مدد کو پہنچوں گا، اعمال کے تولے جاتے وقت، نامہ اعمال دیے جاتے وقت، اور صراط سے گذرتے وقت، مکمل اختیارات کے ساتھ شفاعت فرمائیں گے، روز جزاو یوم حشر سلطان مقربین حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ، خدا کا درود و سلام ہو اس کے رسولؐ، آپ کی آل پاک اور آئمہ معصومینؑ و روز قیامت تک آپ کے ماننے والے و اتباع کرنے والوں پر۔

آپ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں ظہور پذیر ہوئے اور ۱۹۴ھ کو شہر بصرہ میں درس حدیث وتفسیر اور نشر علوم محمد وآل محمدؐ میں مصروف اور نصرت دین کے لیے آفتاب ہدایت بن کر چمکے، اس کے بعد مصلحت الٰہی کے مطابق خراسان کے لیے عازم سفر ہوئے۔ ۲۰۰ھ کو نیشاپور میں وارد ہوئے آپ کی تشریف آوری باعث رضایت مقربین ہوئی اور چون کہ آپ کے نور کی شعائیں دور دور تک پھیلیں کہ جس سے اہل شہر نیشاپور بھی مستفیض ہوئے اور شہر شہرت یافتہ بھی ہوگیا۔(۱)

نویں صدی

۴۸- عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

علی بن موسی الرضاؑ لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ گفتگو کرنے میں بہترین سخنور اور عقلمند ترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد مقدس اور آپ کا مرقد منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز وملجأ وماویٰ ہے۔(۲)

۴۹- ابن خلدون مالکی (۸۰۸ھ):

علی الرضا و کان عظیماً فی بنی هاشم۔(۳)

امام علی رضاؑ بنی ہاشم میں عظیم المرتبت تھے۔

۵۰- احمد بن علی قلقشندی شافعی (۸۲۱ھ):

وہ بھی حضرتؑ کے مقام ومنزلت کی توصیف میں کہ جس کے سبب مامون کی جانب سے آپ کو ولایت عہدی ملی لکھتا ہے:

---

(۱) تلخیص وترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

(۲) روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ دیکھیے: تاریخ احمدی، ص ۳۶۔

(۳) تاریخ ابن خلدون، ج ۴، ص ۳۸۔

علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب ، لما رأی من فضیلة البارع و علمه الناصع و ورعه الظاهر و زهدالخالص و تخلیه من الدنیا و تسلمه من الناس و قد استباق له ما لم تزل الاخبار علیه متواطئة والالسن علیه متفقة والکلمة فیه جامعة --- فعقد له بالعقد والخلافة ---(۱) علی بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ جب کہ مامون نے فضیلت گسترده ،علم نافع ،تقویٰ واقعی اورزہد خالص کو ملاحظہ کیا اورآپ کی دینا سے بے نیازی ولوگوں کا آپ کے حضور خاضع وخاشع ہونے کو دیکھا کہ تمام زبانیں آپ کی فضائل میں متفق ہیں سارے نظریات آپ کے بارے میں ایک ہیں اورسب کا آپ کے حق میں ایک ہی قول ہے تب آپ کوولایت عہدی سپردکی۔

۵۱- محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ):

ومن آئمة اهل البیت ابو الحسن علی الرضا بن موسی الکاظم رضی الله عنهما۔

اورآئمہ اہل بیتؑ میں سے ابوالحسن علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ ہیں، خدا ان دونوں سے راضی ہو۔

وہ اسی کے تسلسل میں حضرت امام رضاؑ کے کرامات، خصوصاً آپ کی نیشاپور تشریف آوری کے واقعات، علماء وعوام اہل سنت کا عظیم الشان استقبال اورحدیث سلسلۃ الذہب کونقل کرتا ہے۔(۲)

۵۲- ابن عنبہ (۸۲۸ھ):

لم یکن فی الطالبین فی عصره مثله ---و کان جلیل القدر ، عظیم المنزلة۔(۳)

---

(۱) صبحی الأعشی فی صناعۃ الانشاء، ج۹،ص۳۸۳۔ مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ ،ص۳۰۴۔

(۲) فصل الخطاب لوصل الاحباب، بنقل از ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج۳،ص۱۶۵-۱۶۸۔

(۳) عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ،ص۱۷۹۔

خاندان ابوطالبؑ میں حضرت امام رضاؑ کے جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں تھا آپ جلیل القدر وعظیم المرتبت تھے۔

۵۳- تقی الدین احمد بن علی مقریزی شافعی (۸۴۵ھ):

وہ اپنی کتاب میں مامون کی جانب سے حضرت امام رضاؑ کے احترام کو ذکر کرتا ہے اور آپ کے نام پر سکے گھڑوانا اور رائج کرانے کو مامون کی طرف سے آنحضرتؑ کے ولایت عہدی قبول کرنے کا شکریہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور آخر میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ امام کو مامون نے مسموم کر کے شہید کیا۔ (۱)

۵۴- ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

علی بن موسی الرضا صدوق من کبار العاشرۃ۔ (۲)

علی بن موسیٰ الرضاؑ سچے اور سلسلہ رواۃ میں دسویں طبقے میں سے ہیں۔

۵۵- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ):

وھو الامام الثامن --- واما مناقبه علیه السلام فمن ذالك كان اكبر دلائل برهانه و شهد له بعلو قدره و سمو مكانه۔ (۳)

آپ آٹھویں امام ہیں --- لیکن آپ علیہ السلام کے مناقب کہ جو خود آپ کی بزرگی و بلندی مقام اور حقانیت پر عظیم دلیل ہیں۔

---

(۱) النقود الاسلامیۃ، ص ۷۲-۷۳۔

(۲) تقریب التھذیب، ج ۲، ص ۴۲۔

(۳) الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۳۳-۲۳۴۔

اس کے بعد وہ امام کے بعض فضائل و مناقب کو بیان کرتا ہے اور بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: مناقب علی بن موسی الرضا من اجل المناقب وامداد فضائله و فواصله متوالية كتوالى الكتائب و موالاته محمودة البوادى و العواقب و عجائب اوصافه من غرائب العجائب ، و سؤدده و نبله قد حل من الشرف فى الذروة و المغارب ، فلمواليه السعد الطالع و لمناويه النحس الغارب ، اما شرف آبائه فاشهر من الصباح المنير واضوأ من عارض الشمس المستدير ، واما اخلاقه وسماته و سيرته و صفاته و دلائله و علاماته ، فناهيك من فخار و حسبك من علو مقدار جاز على طريقة ورثها من الآباء و ورثها عنه البنون ، فهم جميعا فى كرم الارومة و طيب الجرثومة كاسنان المشط متعادلون ، فشرفا لهذا البيت المعالى الرتبة السامى المحلة لقد طال السماء علاء و نبلا و سما على الفراقة منزلة و محلا و استوفى صفات الكمال فما يستثنى فى شئ منه لغيروا لانتظم هولاء الآئمة انتظام اللآلى و تناسبوا فى الشرف، فاستوى المقدم و التالى و نالوا رتبة مجد يحيط عنها المقصر و العالى ، اجتهد عداتهم فى خفض منازلهم ، والله يرفعه و ركبوا الصعب و الذلول فى تشتيت شملهم و الله يجمعه و كم ضيعوا من حقوقهم مالا يهمله ولا يضيعه۔(۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے مناقب عالی ترین فضائل و کمالات میں سے ہیں جیسا کہ لشکر کے سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے ترتیب کے ساتھ نکلتے ہیں اسی طرح فضائل و مناقب امام رضاؑ بھی مسلسل ہیں، آپ کی ولایت روز ازل ہی سے بہت پسندیدہ، آپ کے فضائل و کمالات بہت حیرت انگیز اور آپ کا مقام و مرتبہ بہت عظیم و بلند ہے۔

---

(۱) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ،ص ۲۵۱۔

آپ کے دوست خوشحال اور آپ کے دشمن بد بخت ہوں، آپ اور آپ کے آباء واجداد کی عظمت وشرافت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار اور سورج سے زیادہ تاباں و درخشاں ہے۔ آپ کی اخلاقی خصوصیات و اخلاقیات اتنے عظیم ہیں کہ کوئی بھی ان کے مقام کو درک نہیں کرسکتا، آپ کی بزرگواری کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کو صراط مستقیم اپنے آباء واجداد سے ورثے میں ملی ہے، وہ سب خاندانی حسب ونسب اور اصل و اصالت میں کنگھے کے دانتوں کی طرح برابر ہیں، پس اصل شرافت اسی خاندان والا مقام کی ہے کہ جو بلندی و بزرگواری کے آسمان ہیں۔

ان کے تمام صفات وکمالات بے استثناء ہیں، کہ کوئی ان کمالات میں ان کا شریک نہیں ہے یہ آئمہ طاہرینؑ ایک ہی جنس کے گوہر ودر ہیں، ان کے اول وآخر سب برابر ہیں اور بلندی مقام ومرتبہ میں اس منزل پر فائز ہیں کہ کسی کو یہ مرتبہ نصیب نہ ہوسکا، ان کے دشمنوں نے چاہا کہ ان کے مقام کو کم کریں اور ان کے مرتبے کو گھٹائیں لیکن خدا نے ان کو بلند و بالا رکھا، دشمنوں نے مختلف حیلوں وحربوں سے چاہا کہ ان میں اختلاف ڈالیں لیکن خداوند عالم نے ان کے اتحاد کو اور محکم فرمایا، کس قدر ان کے حق کو برباد و نابود کیا گیا لیکن خداوند عالم نے ان کے کسی عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دیا اور ہر کام کا اجر محفوظ رکھا۔

۵۶- ابن تغری بردی اتابکی حنفی (۸۷۴ھ):

الامام ابو الحسن علی الرضا ۔۔۔ کان اماماً عالماً ۔۔۔ و کان علی سید بنی هاشم فی زمانه و اجلهم و کان المامون یعظمه و یبجله و یخضع له و یتغالی فیه، حتی انه جعله ولی عهده من بعده۔ (۱)

---

(۱) النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة، ج ۲، ص ۲۱۹-۲۲۰۔

امام ابوالحسن علی رضا ایک عالم و دانا امام تھے آپ اپنے زمانے میں خاندان بنی ہاشم کے سید و سرادر تھے، مامون آپ کا بہت زیادہ احترام، تعظیم و تجلیل کرتا اور اپ کے بارے میں مبالغے سے کام لیتا یہاں تک کہ آپ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد بنایا۔

۵۷- نورالدین عبدالرحمٰن جامی حنفی (۸۹۸ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک باب بعنوان ''ذکر علی بن موسی بن جعفر رضی اللہ تعالی عنھم'' قرار دیا ہے اور آنحضرتؑ کے بارے میں لکھتا ہے:

آپ آٹھویں امام ہیں ۔۔۔ جتنے بھی زبانوں اور کتابوں میں ان کے فضائل و کمالات ہیں وہ آپ کے فضائل و کمالات کا ایک مختصر سا حصہ ہیں اور بحر بیکراں سے ایک قطرہ ہے لہذا اس مختصر باب میں جمع نہیں کیے جاسکتے، پس مجبوراً صرف آپ کی کرامات اور خارق العادہ افعال کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

اس کے بعد آنحضرتؑ کے کمالات و معجزات کو بیان کرتا ہے۔(۱)

دسویں صدی

۵۸- میر محمد بن سید برھان الدین خواوندشاہ، معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کے زائرین کے شگفت انگیز واقعات کو تحریر کرتا اور کہتا ہے کہ آپ کے زائر نہ فقط ایران بلکہ روم و ہندوستان اور دوسرے تمام ممالک سے آتے ہیں۔ اور پھر کہتا ہے:

ذکر احوال علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنھما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضاؑ (کہ جو بطور مطلق و بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقد، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے بڑے کی منزل ہے۔

---

(۱) شواھد النبوۃ، ص ۳۸۰-۳۸۲۔

امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں، اپنی آبرومند پیشانی کو آپؑ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم و قبر کا طواف انجام دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الٰہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادۃ و عجیب و غریب واقعات میں سے کچھ کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر آپؑ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ امام رضاؑ کے متعلق بہت زیادہ واقعات منقول ہیں کہ جو آپ کی عظمت اور کرامات کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔(۱)

۵۹- جلال الدین سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ بھی امام کو بزرگ شخصیتوں میں سے شمار کرتا ہے۔(۲)

۶۰- فضل اللہ بن روزبہان خنجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

زیارت قبر مکرم و مرقد معظم حضرت امام آئمۃ الھدیٰ، سلطان الانس و الجن، امام علی بن موسیٰ الرضاؑ الکاظمؑ بن جعفر الصادقؑ بن محمد الباقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن الحسین الشہیدؑ بن علی المرتضیٰؑ

صلوات اللہ و سلامہ علی سیدنا محمد و آلہ الکرام، سیما الآیۃ النظام ستۃ آبائہ کلھم افضل من یشرب صوب الغمام۔

---

(۱) تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۱-۵۲۔

(۲) تاریخ الخلفاء، ص ۳۵۱۔

(درود و سلام ہو ہمارے سید و سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام رضا کے چھ آباء واجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے سے افضل ہیں) (آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل وجان کی زندگی کی باعث ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت وآمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرقد کسی وقت بھی نیازمندوں کی عبادت واطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرامگاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق وراہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت اور محکم واستوار حق وحقیقت ہے۔

هزار دفتر اگر در مناقبش گویند   هنوز ره به کمال علی نشاید برد

(اگر آپؑ کے مناقب وفضائل میں ہزار دیوان بھی بھر جائیں تو بھی آپ کے کمال تک رسائی کے لیے کافی راہ باقی ہے)۔ میرا پہلے حضرت امام رضا کی زیارت کا قصد تھا تب یہ قصیدہ لکھا تھا کہ جس کے درج کرنے کے لیے یہ مقام مناسب ہے۔

لہذا اس عبارت کے تسلسل میں ایک قصیدہ بعنوان ''قصیدہ در منقبت امام ثامن، ولی ضامن، امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ'' آپ کی مدح وثناء میں تحریر کرتا ہے۔(۱)

---

(۱) مہمان نامہ بخارا، ص ۳۳۶۔

دوسری جگہ پر کہتا ہے:

''اللّھمّ و صلّ و سلّم علی الاما م الثامن ، السید الحسنان ، السند البرها ن ، حجة اللہ علی الانس و الجان الذی ھو لجند الاولیاء سلطان ، صاحب المروة و الجود والاحسان ، المتلالئی فیه انوار النبی عند عین العیان ، رافع معالم التو حید و ناصب ألوية الایمان ، الراقی علی درجات العلم و العرفان ، صاحب منقبة قوله ﷺ ستدفن بضعة منی بارض خراسان ، المستخرج بالجفر والجامع مایکون و ما کان المقول فی شرف آبائه ستة آبائه کلھم افضل من شرب صوب الغمام ، المقتدی برسول اللہ فی کل حال و فی کل شأن ابی الحسن علی بن موسی الرضا ، الامام القائم الثامن الشھیدبالسم فی الغم و البؤس المدفون بمشھد طوس''۔(۱)

پروردگارا! درود وسلام بھیج آٹھویں امام پر کہ آنحضرتؑ اہل نیک سیرت و نیک خصلت کے سید و سردار ہیں، محکم دلیل وتمام جن وانس پر اللہ کی حجت ہیں یہ اولیا الٰہی کے لشکر کے سلطان و بادشاہ ہیں، صاحب جود وسخا ومروت و احسان ہیں، آپ کے وجود مبارک میں پیغمبر اکرمؐ کے انوار بزرگوں کی آنکھوں کے حضور درخشندہ ہیں، آپ پرچم توحید کو سربلند کرنے والے اور ایمان کے علم کو نصب کرنے والے ہیں، آپ علم وعرفان کے بالاترین درجات میں سیر کرنے والے ہیں، آپ حضرت رسول اکرمؐ کی اس فرمائش کے مصداق ہیں: ''میرے بدن کا ٹکڑا خراسان کی سرزمین میں مدفون ہوگا'' آپ علم جفر وجامع کو ایجاد کرنے والے اور علم ما کان وما یکون (ماضی، حال ومستقبل کا علم) رکھنے والے ہیں، آپ وہ ہیں کہ جن کے آباء واجداد کا شرف یہ ہے کہ آپ کے چھ آباء وہ ہیں کہ جو ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۲۳۔

آپ ہر حال ہر کام اور ہر امر میں رسول خداؐ کی اقتداء کرنے والے ہیں آپ ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ، امام قائم ثامن ہیں، آپ کو زہر دغا سے عالم غربت میں شہید کیا گیا اور شہر طوس میں دفن کیا گیا۔

"اللھم ارزقنا بلطفك و فضلك و كرمك و امتنانك ، زيارة قبره المقدس و مرقده المؤنس و اغفرلنا ذنوبنا و اقض جميع حاجاتنا بركته ۔ اللهم صل على سيدنا محمد وآل سيد نا محمد سيما الامام المجتبى ابى الحسن على بن موسى الرضا و سلم تسليما"۔(۱)

پروردگارا! اپنے لطف وکرم اور فضل واحسان کے ذریعے مجھے حضرتؑ کے روضہ مبارک ومرقد منور کی زیارت کی توفیق عنایت فرما، اور حضرت کی برکت کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری تمام حاجات کو پورا فرما۔

پروردگارا! درود وسلام بھیج ہمارے سید وسردار محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام منتخب ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا پر۔

وہ حضرت امام رضاؑ کی نورانی بارگاہ کے متعلق عجیب وغریب باتیں تحریر کرتا ہے کہ جن میں سے بعض کو ہم اشارۃً بیان کرتے ہیں۔

۔۔۔اور آنحضرتؑ کو اس روضہ مقدسہ ومرقد منورہ مشہد معطر میں دفن کر دیا گیا اور وہ روضۂ بہشت، کعبۂ آمال اور روز قیامت تک تمام حاجتمندوں کا ملجاء وماویٰ ہو گیا۔

خدا کا درود وسلام اور تحیت ورضوان ہو اس روضۂ مقدسہ پر، خداوند عالم ہمیں اس کی زیارت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی عمارت کو انوار الٰہیہ اور انفاس قدسیہ سے منور فرمائے۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۲۳۔

اس کمترین بندے فضل اللہ روز بہان امین کی یہی آرزو ہے اور الطاف الٰہی پر یقین ہے کہ اس فقیر وحقیر کو آنحضرتؑ کے مرقد مطہر ومشہد مقدس کی زیارت کی توفیق نصیب ہوگی اور اس کتاب ''وسیلۃ الخادم الی المخدوم درشرح صلوات چہادہ معصوم'' کی قرائت آنحضرتؑ کے روضہ میں آپ کے محبوں و دوستوں کے حضور ہوگی۔ اس حقیر وفقیر کا سینہ حضرت کی ولایت وتولا اور محبت واخلاص اور استمداد سے سرشار ہے، جب کبھی بھی کوئی واقعہ پیش آتا تو آنحضرتؑ سے مدد طلب کرتا، اور قلبی طور پر آنحضرتؑ ہی سے نجات طلب کرتا اور ہر مصیبت وحادثہ میں آپ ہی کی روح مقدس سے ملتجی ہوتا ہوں۔

اس نے حضرت امام رضاؑ کی مدح میں شعر بھی کہے ہیں:

سلام علی روضة للامام — علی بن موسی علیه السلام

سلام من العاشق المنتظر — سلام من الواله المستهام

بر آن پیشوای کریم الشیم — بر آن مقتدای رفیع المقام

از شهد شهادت حلاوت مذاق — ز زهر عدو در جهان تلخ کام

ز خلد برین مشهدش روضه ای — خراسان از او گوشه دارالسلام

از آن خوانمش جنت هشتمین — که شد منزل پاك هشتم امام

محبان ز انگور پر زهر او — فکندند می های خونین به جام

مرا چهره بنمود یك شب به خواب — شد از شوق او خواب برمن حرام

علیؑ وار بر شیر مردی سوار — امینؔ در رکابش کمینه غلام(۱)

۶۱- غیاث الدین بن ہمام الدین شافعی معروف بہ خواندامیر (۹۴۲ھ):

وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم درشرح صلوات چہادہ معصوم، ص ۲۲۳۔

حضرت امام موسی کاظمؑ کی اولاد میں سے سب سے افضل بلکہ اپنے زمانے میں سب سے اشرف وافضل علی بن موسی الرضا تھے۔(۱)

عنوان ''ذکر امام ہشتم علی بن موسی الرضا سلام اللہ علیھما'' کے ذیل میں آنحضرتؑ کے بارے میں ایک فصل بیان کرتا ہے اور امامؑ کے متعلق اس طرح تحریر کرتا ہے: ''امام واجب الاحترام علی بن موسی الرضاؑ۔۔۔امام عالی مقام''(۲)

اور اسی طرح مشہد الرضا کے متعلق کہتا ہے:

اور اب آنحضرتؑ کا روضہ منورہ اعیان واشراف کا محل طواف، تمام ممالک وشہروں، ہر دور میں چھوٹے بڑے، عام وخاص افراد کی آمد ورفت اور ان کی آرزوں کا قبلہ ونصیبوں کا کعبہ بن چکا ہے۔

''سلام علی آل طاھا و یاسین　　سلام علی آل خیر النبیین

سلام علی روضة حل فیھا　　امام یباھی به الملك والدین

و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد سید المرسلین و آله الطیبین الطاھرین سیما الأئمة المعصومین الھادین''۔(۳)

سلام ہو آل طاہا ویسین پر، سلام ہو بہترین رسول کی آل پاک پر، سلام ہو اس باغ پر کہ جس میں وہ امام آرام فرما رہا ہے کہ جس پر دین ودنیا دونوں فخر کرتے ہیں۔

خدایا درود وسلام بھیج اپنی مخلوقات میں سے سب سے بہترین مخلوق تمام پیغمبروں کے سردار حضرت محمد اور ان کی آل پاک وپاکیزہ پر خصوصا ہدایت کرنے والے آئمہ معصومین پر۔

عنوان ''گفتار در بیان فضائل وکمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیه الصلوة والسلام'' کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضاؑ کے متعلق تحریر کرتا ہے:

---

(۱) و (۲) و (۳) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۱-۸۳۔

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب وطاہر علی بن موسی بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔ آنحضرتؑ کی جود وسخا، بلند و بالا مقام اور عظمت واحترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرائے سب کو اعتراف تھا اور ہے۔

ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب وکمالات اور اوصاف حمیدہ پر صحائف وکتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء واجداد کی نص کے مطابق معین ومقرر ہے۔

ازآن زمان که فلك شد به نور مهر منور
ندید دیده کس چون علی موسی جعفر
سپهر عز وجلالت محیط علم و فضیلت
امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر
حریم تربت او سجده گاه خسرو انجم
غبار مقدم او توتیای دیدهٔ اختر
وفور علم و علو مکان اوست به حدی
که شرح آن نتواند نمود کلك سخنور
قلم اگر همگی وصف ذات او بنویسد
حدیث او نشود در هزار سال مکرر(۱)

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور وروشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ ابن جعفرؑ جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت وجلالت کے آسمان ہیں اور علم وفضیلت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

---

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۳۔

وہ آل رسولؐ میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق ومغرب کے امام، ان کے حرم کی خاک چاند کی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گردوغبار ستاوروں کی آنکھوں کا سرما ہے۔ ان کے علم کی کثرت اور شان ومنزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخنور آپ کی توصیف اور مدح وثناء نہیں کرسکتا، قلم اگر ان کی تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہوسکتی ہیں)۔

پھر آپ کے فضائل وکرامات بیان کیے ہیں، اور اس کے بعد کہتا ہے:

مخفی نہ رہے کہ کرامات ومعجزات حضرت امام رضاؑ بہت زیادہ ہیں اور آپ کے مشہد منور کی برکات اور آپ کے مرقد معطر کی فیوضات اس قدر ہیں کہ اس حقیر کی زبان قاصر کے بس کی بات نہیں ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے لہذا مجبوراً اختصار سے کام لیا ہے۔(۱)

۶۲- شمس الدین محمد بن طولون دمشقی حنفی (۹۵۳ھ):

و ثامنهم ابنه (امام موسى بن جعفر) على وهو ابو الحسن على الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن على زين العابدين بن الحسين بن على بن ابى طالب رضوان الله عليهم اجمعين۔

آٹھویں امام، امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند علیؑ ہیں وہ ابوالحسن علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، ان سب پر خداوند عالم کی رحمت ورضوان ہو۔ اس کے بعد پھر امام کے بارے میں آپ کے ہم عصر افراد کے اقوال ونظریات کو ذکر کرتے ہوئے آپ کی مدح سرائی کرتا ہے۔(۲)

---

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۹۱۔

(۲) الآئمۃ الاثنا عشر، ص۹۷-۹۹۔

۶۳- شیخ حسین بن محمد دیار بکری شافعی (۹۶۶ھ):

علی بن موسی الرضا وھو من الاثنا عشر الذین تعتقد الرافضه عصمتھم و وجوب طاعتھم ۔(۱) علی بن موسی الرضا، آپ دوازدہ امامی شیعوں کے آٹھویں امام ہیں کہ جن کے بارے میں شیعہ معتقد ہیں کہ یہ آئمہ صاحبان عصمت اوران کی اطاعت واجب ہے۔

۶۴- ابن حجر ہیثمی شافعی (۹۷۴ھ):

علی الرضا وھو انبھم ذکراً و اجلھم قدراً و من ثم احله المامون محل مھجته وانکحه ابنته و اشرکه فی مملکته و فوض الیه امر خلافته ۔(۲) امام علی رضاؑ اہل بیتؑ میں سے نام آور ترین وکریم ترین فرد ہیں اسی وجہ سے مامون آپ کا احترام کرتا تھا، آپ کو اپنی بیٹی بھی بیاہ دی، امور خلافت آپ کے سپرد کر دیے اور اپنی حکومت میں آپ کو شریک کیا۔

گیارھویں صدی

۶۵- احمد بن یوسف قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل امام رضاؑ کے نام کی رکھی ہے اور کہتا ہے:

الفصل السابع فی ذکر شبه شجاعة جده علی المرتضی ، الامام علی بن موسی الرضا و کانت مناقبه علیّة و صفاته سنیّة --- و کراماته کثیرة و مناقبه شھیرة --- و کان قلیل النوم ، کثیر الصوم و کان جلوسه فی الصیف علی حصیر و فی الشتاء علی جلدشاة ۔(۱)

---

(۱) تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، ج۲، ص۳۳۵۔

(۲) الصواعق المحرقة، ج۲، ص۵۹۳۔

(۱) اخبار الدول وآثار الاول، ص۱۱۴-۱۱۵۔

ساتویں فصل آپ کی شجاعت کی تشبیہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰ کے بیان میں ہے امام علی بن موسی الرضاؑ، آپ کے مناقب وفضائل بلند وبالا اور صفات عظیم ہیں۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ اور فضائل مشہور ہیں۔ آپ بہت کم سوتے اور اکثر روزے سے رہتے، آپ کا بستر گرمیوں میں حصیر وچٹائی اور سردیوں میں بھیڑ کی کھال کا ہوتا تھا۔

پھر آپ کے فضائل ومعجزات خصوصاً حدیث سلسلۃ الذھب کو نقل کرتا ہے۔

۶۶- عبدالرؤف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ):

علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ، کان عظیم القدر مشهور الذکر ... وله کرامات کثیرة ۔(۱) علی رضاؑ بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ ، آپ عظیم المرتبت ہیں، آپ کا ذکر مشہور ہے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ پھر آپ کی کرامات کو نقل کرتا ہے۔

۶۷- ابن عماد دمشقی حنبلی (۱۰۸۹ھ):

علی بن موسی الرضا الامام ابو الحسن الحسینی بطوس وله خمسون سنة وله مشهد کبیر بطوس یزار ، روی عن ابیه موسی الکاظم عن جده جعفر بن محمد الصادق وهو احد الأئمة الاثنا عشر فی اعتقاد الامامیه۔(۲)

امام ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ حسینی، طوس میں مدفون ہیں آپ نے پچاس سال عمر پائی اور آپ کا طوس میں بہت بڑا روضہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار موسی کاظمؑ سے روایت نقل فرماتے تھے اور وہ اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے، آپ شیعہ دوازدہ امامی مذہب کے عقیدے میں آٹھویں امام ہیں۔

---

(۱) الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ، ج۱،ص ۲۶۵-۲۶۶،شمارہ ۲۶۵۔

(۲) شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج ۳،ص ۱۴۔

بارھویں صدی

۶۸- عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (۱۱۷۲ھ):

الثامن من الآئمة علی الرضا کان کریماً جلیلاً مهاباً موقراً و کان ابوه موسی الکاظم یحبه حباً شدیداً ۔ ویقال: ان علی الرضا اعتق الف مملوك و کان صاحب وضوء و صلاة لیلة کله یتوضأ ویصلی و یرقد ثم یقوم فیتوضأ و یصلی و یرقد و هکذا الی الصباح ۔ قال بعض جماعته: ما رأیته قطاً الا ذکرت قوله تعالی ﴿قلیلا من اللیل ما یهجعون﴾ ۔(۱)

قال بعضهم: علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق فاق اهل البیت شأنه و ارتفع فیهم مکانه و کثر اعوانه و ظاهر برهانه ... و کانت مناقبه علیة و صفاته سنیة و نفسه الشریفة هاشمیة و ارومته الکریمة نبویة و کراماته اکثر من ان تحصر و اشهر من ان یذکر ۔(۲)

آٹھویں امام علی بن موسیٰ الرضاؑ ہیں آپ کریم النفس جلیل القدر باعظمت و باوقار شخصیت کے مالک تھے آپ کے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ آپ کو چاہتے تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضاؑ نے ایک ہزار غلام و کنیزیں راہ خدا میں آزاد کیں ۔ آپ اہل طہارت و وضو اور اہل نماز شب تھے اس طرح کہ ہر نماز کے لیے وضو فرماتے پھر نماز بجالاتے اسی طرح صبح تک عبادت میں مشغول رہتے تھے ۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ جب بھی ہم امامؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے تو اس آیت کی یاد آ جاتی ﴿قلیلاً من اللیل ما یهجعون﴾ رات میں بہت کم سوتے ہیں ۔

---

(۱) سورہ ذاریات، آیت ۱۷ ۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ص۳۱۲-۳۱۳ ۔

بعض دیگر علماء نے آپ کے بارے میں کہا: امام علی رضا بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادق آپ کی شأن اپنے اہل بیتؑ میں بہت بلند و بالا اور مکان و منزلت بہت رفیع آپ کے چاہنے والے بہت زیادہ اور آپ کی حقانیت پر بہت سی دلیلیں ہیں۔۔۔ آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ ان سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

۶۹- عباس بن علی بن نور الدین مکی حسینی موسوی شافعی (۱۱۸۰ھ):

فضائل علی بن موسی الرضا لیس لها حد و لا یحصرها عد ولله الامر من قبل و من بعد۔(۱) حضرت علی بن موسی الرضاؑ کے فضائل کی کوئی حد و اندازہ نہیں ہے اور ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا، ان کے بارے میں خدا بہتر جانتا ہے۔

تیرہویں صدی

۷۰- زبیدی حنفی (۱۲۰۵ھ):

ان ابا الحسن بن موسی ۔۔۔ یلقب بالرضا صدوق روی له ابن ماجه ۔(۲) ابوالحسن علی بن موسیٰ کہ جن کا لقب رضا ہے بہت زیادہ سچے ہیں اور آپ سے ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے۔

۷۱- ابوالفوز محمد بن امین بغدادی سویدی شافعی (۱۲۴۶ھ):

ولد بالمدینه و کان شدید السمرة و کراماته کثیرة و مناقبه شهیرة و لا یسعها مثل هذا الموضع۔(۳)

---

(۱) نزھۃ الجلیس ومنیۃ الادیب الانیس، ج۲،ص۱۰۵۔

(۲) اتحاف السادۃ المتقین، ج۷،ص۳۶۰۔

(۳) سبائک الذھب فی معرفۃ قبائل العرب،ص۷۵۔

آنحضرتؑ مدینہ میں متولد ہوئے آپ کا رنگ گندمی تھا آپ کی کرامات بہت زیادہ اور مناقب مشہور ہیں کہ جس کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۷۲- سید مصطفیٰ بن محمد عروسی مصری شافعی (۱۲۹۳ھ):

علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر، مشهور الذکر۔۔۔ له کرامات کثیرة۔ علیؑ بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ، عظیم القدر اور مشہور و معروف شخصیت تھے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ اور پھر حضرت امام رضاؑ کی کرامات کا ذکر کرتا ہے۔(۱)

۷۳- قندوزی حنفی (۱۲۹۴ھ):

وہ بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب ینابیع المودہ لذوی القربیٰ میں حضرات آئمہ معصومینؑ کے بارے میں اہل سنت کے نظریہ کو بیان کرتا ہے خصوصاً حضرت امام رضاؑ کے مقام و مرتبہ کو نقل اور آپ کی بہت زیادہ تجلیل کرتا ہے۔(۲)

۷۴- شیخ مؤمن بن حسن شبلنجی شافعی (۱۲۹۸ھ):

فی ذکر مناقب سیدنا علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی الله عنهم۔

علی رضاؑ بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ، خدا ان سے راضی ہو، کے ذکر کے بیان میں۔

پھر حضرت امام رضاؑ کے صفات و کمالات اور خصوصیات کو بیان کرتا ہے۔(۳)

---

(۱) نتائج الافکار القدسیہ فی بیان معانی شرح الرسالۃ القشیریۃ، ج۱، ص۸۰۔

(۲) ینابیع المودہ لذوی القربیٰ، ج۳، ص۱۰۵-۱۷۴۔

(۳) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص۲۳۲-۲۴۵۔

۷۵- امیر احمد حسین بہادر خان بریلوی ہندی حنفی:

وہ امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کے حالات لکھتے ہوئے جب امام رضاؑ تک پہنچا تو آپ کا بہت احترام وتکریم کرتے ہوئے بعض کتابوں سے نقل کرتا ہے کہ امام رضاؑ فرزندان امام موسیٰ کاظمؑ میں عظیم ترین فرد تھے بلکہ اپنے زمانے میں تمام مخلوق سے افضل تھے پھر آپ کے کچھ فضائل وکرامات بیان کرتا ہے۔(۱)

چودھویں صدی

شیخ یاسین بن ابراہیم سنہوتی شافعی (حدود ۱۳۴۴ھ):

الامام علی الرضا عقدجید جلالة الرسالة و شاع عطف سلالة الشرف و شرف السلالة ، جعل الله تعالی وجوده العزيز علی قدرته اعظم دلالة فلا يسمع ساعيا فی اطرافه براعة عبارة ولا يدركه عرفانه الا بلسان الاشارة ، وكان عظيم الشأن والقدر ، مشهور الفضل ، حميد الذكر احله المامون محل مهجته واشركه فی مملكته وعقد له علی ابنته وعهد اليه بالخلافة من بعده بعد ما اراد ان يخلع نفسه و يفوضها فی حياته اليه فمنعه بنوالعباس فمات قبله فاسف كل الاسف و له كرامات كثيرة۔(۲)

امام رضاؑ گوہر گراں بہا، عظمت وجلالت نبوت کے سلالہ وذریت سے ہیں آپ کا وجود شرافت نبوی کا حصہ ہے خدائے عزوجل نے آپ کے وجود عزیز کو اپنی قدرت کی بزرگترین دلیل قرار دیا، آنحضرتؑ کے اوصاف کو الفاظ وعبارت کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اور زبان عاجز ہے کہ ابراز کرے، آپ عظیم الشان جلیل القدر شخصیت اور آپ کے فضائل مشہور ہیں۔ آپ کا ذکر ہمیشہ نیکی کے ساتھ ہوتا ہے، مامون نے آپ کو بہت عظیم مقام دیا اور اپنی حکومت میں شریک کیا۔

---

(۱) تاریخ احمدی، ص ۳۴۲۔

(۲) الانوار القدسیۃ، ص ۳۹۔

اور خلافت کو بھی آپ ہی کے سپرد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور خود کو خلافت سے الگ کرنا چاہتا تھا لیکن بنی عباس نے مخالفت کی، آپ خلافت سپرد ہونے سے پہلے گویا مامون ہی کی زندگی میں رحلت فرماگئے مامون کو اس حادثہ پر بہت افسوس ہوا، آپ کی بہت زیادہ کرامات ہیں۔

۷۷- یوسف بن اسماعیل نبھانی شافعی (۱۳۵۰ھ):

علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق احد کبار الآئمة و مصابیح الامة من اهل بیت النبوة و معادن العلم و العرفان والکرم والفتوة ، کان عظیم القدر ، مشهور الذکر و له کرامات کثیرة ۔(۱) علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادق اہل بیت نبوت سے عظیم و بزرگ امام اور امت کے لیے چراغ ہدایت، علم و عرفان کرم و شجاعت کے خزینہ دار تھے آپ عظیم القدر اور مشہور الذکر تھے، آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۷۸- قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ):

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے فرزندار جمند حضرت امام علی رضا امام امت قرار پائے آپ کا مقام و مرتبہ اتنا بلند و بالا ہے کہ اس مختصر کتاب میں بیان نہیں کیا جاسکتا، امام رضا علوم نبوت و امامت کے وارث ہیں اور اسی بناء پر آپ پر مصائب و آلام بھی زیادہ وارد ہوئے۔

پھر وہ امام رضا کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امام علم غیب سے بھی واقف تھے:

آنحضرتؑ اسرار مکنونات و عواقب امور کے عالم تھے اور آخرکار مامون کی عوام فریبی اور ظلم و زیادتی سے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔(۲)

پھر وہ حضرتؑ کی نیشاپور میں آمد اور حدیث سلسلة الذهب کے متعلق تفصیل سے لکھتا ہے۔

---

(۱) جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔

(۲) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

۷۹- علی بن محمد عبداللہ فکری حسینی قاہری شافعی (۱۳۷۲ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کو علمی و اجتماعی و عبادی حیثیت سے جانچتا اور پرکھتا ہے۔ اور اس طرح رقمطراز ہے:

علمه و فضله : قال ابراهيم بن العباس : مارأيت الرضا سئل عن شيء الا علمه ولا رأيت اعلم منه بما كان في الزمان الى وقت عصره ، و كان المامون يمتحنه بالسوال عن كل شيء فيجيبه الجواب الشافي الكافي۔

تعبده : و كان قليل النوم ، كثير الصوم ، لا يفوته صوم ثلاثة ايام من كل شهر و يقول: ذالك صيام الدهر۔

معروفه و تصدقه: و كان كثير المعروف و الصدقة و اكثر ما يكون ذالك منه في الليالي المظلمة۔

كرمه و جوده : من كرمه ان ابانواس مدحه بابيات فامر غلامه بان يعطيه ثلاث مائة دينار كانت معه و مدحه دعبل الخزاعي بقصيدة طويلة فانفذ اليه صرة فيها مائة دينار و اعتذر اليه ۔ زهده و ورعه : كان زاهداً و ورعاً و كان جلوسه في الصيف على حصير و في الشتاء على مسح۔(۱)

ابراہیم بن عباس حضرت امام رضاؑ کے علم و فضل کے متعلق کہتا ہے: حضرت امام رضاؑ سے جو سوال بھی کیا جاتا آپ اس کا جواب پہلے ہی سے جانتے ہوتے میں نے آن سے زیادہ عالم و داناتر کسی کو نہیں دیکھا، مامون آپ کو مختلف سوالات کے ذریعہ آزماتا لیکن آپ اس کے سوالات کے تسلی بخش جواب دیتے تھے۔

---

(۱) احسن القصص، ج۴، ص۲۸۹-۲۹۰۔

آنحضرتؑ کی عبادت: آپ کم سوتے اور بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے اور ہر مہینے کے تین دن کے روزے آپ سے کبھی نہ چھوٹے آپ فرماتے تھے کہ یہ روزے گویا پورے سال کے روزوں کی برابر ثواب رکھتے ہیں۔

آنحضرتؑ کے کار خیر: آپ بہت زیادہ صدقہ اور کار خیر انجام دیتے اور آپ کے اکثر صدقات رات کی تاریکی میں انجام پاتے۔

آنحضرتؑ کی کرم و بخشش: آپ کی بخشش کی مثال یہ ہے کہ ایک روز ابونواس نے اہل بیتؑ کی مدح میں قصیدہ لکھا، امام نے دستور دیا کہ تین سو دینار اس کو دیے جائیں۔

اسی طرح دعبل خزاعی نے آپ کی شان میں ایک طولانی قصیدہ لکھا امامؑ نے اس کو بھی سو دینار عطا فرمائے اور اس سے کم ہونے کی وجہ سے عذر خواہی بھی کی۔

آنحضرتؑ کا زہد و تقویٰ: آپ بہت بڑے زاہد و متقی تھے اس طرح کہ آپ کا بستر گرمیوں میں حصیر و چٹائی ہوتا اور سردیوں میں چرم کھال۔

۸۰- محمد فرید وجدی (۱۳۷۳ھ):

الرضا هو ابو الحسن علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین ، هو فی اعتقاد الشیعه احد الأئمة الاثنا عشر ، زوجه المامون ابنته و جعله ولی عهده و ضرب اسمه علی الدینار و الدرهم ۔(۱)

امام رضا آپ ابوالحسن علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ شیعہ عقیدے کے مطابق بارہ اماموں سے ایک ہیں، آپ سے مامون نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور آپ کو اپنا ولی عہد قرار دیا اور آنحضرتؑ کے نام سے درھم و دینار کے سکے گھڑوائے اور رائج کیے۔

---

(۱) دائرۃ المعارف القرن العشرین، ج ۴، ص ۲۵۱۔

اور آخر میں ابونواس کے اشعار آپ کی شان میں نقل کرتا ہے۔

۸۱- عبدالمتعال صعیدی مصری شافعی (۱۳۷۷ھ) استاد عربی زبان الازہر یونیورسٹی:

وقد ولد علی الرضا سنة ١٥٠هـ / ٧٦٧ميلادی و كان علی جانب عظيم من العلم و الورع ۔(۱) امام علی رضا ۱۵۰ھ مطابق بہ ۷۶۷ء میں پیدا ہوئے آپ علم وتقوی میں بلند وبالا مقام رکھتے تھے۔

دوسری جگہ کہتا ہے:

و كان اماماً فی الزهد۔(۲) آپ تقوی و پرہیز گاری میں امام تھے۔

۸۲- خیرالدین زرکلی دمشقی (۱۳۹۶ھ):

ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الآئمة الاثنا عشر عند الامامية وهو من اجلاء السادة اهل البيت و فضلائهم ۔(۳) ابوالحسن کہ جن کا لقب رضاؑ ہے آپ دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل بیتؑ کے بزرگوں اور علماء و فضلاء میں سے ہیں۔

پندرہویں صدی

۸۳- سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۴۱۲ھ):

وہ حضرت امام رضا سلام اللہ علیہ کے فضائل و مناقب کے عنوان سے اپنی کتاب کے بہت زیادہ صفحات تحریر کرتا ہے اور اس میں آپ کے کرامات و معجزات کو نقل کرتا ہے اور اہل سنت کے علماء کے نظریات بیان کرتا ہے۔(۴)

---

(۱) و (۲) المجددون فی الاسلام، ص ۶۹ و ۷۷۔

(۳) الاعلام، ج ۵، ص ۲۶۔

(۴) مناقب اہل بیت از دیدگاہ اہل سنت، ص ۲۰۲-۲۳۳۔

۸۴- محمد امین ضناوی:

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین الملقب بالرضا ثامن الآئمة الاثنا عشر عند الامامية و من اجلاء سادة اهل البيت و فضلائهم۔(۱)

علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ کہ جن کا لقب رضا ہے آپ دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل بیتؑ کے بزرگوں اور علماء وفضلاء میں سے ہیں۔

۸۵- احمد زکی صفوت شافعی:

وہ بھی حضرت کا نام نسب اور عظمت وجلالت کو بیان اور ولایت عہدی کا تذکرہ کرتا ہے۔(۲)

۸۶- ڈاکٹر عبدالسلام ترمانینی:

هوعلی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمدالباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب ،ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الآئمة الاثنا عشر عند الامامية و من اجلاء سادة اهل البيت وفضلائهم۔(۳)

آپ ابوالحسن علی بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ آپ کا لقب رضا ہے، آپ دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں، آپ اہل بیتؑ کے بزرگوں اور علماء وفضلاء میں سے ہیں۔

۸۷- ھادی حمو مصری شافعی:

فالامام الرضا كان في ازهى عصور الحضارة الاسلامية فقد عاصر المامون حقبة

---

(۱) پاورقی کتاب البلدان، ص۹۳۔

(۲) جمهرة رسائل العرب فی العصور العربية الزاهرة، ج۳، ص۴۰۵۔

(۳) احداث التاريخ الاسلامی بترتيب السنين، ج۲، ص۱۱۲۹۔

وکان لہ فی مجالسہ العلمیۃ ونشاطہ الفکری نصیب عظیم ،وکان المامون یخصہ بعقد المناظرات ویجمع لہ العلماء والفقہاء والمتکلمین من جمیع الادیان فیسئلونہ ویجیب الواحد تلو الآخر، حتی لایبدی احدمنھم الا الاعتراف لہ بالفضل ویقرہ علی نفسہ بالقصور امامہ، وقد جمع لہ عیسی الیقطینی کتابا فیہ ۱۸ مسٔلۃ واجوبتھا، لکن ھذا الکتاب قد فقد مع الوف الکتب التی خسرتھا المکتبۃ العربیۃ الاسلامیۃ۔ولدی الشیعۃ الآن اثر انیق التعبیر، شیق الاسلوب یدعونہ صحیفۃ الرضا۔(۱)

حضرت امام رضاؑ نے بہترین و درخشاں اسلامی تہذیب وتمدن میں زندگی بسر کی مامون آپ کا ہم عصر ہے، مامون علمی مجالس ومناظرے کے جلسات منعقد کرتا اور آنحضرتؑ کو دعوت دیتا، ہر دین و مذہب کے علماء فقہاء اور متکلمین کو بلاتا وہ سب آپ سے مختلف موضوعات پر سوالات کرتے آپ سب کو ایک ایک کرکے الگ الگ تسلی بخش جواب مرحمت فرماتے کہ ہر ایک آپ کے فضل وکمال کا اعتراف اور اپنی کم علمی کو قبول کرتا۔آپ کا اسلامی تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں بہت عظیم حصہ ہے۔عیسی یقطینی نے آپ کے مناظرات کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا کہ جس میں ۱۸ مسئلے اوران کے جواب تھے لیکن افسوس یہ کتاب بھی دیگر ہزاروں کتابوں کی طرح مفقود ہو چکی ہے کہ جو اسلامی عربی کتب کے لیے بہت بڑا فقدان ہے۔آج بھی شیعوں کے یہاں ایک عظیم کتاب بہت اچھے اسلوب وطریقہ سے تالیف شدہ موجود ہے کہ جس کو وہ لوگ صحیفہ امام رضاؑ کہتے ہیں۔

۸۸- باقر امین ورد شافعی:

علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ابو الحسن الملقب بالرضا ثامن الآئمۃ الاثنا عشر عند الامامیۃ و من اجلاء اھل البیت وفضلائھم۔(۲)

---

(۱) اضواء علی الشیعۃ، ص۱۳۴۔ (۲) معجم العلماء العرب، ج۱،ص۱۵۳۔

ابوالحسن علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق آپ کا لقب رضا اور دوازدہ امامی شیعوں کے نزدیک آٹھویں امام ہیں۔ آپ اہل بیتؑ کے بزرگوں اور اہل علم وفضل میں سے ہیں۔

وہ آخر میں امامؑ کے رسالہ طب کے متعلق تفصیل سے گفتگو کرتا ہے۔

۸۹- ڈاکٹر خلدون احدب حنبلی:

وہ ابن حجر عسقلانی شافعی کے کلام کے بعد کہ اس نے امام کو کلمہ ''صدوق'' سے تعبیر کیا ہے آپ کے اور آپ کے آباء واجداد طاہرینؑ کے متعلق کہتا ہے:

وآبائهم كلهم ثقات من اهل الصلاح و الفضل و العلم۔(۱)

حضرت امام رضاؑ کے آباء واجداد سب مورد اعتماد وثقہ تھے اور اہل صلاح وفضل وعلم تھے۔

۹۰- ڈاکٹر عبدالحلیم محمود شافعی ومحمود بن شریف شافعی:

حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں:

اجله المامون و عهد اليه الخلافة من بعده و مات قبله ---ولد في المدينة سنة ۱۴۸ھ، ومات بطوس سنة ۲۰۳ھ۔ له كرامات كثيرة۔(۲)

مامون آپ کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا آپ کو اپنے بعد کے لیے ولی عہد بنایا لیکن آپ کا مامون سے پہلے انتقال ہوگیا، آپ ۱۴۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ھ کو طوس میں انتقال فرماگئے، آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

پھر انہوں نے آپ کی کرامات کو نقل کیا ہے۔

---

(۱) زوائد تاریخ بغداد علی الکتب الستۃ، ج ۷، ص ۳۴۰۔

(۲) الرسالۃ القشیریۃ، ج ۱، ص ۶۵-۶۶۔

۹۱- ڈاکٹر کامل مصطفیٰ شیبی:

وکان الرضا مشتغلا بالعلم کجده و ابیه حتی روی عبدالله بن جعفر الحمیری انه احاب علی خمسة عشر الف مسئلة و کان ذالك قبل ان یجمع الناس علی فضله ---وکان صاحب کرامات و فراسة --- و کان یمثل فی علمه جده جعفر الصادق وکانت له آراء فی الامامة و انتقالها و علامتها ۔ وللرضا صحیفة تضم مجموعة من الاحادیث یرویها من آبائه عن النبی و یشترك فی سندها القشیری۔(۱)

امام رضا اپنے آباء واجداد کی طرح تبلیغ علم دین میں مشغول تھے جیسا کہ عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے پندرہ ہزار مسائل کا اس وقت جواب دیا کہ جب آپ کے علمی کمال و برتری پر لوگوں کا اتفاق بھی نہیں ہو پایا تھا۔۔۔آپ صاحب کرامت اور باریک بین واہل فراست تھے ۔آپ علم میں اپنے جد بزرگوار امام جعفر صادقؑ کی مانند تھے آپ مسئلہ امامت میں صاحب نظر تھے اور آپ میں علامات امامت پائی جاتی تھیں آپ کا ایک صحیفہ ہے کہ جس میں آپ کے آباء واجداد سے روایات کو جمع کیا گیا ہے کہ جو رسول اکرمؐ سے مروی ہیں ان روایات کی اسناد میں قشیری بھی ہے۔

دو لا جواب سوال

پہلا سوال: جیسا کہ اہل سنت کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام رضاؑ کا علمی، معنوی، عرفانی و اجتماعی مقام بہت بلند و بالا ہے جیسا کہ وہ لوگ صرف آپ کے علمی مقام کو اس طرح کی عبارات سے پیش کرتے ہیں:

"ثقة یفتی بمسجد رسول الله و هو ابن نیف و عشرین سنة" "کان اعلم الناس"

---

(۱) الصلۃ بین التصوف والتشیع، ج۱ص۲۳۶-۲۳۸۔

"وکان من العلم والدین بمکان کان یفتی فی مسجد رسول الله وهو ابن نیف وعشرین سنة" "ماسئل الرضا عن شئ الاعلمه" "من ساداة اهل البیت و عقلائهم و جلة الهاشمیین و نبلائهم یجب ان یعتبر حدیثه اذا روی عنه" "روی عنه من آئمة الحدیث" "وکان من اعیان اهل بیته علما و فضلا" "کان من اهل العلم والفضل من شرف النسب" "علی بن موسی الرضا من آئمة الامصار و تابع التابعین" "کان من مجددین المذهب" "مکین فی العلم" "کان من العلم والدین والسوود بمکان" "احد الاعلام هو الامام" "کبیرالشأن له علم وبیان و وقع فی النفوس" "افتی وهو شاب فی ایام مالك" "کان اماما عالما" "احد اکابر الآئمة ومصابیح الامة من اهل بیت النبوة و معادن العلم و العرفان" "کان علی جانب عظیم من العلم والورع"۔

یہ تمام اقوال آپ کے علمی مقام کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ آپ بیس سال کی عمر سے مسجد رسول میں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے تھے آپ اہل بیتؑ کے بزرگوں میں سے تھے، آئمہ حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں اور آپ کو چراغ امت، معدن علم وعرفان جانتے تھے۔

ان مذکورہ صفات کے باوجود سوال یہ ہے کہ امام رضاؑ کے اس علمی مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے اور دوسری طرف صاحبان صحاح آپ کے معاصر تھے لیکن ایک روایت بھی کسی بھی موضوع سے مربوط فقہ یا تفسیر وغیرہ میں اہل سنت کی صحاح میں آپ سے نقل نہیں ہوئی ہے۔(۱) اور اگر کوئی روایت سنن یا مسند میں نقل بھی ہوئی تو اس کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

---

(۱) صرف ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی وہ بھی راوی ابوصلت کے شیعہ ہونے کی وجہ سے تضعیف بلکہ بعض نے اس کو گھڑا ہوا جانا ہے، اس کی تفصیل اسی کتاب کے حصہ روایت میں آئے گی۔

دوسرا سوال: اگر امام رضاؑ کی زندگی کا غور سے مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ امام رضاؑ کا دور وہ دور ہے کہ جس زمانے میں اہل سنت کے بزرگترین علماء، دنیا کے مختلف علاقوں میں زندگی بسر کر رہے تھے جیسے مالک بن انس (۱۹۰ھ)، ابوبکر بن عیاش (۱۹۳ھ)، سیبویہ نحوی (۱۹۴ھ)، ابویعقوب یوسف بن اسباط (۱۹۵ھ) وکیع بن جراح (۱۹۷ھ)، سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) عبدالرحمٰن بن مہدی (۱۹۴ھ)، یحیٰ بن سعید قطان (۱۹۸ھ)، محمد بن ادریس شافعی (۲۰۴ھ)، ابوداؤد طیالسی (۲۰۴ھ) اور دوسرے دسیوں مشہور ومعروف راوی، محدث وفقیہ کہ جو اپنے اپنے وقت میں ایک علمی شخصیت کے حامل تھے، خصوصاً ذہبی شافعی کا حضرت امام رضاؑ کے علمی مرتبے کے لیے یہ جملہ کہ ''افتی وھو شاب فی ایا م مالك بن انس ''یا''علی بن موسی الرضا من آئمة الامصار ''وغیرہ اور اسی طرح کے دوسرے فضائل وکمالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ان افراد میں سے کسی ایک نے بھی امامؑ سے ایک روایت بھی نقل نہیں کی یا ایک بھی علمی سوال نہیں کیا یہاں تک کہ اصلاً آپ سے کوئی رابطہ بھی نہیں رکھتے تھے۔

لہذا حضرت امام رضاؑ کے متعلق اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے بیانات وکلام کہ جو یہاں پر بیان ہوا اس کا مطالعہ کرتے ہوئے لمحہ فکریہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایک طرف تو امامؑ کی اس قدر فضیلت بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک روایت بھی آپ سے نقل نہیں کرتے ؟ یہ رفتار، اور ان علماء کی یہ دوہری پالیسی کا فلسفہ کیا ہے؟۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆
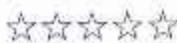
تیسرا حصہ

روایت

سلسلۃ الذھب، یہ وہ جملہ ہے کہ جس سے حضرت امام رضاؑ کے نیشاپور تشریف لانے کا تاریخی واقعہ، لوگوں کا بے نظیر استقبال خصوصاً علماء و محدثین اہل سنت کا آپ کی زیارت کے لیے جمع ہونا اور حدوداً بیس ہزار کاتب و محدثین کا اس روایت کو تحریر کرنا یاد آ جاتا ہے۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:

امام رضاؑ ۲۰۰ھ کو نیشاپور میں وارد ہوئے۔(۱)

اس نے اسی سال کے تاریخی واقعات میں اس عظیم واقعہ کو بھی درج کیا ہے۔

اختلاف روایت

اہل سنت کی کتابوں میں حضرت امام رضاؑ کی زبان مبارک سے شہر نیشاپور میں بیان ہونے والی حدیث، سلسلۃ الذھب کے عنوان سے دو طرح سے مذکور ہے کہ دونوں دلالت کے اعتبار سے مختلف لیکن سند کے اعتبار سے متحد ہیں۔

ایک حدیث حصن اور دوسری حدیث ایمان۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۹۔ بنقل از تاریخ نیشاپور۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حدیث سلسلۃ الذھب حصن وایمان کے علاوہ بھی بہت سی دوسری احادیث موجود ہیں کہ جو حضرت امام رضاؑ سے نقل ہوئی ہیں اور آپ نے ان کو بھی اسی روش پر یعنی اپنے آباء و اجداد سے بیان فرمایا ہے لیکن ان کا متن حدیث حصن وایمان سے مختلف ہے لہذا اس طرح حدیث سلسلۃ الذھب بہت زیادہ ہیں اور ظاہراً حضرت امام رضاؑ کی روش یہی رہی ہے کہ آپ نے اکثر روایات کو اپنے آباء واجداد سے نقل فرمایا "روایة الابناء عن الآباء" کہ جن کو آپؑ کے بعض اصحاب نے ایک صحیفہ کے شکل میں جمع کیا ہے۔ جیسا کہ سمعانی شافعی کہتا ہے" یروی صحیفة عن آبائه ---" ایک صحیفہ آپ نے آپنے آباء واجداد سے نقل فرمایا ہے۔" والمشهور من روایاته الصحیفة "(۱) اور آپ کی مشہور روایات میں صحیفہ ہے۔ اس مجموعہ وصحیفہ کو "مسند الرضا" بھی کہا جاتا ہے۔(۲) ابن شہرویہ دیلمی شافعی اس صحیفہ کو صحیح و معتبر جانتا ہے اور اپنی مسند میں اس صحیفہ سے کافی روایات بھی نقل کی ہیں(۳)، جبکہ بہت افسوس ہے کہ بعض راویوں نے اس صحیفہ یا مسند کی روایات کو بغیر کسی دلیل کے تضعیف و کمزور پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی روایات کو بے اعتبار جانا ہے۔(۴)

اس حصہ میں اہل سنت کی جانب سے ان کی کتابوں میں اس طرح کی احادیث کی جمع آوری ونقل کو پیش کرتے ہوئے ابتداءً مشہور و معروف حدیث سلسلۃ الذھب اور دونوں احادیث، حدیث حصن وایمان کے متعلق اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے نظریات کو بیان کیا جائے گا اور پھر دوسری احادیث امام رضا کہ جن کی سند کاملاً حدیث سلسلۃ الذھب کی طرح ہے پیش کی جائیں گی۔

---

(۱) الانساب، ج ۳، ص ۷۴-۷۵۔ دیکھیے: الصلة بین التصوف والتشیع، ج ۱، ص ۲۳۸۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۱، ص ۴۷۰ و ج ۲، ص ۳۰۶ و ۴۰۷۔

(۳) فردوس الاخبار بماثور الخطاب، ج ۱، ص ۴۰۔

(۴) دیکھیے: کتاب المجروحین، ج ۲، ص ۱۰۶۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۶۔

سلسلۃ الذہب کے کاتب

حضرت امام رضاؑ کی نیشاپور تشریف آوری کے عظیم واقعہ کو ایک روایت کے مطابق دس ہزار(۱)، دوسری روایت کے مطابق بیس ہزار(۲) اور تیسری روایت کے مطابق تیس ہزار(۳) راویوں اور کاتبوں نے تحریر کیا کہ جن میں بیس ہزار والی روایت زیادہ مشہور ہے۔

پہلی روایت۔ حدیث حصن

متن روایت:

''قال علی بن موسی الرضاؑ ، حدثنی ابی موسی الکاظمؑ ، عن ابیہ جعفر الصادقؑ ، عن ابیہ محمد الباقرؑ ، عن ابیہ علی زین العابدینؑ ، عن ابیہ الحسین الشھید بکربلاء ، عن ابیہ علیؑ بن ابی طالبؑ ، قال : حدثنی حبیبی و قرۃ عینی رسول اللہؐ ، قال : حدثنی جبرائیل ،قال: سمعت رب العزۃ سبحانہ و تعالی یقول : کلمۃ لاالہ الا اللہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی''۔(۴)

---

(۱) مہمان نامہ بخارا،ص ۳۴۵۔

(۲) الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ،ص ۲۴۳۔ جواہر العقدین فی فضل الشرفین،ص ۲۴۴۔ الصواعق المحرقۃ، ج ۲،ص ۵۹۵۔ اخبار الدول وآثار الاول،ص ۱۱۵۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴،ص ۴۹۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار،ص ۲۳۶۔ اسرار الشریعۃ یا فتح الربانی والفیض الرحمانی،ص ۲۲۴،ان تمام کتابوں میں تاریخ نیشاپور سے نقل کیا گیا ہے۔

(۳) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم،ص ۲۲۹۔

(۴) الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ،ص ۲۴۲-۲۴۳۔

حضرت امام رضاؑ نے فرمایا: میرے والد گرامی موسیٰ کاظمؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والد گرامی امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے دوست و نور چشم رسول خداؐ نے فرمایا کہ آپ سے جبرئیل نے کہا کہ میں نے رب العزت سبحانہ تعالیٰ سے سنا کہ اس نے فرمایا: کلمہ لاالہ الا اللہ میرا قلعہ ہے پس جو بھی یہ کلمہ کہے میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

راوی حضرات

اس واقعہ کو اہل سنت کے بہت سے علماء و بزرگوں نے نقل کیا ہے کہ ہم ترتیب کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کے ہم عصر علماء و محدثین سے لیکر آج تک کے علماء کا تذکرہ کریں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس دور یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں میں سے عصر حاضر میں صرف پچاس راویوں کی روایات مختلف بیانات کے ساتھ باقی رہ گئی ہیں۔

تیسری صدی:

امام محمد تقیؑ (۲۲۰ھ)(۱)

محمد بن عمر واقدی (۲۰۷ھ)(۲)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص ۱۸۹، ح ۴۶۶۔ الاتحاف بحب الاشراف، ج۳، ص ۱۴۷۔

(۲) تذکرۃ الخواص من الآئمۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔

یحیٰ بن یحیٰ (۲۲۶ھ)(۱)

احمد بن حرب نیشاپوری (۲۳۴ھ)(۲)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی (۲۳۶ھ)(۳)

اسحاق بن راہویہ مروزی (۲۳۸ھ)(۴)

محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۴۲ھ)(۵)

محمد بن رافع قشیری (۲۴۵ھ)(۶)

ابوزرعہ رازی (۲۶۱ھ)(۷)

احمد بن عامر طائی (۸)

احمد بن عیسیٰ علوی (۹)

احمد بن علی بن صدقہ (۱۰)

---

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۳۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۳۵۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۱۵۔

(۳) ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج۳، ص۱۲۲-۱۲۳ و۱۶۸۔

(۴)و(۵)و(۶) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۳۵۔ تذکرۃ الخواص، ص۳۱۵۔

(۷) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقۃ، ج۲، ص۵۹۵۔ اخبار الدول وآثار الاول، ص۱۱۵۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج۴، ص۴۸۹۔ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص۲۳۶۔

(۸) تاریخ دمشق الکبیر، ج۵۱، ص۳۵۳، ح۱۱۴۷۳۔ دیکھیے: کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، ج۱، ص۵۲، ح۱۵۸۔ مسندالامام زید، ص۴۳۹۔

(۹) التدوین فی اخبار قزوین، ج۲، ص۲۱۳۔ (۱۰) مسندالشہاب، ج۲، ص۳۲۳، ح۱۴۵۱۔

پانچویں صدی

حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ) (۱)

احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی (۴۰۷ھ یا ۴۱۱ھ) (۲)

ابونعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) (۳)

قضاعی شافعی (۴۵۴ھ) (۴)

شجری جرجانی حنفی (۴۹۹ھ) (۵)

چھٹی صدی

ابوحامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ) (۶)

---

(۱) تاریخ نیشاپور حاکم بنابر نقل: الفصول المهمة فی معرفة احوال الآئمة، ص۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقة، ج۲، ص۵۹۴-۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص۱۱۵۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص۲۳۶۔

(۲) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، ص۳۷۶، ح ۶۰۴۷۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ بنقل از شیرازی ''القاب'' لیکن افسوس یہ کتاب دستیاب نہیں ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب کا خطی نسخہ موجود ہے۔ دیکھیے: تاریخ التراث العربی، ج۱، ص ۳۷۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۷، ص۲۴۳۔ مختصر کتاب الالقاب۔ اس کتاب کا بھی خطی نسخہ موجود ہے، دیکھیے: الفهرس الشامل للتراث العربی الاسلامی المخطوط الحدیث النبوی الشریف وعلومه ورجاله، ج۱، ص۹۳، شمارہ ۲۵۴، وص۲۳۳۔

(۳) حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج۳، ص۱۹۱-۱۹۲۔ (۴) مسند الشہاب، ج ۲، ص ۳۲۳، ح۱۳۵۱۔

(۵) الامالی الخمیسة، ج۱، ص۱۵، ح۱۲۔ (۶) شرح حدیث سلسلة الذهب، یہ کتاب خطی ہے اور اس کا ایک نسخہ محمدیہ لائبریری ہندوستان میں موجود ہے۔ دیکھیے: اهل البیت فی المكتبة العربیة، ص۲۳۷، شمارہ ۳۹۱۔

ابن شیرویہ دیلمی شافعی (۵۰۹ھ)(۱)

زمخشری حنفی (۵۳۸ھ)(۲)

ابن عساکر دمشقی شافعی (۵۷۱ھ)(۳)

ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ)(۴)

ساتویں صدی

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ)(۵)

رافعی قزوینی شافعی (۶۲۳ھ)(۶)

محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ)(۷)

سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ)(۸)

---

(۱) فردوس الاخبار بماثور الخطاب، ج ۳، ص ۳۱۱، ح ۴۴۵۸، و ج ۵، ص ۳۵۱، ح ۸۱۳۸۔ دیکھیے: فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۳۹۰۔

(۲) ربیع الابرار و نصوص الاخبار، ج ۲، ص ۳۸۵، ح ۴۲۷۔

(۳) تاریخ دمشق الکبیر، ج ۵۱، ص ۲۵۲، ح ۱۱۴۷۲ و ۱۲۷۳، شمارہ ۴۲۵۷۔

(۴) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

(۵) التبیین فی انساب القرشیین، ص ۱۳۳۔ (۶) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۳۔

(۷) یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ روایت محمد بن طلحہ کی موجودہ کتاب مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول میں نہیں ہے شاید اس کی دوسری کتاب زبدۃ المقال فی فضائل الآل میں موجود ہو لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔ دیکھیے: اہل البیت فی المکتبۃ العربیۃ، ص ۲۰۵، شمارہ ۳۳۶۔ لہذا یہاں پر یہ مطلب "وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۷" سے نقل کیا گیا ہے۔

(۸) تذکرۃ الخواص من الائمۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔

آٹھویں صدی

ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ)(۱)

جوینی شافعی (۷۳۰ھ)(۲)

ذہبی شافعی (۷۴۸ھ)(۳)

زرندی حنفی (۷۵۷ھ)(۴)

خلیفہ نیشاپوری شافعی (آٹھویں صدی)(۵)

نویں صدی

محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ)(۶)

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ)(۷)

ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ)(۸)

---

(۱) مختصر تاریخ دمشق، ج ۲۰، ص ۲۹۳۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۸۹، ح ۴۶۶۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۰۔

(۴) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص ۱۶۵-۱۶۶

(۵) تلخیص وترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

(۶) فصل الخطاب لوصل الاحباب بنقل از ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۶۸۔

(۷) تھذیب التھذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

(۸) الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۴۲-۲۴۳۔

دسویں صدی

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ)(۱)

سمہودی شافعی (۹۱۱ھ)(۲)

خنجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ)(۳)

ابن حجر ھیثمی شافعی (۹۷۴ھ)(۴)

متقی ہندی (۹۷۵ھ)(۵)

گیارہویں صدی

قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ)(۶)

عبدالرؤوف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ)(۷)

بارہویں صدی

نابلسی دمشقی حنفی (۱۱۴۳ھ)(۸)

---

(۱) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، ص۳۷۶، ح۶۰۴۷۔

(۲) جواھر العقدین فی فضل الشرفین، ص۳۴۲-۳۴۳۔

(۳) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چھاردہ معصوم، ص ۲۲۷۔ مہمان نامہ بخارا، ۳۴۳-۳۴۵۔

(۴) الصواعق المحرقۃ، ج۲، ص۵۹۴-۵۹۵۔

(۵) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج۱، ص۵۲، ح۱۵۸۔

(۶) اخبار الدول وآثار الاول، ص۱۱۵۔

(۷) فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج۴، ص۴۸۹-۴۹۰۔

(۸) اسرار الشریعۃ یا فتح الربانی والفیض الرحمانی، ص۲۳۲-۲۲۴۔

میرزا محمد خان بدخشی ہندی حنفی (بارہویں صدی) (۱)

تیرہویں صدی

زبیدی حنفی (۱۲۰۵ھ) (۲)

قندوزی حنفی (۱۲۹۴ھ) (۳)

شبلنجی شافعی (۱۲۹۸ھ) (۴)

چودہویں صدی کے بعد

قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ) (۵)

سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۴۱۲ھ) (۶)

شیخ احمد تابعی مصری شافعی (۷)

عبدالعزیز بن اسحاق بغدادی حنفی (۸)

---

(۱) مفتاح النجا فی مناقب آل عباء، ص ۱۷۹۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ج ۳، ص ۱۲۷۔

(۳) ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳ و ۱۶۸۔

(۴) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۵) تشریح ومحاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

(۶) مناقب اہل بیت از دیدگاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔

(۷) الاعتصام بحبل الاسلام، ص ۲۰۵-۲۰۶۔

(۸) مسند الامام زید، ص ۴۳۹-۴۴۰۔

طرق روایت

اگر چہ حضرت امام رضاؑ کا شہر نیشاپور میں وارد ہونے کے واقعے اور حدیث حصن کو اس زمانے یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں نے تحریر کیا لیکن افسوس کہ یہ حدیث بھی حدیث غدیر کی طرح مہجور ہوگئی اور اس کے اسناد بھی مختلف دلیلوں کے سبب مفقود ہوگئے۔

بہر حال معروف یہ ہے کہ یہ حدیث ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کی ہے لہذا بعض کا گمان یہ ہے کہ ابوصلت کی تضعیف کر کے اس حدیث کے اعتبار کو ساقط کر دیا جائے۔

جب کہ ان کا جواب یہ ہے کہ اولاً: جیسا کہ آگے آئے گا کہ اہل سنت کے علماء و بزرگان ابوصلت پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ثانیاً: ابوصلت کے علاوہ دوسرے افراد نے بھی حضرت امام رضاؑ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ جن کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

۱- امام محمد تقیؑ - جوینی شافعی (۱) و زبیدی حنفی (۲) دونوں نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو امام محمد تقیؑ سے نقل کیا ہے۔

۲- ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی - وہ حضرت امام رضاؑ کے خادم تھے اور اس تاریخی واقعہ کو تمام جزیات کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اکثراً بلکہ تقریباً سبھی اہل سنت نے ابوصلت کی اس روایت کو مختلف طرق و اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۸۹، ح ۳۶۶۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۷۔

(۳) ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۲۲-۱۲۳ و ۱۶۸۔

۳-احمد بن عامر طائی - ابن عساکر دمشقی شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو احمد بن عامر طائی سے نقل کیا ہے۔(۱)

۴-احمد بن عیسی علوی - رافعی قزوینی شافعی نے مذکورہ روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن عیسی علوی سے نقل کیا ہے۔(۲)

۵-احمد بن علی بن صدقہ - ابو عبداللہ محمد بن سلالہ قضاعی شافعی مذکورہ حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن علی بن صدقہ سے نقل کیا ہے۔(۳)

۶-محمد بن عمر واقدی - سبط ابن جوزی حنفی نے اس روایت کو از طریق واقدی نقل کیا ہے۔(۴)

۷-ابوزرعہ رازی-

۸-محمد بن اسلم طوسی-

حاکم نیشاپوری شافعی نے اس عظیم واقعہ کو ان دو افراد سے نقل کیا ہے۔(۵)

۹-اسحاق بن راہو یہ مروزی-

۱۰-محمد بن رافع قشیری-

---

(۱) تاریخ دمشق الکبیر، ج ۵۱، ص ۲۵۳، ح ۱۱۲۷۳۔ دیکھیے: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ۱، ص ۵۲، ح ۱۵۸۔ مسند الامام زید، ص ۴۳۹۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۳۔

(۳) مسند الشہاب، ج ۲، ص ۳۲۳، ح ۱۴۵۱۔

(۴) تذکرۃ الخواص من الائمۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔

(۵) تاریخ نیشاپور حاکم بنا بر نقل: الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ، ص ۲۴۲-۲۴۳۔ الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۴-۵۹۵۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

۱۱- احمد بن حرب نیشاپوری-

ان تینوں سے ابن جوزی حنبلی (۱) وسبط ابن جوزی حنفی (۲) نے از طریق واقدی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

۱۲- یحیٰ ابن یحیٰ- اس سے بھی ابن جوزی حنبلی نے نقل کیا ہے۔ (۳)

روایت کا بقیہ

الا بشروطها و انا من شروطها

آگاہ ہو جاؤ کہ (کلمة لااله الا الله) کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے ایک شرط میں ہوں۔

اگر چہ اہل سنت کی بہت سے کتابوں سے حدیث کا بقیہ حصہ حذف ہو چکا ہے لیکن پھر بھی بعض منصف علماء نے اس کو محفوظ رکھا ہے جیسے خواجہ پارسائی حنفی اور قاضی بہجت آفندی شافعی وغیرہ نے حدیث کے بقیہ حصہ کو نقل کر کے مقام امامت کی عظمت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی (۸۲۲ھ):

عن ابی الصلت عبد السلام بن صالح بن سلیمان الهروی قال: کنت مع علی الرضاؑ حین خرج من نیسابور وهو راکب بغلته الشهباء، فاذا احمد بن الحرب و یحی بن یحی و اسحاق بن راهویه و عدة من اهل العلم قد تعلقوا بلجام بغلته فقالوا: یابن رسول الله بحق آبائك الطاهرین حدثنا بحدیث سمعته عن ابیك عن آبائه فاخرج رأسه الشریف من مظلته و قال: لقد حدثنی ابی موسی الکاظمؑ، عن ابیه جعفر الصادقؑ،

---

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

(۲) تذکرة الخواص من الآئمة بذکر خصائص الآئمة، ص ۳۱۵۔

(۳) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

عن ابیہ محمد الباقرؑ ،عن ابیہ علی زین العابدینؑ ،عن ابیہ الحسین الشہید بکربلاء ،عن ابیہ علیؑ بن ابی طالبؑ ،عن رسول اللہؐ ،انہ قال : سمعت جبرائیل، یقول: سمعت رب العزۃ سبحانہ و تعالی یقول :انی انا اللہ لاالہ الاانا فاعبدونی من جاء بشھادۃ ان لاالہ الا اللہ بالاخلاص دخل حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی ، وفی روایۃ فلما مرت الراحلۃ نادانا : "الابشروطھا وانا من شروطھا"

قیل : من شروطھا الاقرار بانہ امام مفترض الطاعۃ۔(۱)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ہروی سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور سے گذر رہے تھے تو آپ ہلکے کالے رنگ کے خچر پر سوار تھے، میں آپ کے ساتھ تھا اس وقت احمد بن حرب، یحیٰ بن یحیٰ واسحاق بن راہویہ اور دیگر کافی تعداد میں اہل علم آئے اور حضرت کی سواری کی لگام کو پکڑ کے عرض کی: اے فرزند رسول خداؐ آپ کو آپ کے پاک آباء واجداد کا واسطہ ہمارے لیے ایسی حدیث نقل فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے والدگرامی اور انہوں نے اپنے آباء واجداد سے سنی ہو۔ پس آپ نے اپنا سر مبارک عماری سے باہر نکالا اور فرمایا: میرے والدگرامی موسیٰ کاظمؑ نے اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادقؑ سے آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والدگرامی امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے، اور حضرت علیؑ نے رسول خداؐ سے، اور آپ نے جبرئیل سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے رب العزت سے سنا کہ اس نے فرمایا: میں خدائے واحد ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میری عبادت کرو، جو کوئی بھی مخلصانہ گواہی وشہادت کے ساتھ "لاالہ الا اللہ" کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

---

(۱) فصل الخطاب لوصل الاحباب بنابر نقل ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۸۔

دوسری روایت میں ہے کہ جیسے ہی قافلہ نے حرکت کی تب آپ نے بلند آواز سے فرمایا آگاہ رہو اس کلمہ کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے میں ایک شرط ہوں۔ کہا گیا ہے کہ کلمہ اخلاص کی شرائط میں سے حضرتؑ کو واجب الاطاعت ماننا ہے۔

قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہے کہ جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور سے گذر رہے تھے میں آپ کے ہم رکاب تھا، آپ سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے۔ خراسان کے بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ، احمد بن حرب، یحیٰ بن یحیٰ حضرت کے حضور میں شرفیاب ہوئے اور عرض کی: اے فرزند رسول خدا! اپنے پاک آباء و اجداد سے سنی ہوئی کسی حدیث سے ہمیں خوشحال و مستفیض فرمائیں، حضرت امام رضاؑ نے ان کے جواب میں اپنے سر مبارک کو کجاوہ سے باہر نکالا اور فرمایا:

انی سمعت من ابی موسی قال: انی سمعت من ابی عبداللہ جعفر انہ قال: سمعت من ابی محمد الباقر انہ قال: سمعت من ابی علی، انہ قال: سمعت من ابی الحسین انہ قال: سمعت من ابی علی امیرالمؤمنین انہ قال: انی سمعت من رسول اللہؐ انہ قال: من قال لاالہ الا اللہ، دخل حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی۔ ثم قال: "الا بشروطھا - وقال الامام انا من شروطھا"۔

یہ حدیث بھی سلسلہ سند کے اعتبار سے امامت سے رسالت پناہ تک پہنچتی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ لاالہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو کوئی بھی میرے قلعے میں داخل ہوگا میرے عذاب سے محفوظ رہے گا لیکن اس کلمہ طیبہ کے کچھ شرائط ہیں کہ جن میں سے ایک میں ہوں۔(۱)

---

(۱) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷-۱۵۹۔

روایت حصن کے متعلق اہل سنت کے نظریات

حدیث حصن کے متعلق دو نظریے پائے جاتے ہیں: بعض کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کا راوی تنہا ابوصلت ہروی ہے لہذا اس کی تضعیف کرتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں حدیث حصن کو بھی بے اعتبار ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ اہل سنت کے بہت سے علماء و بزرگوں نے ابوصلت ہروی کی توثیق واعتماد کے ساتھ ساتھ اس حدیث حصن کی بھی تائید کی ہے۔ اور بعض حضرات نے تو حیرت انگیز کلمات کو اپنی زبان وقلم پر جاری کیا ہے، بعض نے اس حدیث کو شفا بخش ومتبرک جانتے ہوئے تجربہ بھی کیا ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

موافقین

حدیث حصن یا سلسلة الذهب ان مخصوص ومحدود احادیث میں سے ہے کہ جس نے اہل سنت کے علماء و بزرگوں کو حیرت میں ڈالا، ان سے اپنی عظمت کا اعتراف کرایا اور حدیث شریف کی تائید میں عجیب وغریب کلمات وجملات ان کی زبان پر جاری ہوئے کہ جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

اباصلت ہروی (۲۳۶ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت کے متعلق کہتا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لافاق۔(۱)

یہ اسناد اگر کسی مجنون ودیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ عاقل ہوئے گا۔

---

(۱) تذکرة الخواص من الائمة بذکر خصائص الآئمة، ص ۳۱۵۔

احمد ابن حنبل (۲۴۱ھ):

وہ اہل سنت کے چار فقہی اماموں میں سے ایک ہے، کہتا ہے:

لو قرأت هذا اسناد علی مجنون لبرئ من جنته۔(۱)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے افاقہ پائے اور عاقل ہو جائے۔

دوسری جگہ اس طرح آیا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لافاق۔(۲)

ایک اور جگہ اس طرح نقل ہوا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنونه ۔(۳)

ایک جگہ اور نقل ہوا:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لافاق من جنونه ۔(۴)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ اس جنون سے شفا پا جائے گا۔

یحیٰ بن حسین حسنی (۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کے صحیفہ کی اسناد کے بارے میں ہمیشہ کہتا تھا:

لو قرئ هذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق۔(۵)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں تو وہ شفا پا جائے گا۔

---

(۱) الصواعق المحرقة، ج۲،ص ۵۹۵۔ (۲) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۳) الامالی الخمیسیة، ج۱،ص ۱۵، ح ۱۶۔

(۴) تعلیقہ بر مسند الامام زید، ص ۴۴۱۔ الاعتصام بحبل الاسلام، ص ۲۰۶۔

(۵) ربیع الابرار ونصوص الاخبار، ج۴،ص ۷۹، ح ۳۳۶۔

ابونعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ):

وہ آنحضرتؑ کی اس حدیث کے متعلق ایک جامع بیان نقل کرتا ہے:

هذا حديث ثابت مشهور بهذا الاسناد من رواية الطاهرين عن آبائهم الطيبين و كان بعض سلفنا من المحدثين اذا روى هذا الاسناد قال: لو قرئ هذا الاسناد على مجنون لافاق۔(۱)

یہ حدیث ثابت اور اس اسناد کے ساتھ مشہور ہے کہ جو پاک و پاکیزہ حضرات نے اپنے طیب و طاہر آباء و اجداد سے نقل کی ہے، ہمارے بعض گذشتہ محدثین جب اس اسناد کو نقل کرتے تو کہتے تھے کہ یہ اسناد اگر کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ عقلمند ہو جائے گا۔

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری شافعی (۴۶۵ھ):

وہ بھی اس حدیث کے بارے میں عجیب بات کہتا ہے کہ جس کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

اتصل هذا الحديث بهذا السند ببعض امراء السامانيه فكتب بالذهب و اوصى ان يدفن معه فى قبره ، فرئ فى منام بعد موته فقيل : ما فعل الله بك ؟ فقال : غفر الله لى بتلفظى بلااله الا الله و تصديقى ان محمداً رسول الله۔(۲)

---

(۱) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ۳، ص ۱۹۲۔

(۲) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ، ص ۲۴۳۔ جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۳۴۔ مہمان نامہ بخارا، ۳۴۲۔ وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۹۔ اخبار الدول و آثار الاول، ص ۱۱۵۔ فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۸۹۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔ الاعتصام بحبل الاسلام، ۲۰۶۔

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کسی سامانی بادشاہ (نوح بن منصور) کے پاس پہنچی اس نے حکم دیا کہ اس حدیث کو سونے سے تحریر کیا جائے اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد اس کو میرے ساتھ میری قبر میں دفن کر دیا جائے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کیا گذری؟ اس نے جواب دیا خداوند عالم نے مجھ کو کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے اور محمد رسول اللہ کی تصدیق کرنے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

ابو حامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ):

اس نے حدیث سلسلۃ الذھب کی تائید کے ساتھ ساتھ اس کی شرح وتفسیر بھی کی ہے۔(۱)

دیلمی شافعی (۵۰۹ھ):

وہ حدیث حصن کو صحیح جانتا ہے اور کہتا ہے:

ھذا حدیث ثابت ۔(۲) یہ حدیث ثابت ہے۔

زمخشری حنفی (۵۳۸ھ):

وہ حدیث سلسلۃ الذھب کی عظمت میں یحیٰ بن حسین حسنی کے قول کو نقل کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ کہتا تھا: لو قرئ ھذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق ۔(۳)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

---

(۱) شرح حدیث سلسلۃ الذھب اس کتاب کا خطی نسخہ کتاب خانہ محمد یہ ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اھل بیت فی المکتبۃ العربیہ،ص ۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۲) فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴،ص ۴۸۹-۴۹۰۔

(۳) ربیع الابرار ونصوص الاخبار، ج ۴،ص ۷۹، ح ۳۴۶۔

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ):

قال بعض اهل العلم :لوقرئ هذا الاسنادعلى مجنون لبرئ۔(۱)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً شفایاب ہوجائے گا۔

سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ):

اس نے اس حدیث کی عظمت میں ابن قدامہ مقدسی حنبلی کے کلام کو دہرایا ہے اور کہتا ہے:لوقرئ هذا الاسنادعلى مجنون لبرئ۔(۲)

اگر یہ اسناد دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہوجائے۔

زرندی حنفی (۷۵۷ھ)

وہ بھی حدیث حصن کی عظمت کے متعلق کہتا ہے: اللهم اجعلنامن الآمنين من عذابك يوم الفزع الاكبر، انك اعلى و اجل و اجود و اكبر۔(۳)

پروردگارا! ہم کو روز قیامت اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا کہ بیشک تو بلند مرتبہ، جلیل القدر بخشنے والا اور بزرگ وبرتر ہے۔

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ حدیث حصن کو صحیح جانتا ہے اور کہتا ہے:

حديث صحيح۔(۴) حدیث صحیح ہے۔

---

(۱) التبیین فی انساب القرشیین،ص۱۳۲۔

(۲) تذکرۃ الخواص من الآئمۃ بذکر خصائص الآئمۃ،ص۳۱۵۔

(۳) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول،ص۱۲۶۔

(۴) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر،ص۳۷۶،ح۷۰۴۷۔

ختجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

محققین کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ان اسناد کے ساتھ اگر دیونے پر پڑھی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔(۱)

دوسری جگہ کہتا ہے:

یہ حدیث عظیم المرتبت ہے اور اسناد بہت ہی عمدہ و عالی ہیں یہاں تک کہ علماء کا بیان ہے: ایک محدث نے بخارا کے ایک بادشاہ کے دربار میں اس حدیث کو پڑھا، بادشاہ نے اس محدث سے درخواست کی کہ اس حدیث کو میرے لیے لکھے اور وصیت کی اس کے مرنے کے بعد اس کو میرے کفن میں رکھ کر دفن کر دینا۔(۲)

عبدالواسع بن یحیٰ واسعی یمانی حنفی:

وہ بھی کہتا ہے:

فما احق ان يكتب هذا المسند بالذهب لاشتماله على السند المسلسل بالسلسلة الطاهرة و العترة النبوية الفاخرة ۔(۳)

یہ حدیث کہ جو نبوت کی عترت طاہرہ اور پاک و پاکیزہ سلسلۂ سند کے ساتھ درج ہے اس کا حق ہے کہ اس کو سونے سے لکھا جائے۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۹۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۹۔ مہمان نامہ بخارا، ص ۳۴۲۔

(۳) مسند الامام زید، ص ۴۴۱۔

حدیث سلسلۃ الذھب کی برکت سے شفا پانا

اب تک اس حدیث کے سلسلے میں اہل سنت کے نظریات بیان ہوئے لیکن اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اہل سنت نے اس دعوی (دیوانے ومجنون اور بیمار کے شفا پانے) کو عملی جامہ پہنایا ہے اور کہتے ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذھب سے بیماروں کا شفاء پانا مجربات میں سے ہے۔

ابن خلکان شافعی کا واقعہ

ان ابا دلف العجلی لما حجب مرض موته الناس عن الدخول الیه لثقل مرضه فاتفق انه افاق فی بعض الایام ، فقال لحاجبه : من بالباب من المحاویج ؟ فقال عشرة من الاشراف ، وقد وصلوا من خراسان ، ولهم بالباب عدة ایام ، فاستدعاهم فرحب بهم ، و سألهم عن سبب قدومهم ، فقالوا ضاقت بنا الاحوال و سمعنا بکرمك فقصدناك ، فاخرج عشرین کیسا فی کیس الف دینار ، ودفع لکل واحد منهم کیسین ، ثم اعطی کل واحد منهم مؤونة طریقه، وقال : لاتمسکو الاکیاس حتی تصلوا بها سالمة الی اهلکم ، وصرفوا هذا فی مصالح الطریق ، ثم قال : لکتب لی کل واحد منکم خطه: بانه فلان بن فلان حتی ینتهی الی علیؑ ابن ابی طالبؑ ، ویذکر جدته فاطمة بنت رسول الله ثم یکتب یا رسول الله انی وجدت اضاقة فقصدت ابا دلف العجلی ، فاعطانی الفی دینار کرامة لك و طلبا لمرضاتك و رجاء لشفاعتك ، فکتبوا و تسلم الاوراق واوصی من یتولی تجهیزہ اذا مات ان یضع تلك الاوراق فی کفنه حتی یلقی بها رسول الله ویعرض علیه۔(۱)

---

(۱) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۴، ۷۷۔

ابودلف عجلی جب مرض موت میں مبتلا ہوا، اس نے لوگوں سے ملاقات بند کردی پس جب کچھ افاقہ ہوا اس نے اپنے دربان سے سوال کیا کہ کون کون مجھ سے ملنے اور میری عیادت کو آیا؟

خادم نے جواب دیا دس افراد، سادات خراسان سے آئے ہیں، ان کو کئی روز ہو چکے اور وہ ابھی تک آپ سے ملاقات کے منتظر ہیں۔ ابودلف نے ان کو بلوایا، خوش آمدید کہا اور ان کے آنے کا سبب معلوم کیا، انہوں نے جواب دیا ہمارے حالات خراب تھے زندگی سخت ہو چکی تھی ہم کو آپ کی بخشش و کرم کی اطلاع ملی لہذا آپ کے پاس آئے ہیں۔ ابودلف نے ہزار ہزار دینار کی بیس تھیلیاں نکالیں اور ان میں سے ہر ایک کو دو تھیلیاں دیں، پھر کچھ اور مقدار ہزینہ سفر کے طور پر ہر ایک کو دیا اور ان سے کہا کہ جب تک آپ اپنے وطن نہ پہنچ جاؤ ان تھیلیوں کو نہ کھولنا اور ان سے کہا کہ ہر ایک اپنے ہاتھ سے اپنا اور اپنے آباء و اجداد کے نام لکھیں یہاں تک کہ شجرہ علیؑ ابن ابی طالبؑ تک پہنچ جائے اور اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفیؐ کا بھی ذکر کریں، اور پھر لکھیں اے رسول خدا! ہمارے حالات خراب تھے زندگی سخت ہو چکی تھی ہم ابودلف کے پاس گئے اس سے مدد مانگی اس نے دو ہزار دینار ہم کو دیے اس امید کے ساتھ کہ آپ اس سے راضی رہیں اور اس کی شفاعت فرمائیں۔ ان لوگوں نے یہ جملات تحریر کیے، ابودلف نے ان تحریروں کو لیا اور اپنے کفن و دفن کے متولی سے سفارش کی کہ ان اوراق کو اس کے کفن میں رکھ کر دفنا دینا تاکہ ان کاغذوں کے ساتھ رسول اکرمؐ سے ملاقات کروں اور آپؐ کو دکھاؤں۔

سمہودی نے اس واقعہ کو حدیث سلسلۃ الذہب کی شفا بخش اور معنوی برکتوں میں سے شمار کیا ہے اور اس کی تفصیل کو روایت حسن کے ذیل میں بیان کرتا ہے۔ (۱)

---

(۱) جواھر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۴۶-۳۴۷۔

خنجی حنفی کی داستان

اس حدیث شریف کی خاصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر خلوص دل سے اس روایت کی اسنادکو کسی ایسے مریض کے سرہانے پڑھاجائے کہ جو مرنے والا ہوتو اگر اس کی موت میں تاخیر ہوتو یقیناً اس کا مرض دوراوروہ صحت مند ہوجائے گا میں نے اس حدیث کو کئی مرتبہ بہت سے مریضوں پر پڑھااور تجربہ کیا ہے۔(۱)

دوسری جگہ کہتا ہے:

اس حقیر وفقیر کا تجربہ ہے میں جس مریض کی بھی عیادت کو جاتا اوراس کی موت نہ پہنچی ہوتو میں صدق دل سے ان اسنادکواس مریض پر پڑھتا تو اس کا اثر دیکھتا،مریض شفاپاجاتا فوراً صحت مند ہوتا یہ بات میری تجربہ شدہ ہے۔(۲)

مخالفین

بعض افراداس گمان میں ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذہب کا راوی تنہا ابوصلت ہروی ہے اس کی تضعیف کرتے ہوئے اس کے ذریعہ تمام احادیث حتی حدیث حسن کوبھی بے اعتبار جانتے ہیں جب کہ یہ مطلب بے دلیل وبے بنیادادعی ہےاوراہل سنت کے بزرگوں نے اس ادعی کورد کیا۔اہل سنت کے نزدیک ابوصلت کے مقام کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

دوسری روایت-روایت ایمان

متن روایت

---

(۱) مہمان نامہ بخارا ص ۳۴۲۔

(۲) وسیلۃ الخادم الی المخدوم درشرح صلوات چہاردہ معصوم،ص ۲۲۹۔

حدیث سلسلۃ الذھب، دوسری نقل کے اعتبار سے مذکورہ ذیل متن کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے:

لما دخل علی بن موسی الرضا نیسابور علی بغلة شهباء فخرج علماء البلد فی طلبه منهم یحیی بن یحیی، اسحاق بن راهویه، احمد بن حرب، محمد بن رافع، فتعلقوا ابلجام دابته فقال له اسحاق: بحق آبائك حدثنا۔ فقال: الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان۔(۱)

جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے خچر پر سوار تھے علماء شہر جیسے یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راھویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، امام کی سواری کی لگام سے متمسک ہوئے پھر اسحاق بن راھویہ نے عرض کی: آپ کو اپنے آباء طیبین کا واسطہ ہمارے لیے حدیث بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ایمان، دل سے جاننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء وجوارح سے عمل انجام دینے کا نام ہے۔

راوی حضرات

یہ واضح رہے کہ اس دور یعنی تیسری صدی ہجری کے ان دس ہزار، بیس ہزار یا تیس ہزار راویوں و کاتبوں میں سے عصر حاضر میں صرف اڑتالیس (۴۸) روایات مختلف بیانات کے ساتھ باقی رہ گئی ہیں

تیسری صدی

یحیٰ بن یحیٰ (۲۲۶ھ)(۲)

---

(۱) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵، ح ۶۵، باب الایمان۔ دیکھیے: کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج ۱، ص ۲۲۔ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

احمد بن حرب نیشاپوری (۲۳۴ھ) (۱)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی (۲۳۶ھ) (۲)

اسحاق بن راہویہ مروزی (۲۳۸ھ) (۳)

محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۴۲ھ) (۴)

محمد بن رافع قشیری (۲۴۵ھ) (۵)

ابوزرعہ رازی (۲۶۱ھ) (۶)

ابن ماجہ قزوینی (۲۷۵ھ) (۷)

محمد بن سہل بن عامر بجلی (۸)

محمد بن زیاد سلمی (۹)

داود بن سلیمان قزوینی (۱۰)

علی بن ازہر سرخسی (۱۱)

---

(۱) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ح ۱۰۰۷۶۔

(۳) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ، ص ۳۱۵۔

(۴) شعب الایمان، ج ۱، ص ۴۸، ح ۱۷۔ الاعتقاد والهدایۃ الی سبیل الرشاد، ص ۱۸۰۔

(۵) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الامۃ، ص ۳۱۵۔

(۶) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص ۱۶۴۔

(۷) سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۵، ح ۶۵، باب الایمان۔

(۸) و (۹) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ح ۱۰۰۷۶۔

(۱۰) و (۱۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۲، ص ۳۴۲۔

ھیثم بن عبداللہ (۱)

احمد بن عباس صنعانی (۲)

احمد بن عامر طائی (۳)

چوتھی صدی

دولابی حنفی (۳۱۰ھ) (۴)

ابوبکر آجری شافعی (۳۶۰ھ) (۵)

طبرانی حنبلی (۳۶۰ھ) (۶)

دار قطنی شافعی (۳۸۵ھ) (۷)

پانچویں صدی

ابن مردویہ اصفہانی (۴۱۰ھ) (۸)

منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ) (۹)

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۲،ص۳۴۲۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۱،ص ۱۹۸۔

(۳) الکشف الحثیث، ص۴۹-۲۲۰۔

(۴) الکنی والاسماء، ج۱،ص ۴۷۸-۴۷۹، ح ۱۶۹۸۔

(۵) الاربعین حدیثا،ص ۴۷، ح ۱۲۔

(۶) المعجم الاوسط، ج۴،ص ۳۶۳، ح ۴۲۵۴۔ ج۶،ص ۲۲۲، ح ۸۵۸۰۔

(۷) المؤتلف والمختلف، ج۲،ص ۱۱۱۵۔

(۸) الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶،ص ۱۰۰۔ (۹) نثر الدرر، ج۱،ص ۳۶۲۔

ابونعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ)(۱)

بیہقی شافعی (۴۵۸ھ)(۲)

خطیب بغدادی شافعی (۴۶۳ھ)(۳)

شجری جرجانی حنفی (۴۹۹ھ)(۴)

چھٹی صدی

ابوحامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ)(۵)

ابن شیرویہ دیلمی شافعی (۵۰۹ھ)(۶)

ابن عساکر دمشقی شافعی (۵۷۱ھ)(۷)

ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ)(۸)

---

(۱) تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصبھان)، ج۱، ص۱۷۴، شمارہ ۱۷۳۔

(۲) شعب الایمان، ج۱، ص۴۸، ح۱۶-۱۷۔

(۳) تاریخ بغداد، ج۱، ص۲۵۵-۲۵۶۔ ج۹، ص۳۸۶، ۱۳۸۵۔ ج۱۱، ص۴۷۔

(۴) الامالی الخمیسیۃ، ج۱، ص۱۳، ح۶۔ وص۱۴-۱۵، ح۱۵۔

(۵) شرح حدیث سلسلۃ الذہب، اس کتاب کا خطی نسخہ محمدیہ لائبریری ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اھل بیت فی المکتبۃ العربیہ، ص۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۶) فردوس الاخبار بماثور الخطاب، ج۱، ص۱۴۸، ح۲۷۱۔

(۷) تاریخ دمشق الکبیر، ج۴۶، ص۱۴۶-۱۴۷، ح۱۰۰۶۲، شمارہ ۵۱۳۶۔

(۸) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج۶، ص۱۲۵۔

ساتویں صدی

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ) (۱)

رافعی قزوینی شافعی (۶۲۳ھ) (۲)

سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ) (۳)

ابن ابی الحدید معتزلی شافعی (۶۵۶ھ) (۴)

موصلی شافعی (۶۶۰ھ) (۵)

آٹھویں صدی

ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ) (۶)

مزی شافعی (۷۴۲ھ) (۷)

ذہبی شافعی (۷۴۸ھ) (۸)

---

(۱) التبیین فی انساب القرشیین، ص ۱۳۳۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۱، ص ۱۶۷-۱۶۸ و ۳۶۲۔

(۳) تذکرۃ الخواص من الائمۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔

(۴) شرح نہج البلاغہ، ج ۱۹، ص ۵۱، حکمت ۲۲۳۔

(۵) النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص ۳۹۴۔

(۶) مختصر تاریخ دمشق، ج ۱۸، ص ۱۵۹، رقم ۷۸۔

(۷) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ح ۱۰۰۷۶۔ مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۲۱-۱۲۲، ح ۴۳۔

(۸) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۶، ص ۹۲، شمارہ ۲۰۹۷۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۴۰۰۔

زرندی حنفی (۷۵۷ھ)(۱)

صفدی شافعی (۷۶۴ھ)(۲)

نویں صدی

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ)(۳)

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ)(۴)

عبدالرحمٰن صفوری شافعی (۸۹۴ھ)(۵)

دسویں صدی

سمہودی شافعی (۹۱۱ھ)(۶)

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ)(۷)

ابن حجر ہیثمی شافعی (۹۷۴ھ)(۸)

---

(۱) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص۱۶۳۔

(۲) الوافی بالوفیات، ج۲۲،ص۲۵۰۔

(۳) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ، ص۱۲۲-۱۲۶۔

(۴) تھذیب التھذیب، ج۶،ص۲۸۶، شمارہ۶۱۹۔ نکت الظراف علی الاطراف، ج۷،ص۳۶۶، ح۱۰۰۷۶۔ یہ کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے۔

(۵) نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج۱،ص۲۳۔

(۶) جواھر العقدین فی فضل الشرفین، ص۳۳۵-۳۳۶۔

(۷) الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، ص۱۸۵، ح۳۰۹۴و۳۰۹۵۔ الدر المنثور فی التفسیر الماثور، ج۶،ص۱۰۰۔

(۸) الصواعق المحرقۃ، ج۲،ص۵۹۵۔

متقی ہندی (۹۷۵ھ) (۱)

گیارہویں صدی

عبدالرؤوف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ) (۲)

بارہویں صدی

میرزا محمد خان بدخشی ہندی حنفی (۳)

تیرہویں صدی اور اس کے بعد

قندوزی حنفی (۱۲۹۴ھ) (۴)

محمد بن یوسف حفصی عدوی (۱۳۳۲ھ) (۵)

سید محمد طاہر ہاشمی شافعی (۱۴۱۲ھ) (۶)

عبدالعزیز بن اسحاق بغدادی حنفی (۷)

---

(۱) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ج ا، ص ۲۷۳-۲۷۴، ج ۱۶، ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲۔

(۲) فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۳، ص ۱۸۵۔

(۳) مفتاح النجا فی مناقب آل عبا، ص ۱۸۰۔

(۴) ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۲۳-۱۲۴۔

(۵) جامع الشمل فی حدیث خاتم الرسل، ج ا، ص ۳۰۔

(۶) مناقب اہل بیت از دیدگاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔

(۷) مسند الامام زید، ص ۴۴۳۔

طرق روایت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض افراد اس گمان میں ہیں کہ حدیث سلسلۃ الذھب کا روای تنہا ابوصلت ہروی ہے لہذا اس کی تضعیف کرتے ہوئے چاہتے ہیں کہ تمام احادیث کو بے اعتبار ثابت کریں جب کہ یہ واضح ہے کہ ابوصلت کا مقام اہل سنت کے علماء و بزرگوں کے نزدیک ان تہمتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔ انہیں میں سے ایک طبرانی حنبلی ہے کہ اس کا نظریہ ہے کہ حدیث ایمان فقط ابوصلت ہروی نے امام رضا سے نقل کی ہے۔ (۱)

یہاں پر یہ نکتہ بیان کرنا ضروری ہے کہ حدیث ایمان فقط ابوصلت ہروی پر منحصر و موقوف نہیں ہے بلکہ دارقطنی شافعی، ابن عدی جرجانی (۲)، رافعی قزوینی شافعی (۳) اور مزی شافعی (۴) کے بقول اس حدیث شریف کی اسناد متعدد ہیں۔

---

(۱) الطبرانی الحنبلی: حدثنا محمد بن علی الصائغ قال: حدثنا عبدالسلام بن صالح الهروی قال: حدثنا علی بن موسی عن آبائه عن علی قال: قال رسول الله: "الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان" لا یروی هذا الحدیث عن علی الا بهذا الاسناد تفرد به عبدالسلام بن صالح، دیکھیے: المعجم الاوسط، ج ۴، ص ۳۶۴، ح ۴۲۵۴۔

الطبرانی: حدثنا معاذ، قال: حدثنا عبدالسلام بن صالح الهروی --- لم یرو هذا الحدیث عن موسی بن جعفر الا عبدالسلام و لا یروی عن علی الا بهذا الاسناد، المعجم الاوسط، ج ۶، ص ۲۲۲۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۲، ص ۳۴۲۔

(۳) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۱، ص ۱۶۷-۱۶۸ و ۴۶۲۔

(۴) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ح ۱۰۰۷۶۔

دار قطنی شافعی حضرت امام رضاؑ سے حدیث ایمان نقل ہونے کے سلسلے میں اسناد و طرق کے متعلق کا ملا انصاف سے کہتا ہے:

فی نسخ کثیرة عندنا بهذا الاسناد ۔(۱)

اس اسناد کے متعدد نسخے ہمارے پاس ہیں۔

یہاں پر کچھ روات وطرق کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱-عبد السلام بن صالح ابوصلت ہروی

۲-محمد بن سہل بن عامر بجلی

۳-محمد بن زیاد سلمی

مزی شافعی ابن ماجہ کے ذریعہ ابوصلت کی روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

و تابعه محمد بن سهل بن عامر البجلی و محمد بن زیاد السلمی من علی بن موسی الرضاؑ ۔(۲)

عبد السلام بن صالح ابوصلت ہروی کی اتباع کرتے ہوئے محمد بن سہل بن عامر بجلی اور محمد بن زیاد سلمی نے بھی حضرت امام رضاؑ سے روایت نقل کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی حدیث ایمان کی تائید میں دوسری طرق واسناد کے ذریعہ اس حدیث کو امام رضاؑ کے علاوہ امام موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے۔(۳)

---

(۱) الموتلف والمختلف، ج۲،ص۱۱۱۵۔

(۲) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج۷،ص۳۶۶، ح۱۰۰۷۶۔

(۳) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج۷،ص۳۶۶، ح۱۰۰۷۶۔

مزی شافعی دوسری جگہ ابوصلت ہروی کے دفاع میں کہتا ہے:

روی ابن ماجه هذا الحدیث (حدیث ایمان) وقد وقع لنا عنه عالیا جداً... رواه محمد بن اسماعیل الاحمسی و سهل بن زنجلة الرازی عنه فوقع لنا بدلاً عالیاً بدرجتین۔

ابن ماجہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس کی سند بہت عمدہ ہے اس کو محمد بن اسماعیل احمسی اور سہل بن زنجلہ رازی نے ابوصلت سے نقل کیا ہے کہ جو دو درجہ بلندتر ہمارے لیے ثابت ہے۔

اسی کے تسلسل میں دوسرے دو طرق سے حدیث ایمان حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اور حضرت امام جعفر صادق کے ذریعہ بھی نقل ہوئی ہے کہ جو ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:

تابعه الحسن بن علی التمیمی الطبرستانی عن محمد بن صدقه العنبری عن موسی بن جعفر و تابعه احمد بن عیسی بن علی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب العلوی عن عباد بن صهیب عن جعفر بن محمد۔(۱)

ابوصلت ہروی کی اتباع کی ہے حسن بن علی تمیمی طبرستانی نے محمد بن صدقہ العنبری سے اور اس نے امام موسیٰ بن جعفرؑ سے۔ اور ابوصلت ہروی کی اتباع کی ہے احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسین بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علوی نے عباد بن صہیب سے اور اس نے امام جعفرؑ بن محمدؑ سے نقل کیا ہے۔

۴۔ محمد بن اسلم کندی طوسی

بیہقی شافعی نے بھی اس روایت کو اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسلم کندی سے نقل کیا ہے۔(۲)

---

(۱) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۵۶، شمارہ ۴۰۹۷۔

(۲) شعب الایمان، ج ۱، ص ۴۸، ح ۱۶-۱۷۔ الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد، ۱۸۰۔

۵-داؤد بن سلیمان قزوینی

۶-علی بن ازھر سرخسی

۷-ھیثم بن عبداللہ

ابن عدی جرجانی شافعی "حسن بن علی بن صالح عدوی بصری" کا زندگینامہ تحریر کرتے ہوئے جب حدیث ایمان تک پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

وھذا عن علی بن موسی الرضا قد رواہ عنہ ابو صلت و داؤد بن سلیمان الغازی القزوینی و علی بن الازھر السرخسی و غیرھم و ھؤلاء اشھر من الھیثم بن عبداللہ الذی روی عنہ العدوی۔۔۔(۱)

اس حدیث کو ابوصلت ہروی، داؤد بن سلیمان غازی قزوینی اور علی ابن ازہر سرخسی وغیرہ نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے اور یہ حضرات ھیثم بن عبداللہ سے -کہ جس سے عدوی نے روایت نقل کی ہے- زیادہ مشہور ہیں۔

۸-احمد بن عباس صنعانی

ابن عدی جرجانی شافعی احمد بن عباس صنعانی کے طریق سے نقل کرتا ہے۔(۲)

۹-احمد بن عامر طائی

ابوالوفاء حلبی نے اپنی اس طریق کے ساتھ روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔(۳)

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۲، ص۳۴۲۔

(۲) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۱، ص۱۹۸۔

(۳) الکشف الحثیث، ص۴۹ و ۲۲۰۔

۱۰- اسحاق بن راہویہ

۱۱- محمد بن رافع

۱۲- احمد بن حرب (۱)

۱۳- یحیٰ بن یحیٰ (۲)

۱۴- ابوزرعہ رازی (۳)

یہ چودہ افراد وہ ہیں کہ جنہوں نے مستقیم حدیث ایمان کو حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے۔

یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ حدیث ایمان حضرت امام موسیٰ کاظمؑ، حضرت امام جعفر صادقؑ اور صحابہ و تابعین سے بھی اسی مضمون کے ساتھ نقل ہوئی ہے کہ جو نہ صرف حدیث ایمان کے جعلی نہ ہونے اور بعض علماء کے تعصب، بے دلیل تضعیف اور حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے پر دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف راہنمائی ہے۔

۱- محمد بن صدقہ عنبری:

مزی شافعی کہتا ہے: اس نے حدیث ایمان کو حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے نقل کیا ہے۔ (۴)

۲- عباد بن صہب:

مزی شافعی کہتا ہے: عباد، نے حدیث ایمان کو حضرت امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) تینوں موارد: المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔ تذکرۃ الخواص من الآئمۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

(۳) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص ۱۲۳۔

(۴) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۳۰۰۳۔

(۵) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۳۰۰۳۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۲، ح ۱۰۰۷۶۔

۳-مالک بن انس

۴-حماد بن زید

۵-احمد بن ابی خیثمہ

۶-عبداللہ بن احمد بن حنبل

محمد بن محمد جزری شافعی نے حدیث ایمان کی تائیداوراس کے جعلی نہ ہونے کے سلسلے میں حضرت امام رضا کے علاوہ چار طریقوں سے نقل کیا ہے اور نہ صرف ان چار افراد پر اکتفاء کیا بلکہ حدیث کو متواتر جانا ہے اور کہتا ہے: "وروی جماعة"۔(۱)

۷-علی بن غراب

سیوطی شافعی نے بھی اس حدیث کے دفاع میں علی بن غراب کے طریق سے نقل کی ہے۔(۲)

۸-ابوقتادہ، حارث بن ربعی انصاری صحابی

۹-عایشہ

ان دو طریقوں سے کنانی شافعی نے نقل کرتے ہوئے حدیث ایمان کی صحت کو ثابت کیا ہے (۳)۔

---

(۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ، ص۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ج۱،ص ۳۸۔

(۳) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج۱،ص ۱۵۲۔

روایت ایمان کے متعلق اہل سنت کے نظریات

حدیث ایمان کے متعلق دو نظریے پائے جاتے ہیں:

بعض افراد کا یہ گمان ہے کہ حدیث ایمان کو فقط ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے اور ابوصلت کی شخصیت کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ انشاء اللہ آئے گا کہ اولاً ابوصلت ہروی کی تضعیف بے دلیل ادعی اور بے نتیجہ کوشش ہے چونکہ خود علماء و بزرگان اہل سنت کے نزدیک ابوصلت کی شخصیت قابل اعتماد ہے۔

ثانیاً روایت ایمان کو فقط ابوصلت نے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے افراد نے بھی اس حدیث کو حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے۔

اور ان کے مقابل، بہت سے علماء اہل سنت نے ابوصلت ہروی کی شخصیت سے دفاع کرتے ہوئے اس حدیث کو حدیث حسن کی طرح تقویت دی ہے اور راوی و روایت دونوں کو اعتبار بخشا ہے بلکہ بعض حضرات تو اس حدیث کے سلسلہ سند کو شفا بخش جانتے ہیں اور بعض نے اس حدیث کی سند سے شفاء یابی کا تجربہ بھی حاصل کیا ہے۔

موافقین

اس نظریے میں علماء و بزرگان اہل سنت کی دو طرح کی تائید پیش کی جائے گی۔

اول: حدیث ایمان کے متعلق تائیدات و اظہار نظر۔

دوم: عملی تائیدات، یعنی ان لوگوں کے نظریات کہ جنہوں نے صرف اظہار نظر ہی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ حدیث ایمان کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سند کو شفاء بخش جانا اور شفاء بخشی کا تجربہ بھی کیا ہے جیسے ابو حاتم رازی شافعی کہ جس کا دعوی ہے کہ احمد بن حنبل نے ایسا کیا ہے اور مریض نے حدیث سلسلة الذهب کی سند سے شفاء پائی ہے۔

محمد بن ادریس شافعی (۲۰۴ھ):

محمد بن ادریس شافعی اہل سنت کے فقہی چار اماموں میں سے ایک ہے اس نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کی شرح کی ہے۔(۱)

عبداللہ بن طاہر (۲۳۰ھ):

وہ خراسان، جرجان (گرگان)، ری وطبرستان (مازندران) کا حاکم تھا۔(۲)

اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ کہ جو شاعر و ادیب ہے کہتا ہے: میں ایک روز اپنے باپ کے پاس کھڑا تھا احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ابوصلت ہروی بھی ہمارے پاس موجود تھے، میرے باپ نے کہا: "لیحدثنی کل رجل منکم بحدیث "آپ میں سے ہر ایک میرے لیے کوئی حدیث بیان کریں۔ ابوصلت نے حدیث ایمان کو سلسلۃ الذہب والی سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے بیان کیا۔ محمد بن عبداللہ کہتا ہے:

بعض حاضرین نے تعجب اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس حدیث کی سند کے متعلق کہا:

ما ھذا الاسناد۔ یہ کیا سلسلہ سند ہے! میرے باپ نے ان کے جواب میں کہا:

ھذا سعوط المجانین، اذا سعط بہ المجنون برأ۔(۳)

یہ اسناد دیوانوں کے لیے دوا ہے کہ جب کوئی دیوانہ اس دوا کو استعمال کرے تو شفا پا جائے گا۔

ظاہراً تعجب کرنے والا فرد احمد بن حنبل ہے اس لیے کہ حضرت امام رضا کی نیشاپور تشریف آوری پر اسحاق بن راہویہ نے یہ سلسلہ سند سنا تھا لہٰذا اس کے لیے کوئی تعجب کا مقام نہیں تھا۔

---

(۱) معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، ص۱۶۳۔

(۲) تاریخ بغداد، ج۹، ص۴۸۳-۴۸۸، شمارہ ۵۱۱۴۔

(۳) تاریخ بغداد، ج۵، ص۴۱۸-۴۱۹، شمارہ ۲۹۳۲۔

ابوصلت ہروی (۲۳۶ھ):

ابوصلت ہروی کہتا ہے: لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لافاق۔(۱)

اگر اس اسناد کو کسی دیوانے پڑھا جائے تو وہ شفاء پا جائے گا۔

احمد ابن حنبل (۲۴۱ھ):

وہ اہل سنت کے چار فقہی اماموں میں سے ایک ہے، کہتا ہے:

لو قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنونہ ۔ و قیل: انہ قرأہ علی مصروع افاق۔(۲)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے افاقہ پا جائے اور عاقل ہو جائے۔اور کہا گیا ہے کہ اس نے ایک ایسے شخص پر پڑھا تو وہ شفا پا گیا۔

دوسری جگہ اس طرح آیا ہے: لو قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبرئ من جنتہ۔(۳)

اگر ان اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھوں تو وہ اس دیوانگی سے افاقہ پا جائے اور عاقل ہو جائے۔

ابن ماجہ قزوینی (۲۷۵ھ):

ابن ماجہ بھی اس حدیث کو ابوصلت ہروی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

لو قرئ ھذا الاسناد علی مجنون لافاق۔(۴)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں تو وہ شفا پا جائے گا۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۲۵۔

(۲) نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج۱،ص۲۳۔

(۳) الصواعق المحرقۃ، ج۲،ص۵۹۵۔ جواھر العقدین فی فضل الشرفین،ص۳۳۶۔نثر الدرر، ج۱،ص۳۶۲۔

(۴) سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۲۵۔

ابوحاتم رازی شافعی (۲۷۷ھ):

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اپنے باپ ابوحاتم سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

انه (احمد بن حنبل) قرأه علی مصروع فافاق۔(۱)

بیشک اس نے ایک دیوانے پر ان اسناد کو پڑھا وہ شفا پا گیا۔

یحیٰ بن حسین حسنی (۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کے صحیفہ کی اسناد کے بارے میں ہمیشہ کہتا تھا:

لو قریٔ هذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق۔(۲)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں تو وہ شفا پا جائے گا۔

ابوبکر محمد بن حسین آجری شافعی (۳۶۰ھ):

هذا الاسناد اصل کبیر فی الایمان عند الفقهاء المسلمین قدیماً و حدیثاً و هو موافق لکتاب الله عزو جل، لا یخالف هذاالامر الا مرجی خبیث مهجور مطعون علیه فی دینه وانا ابین معنی هذا لیعلمه جمیع من نظر فیه نصیحة للمؤمنین۔(۳)

یہ حدیث متقدمین و متاخرین فقہاء مسلمین کے نزدیک باب ایمان میں ایک بہترین اصل ہے کہ جو قرآن کریم سے کاملاً مطابقت رکھتی ہے، اس امر میں انسان خبیث و مطرود و بے دین کے علاوہ کوئی بھی مخالفت نہیں کرسکتا، میں ابھی اس کی توضیح و تشریح کرتا ہوں کہ جو لوگ بھی اس حدیث میں دقت نظر سے کام لیتے ہیں سمجھ لیں اور یہ مؤمنین کے لیے نصیحت قرار پائے۔

وہ اس حدیث کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دیتے ہوئے صحیح جانتا ہے۔

---

(۱) نثر الدرر، ج۱، ص۳۶۲۔ جامع الشمل فی حدیث خاتم الرسل، ج۱، ص۳۰۔

(۲) ربیع الابرار و نصوص الاخبار، ج۴، ص۹۷، ح۳۳۶۔ (۳) الاربعین حدیثا، ص۴۷، ح۱۲۔

دار قطنی شافعی (۳۸۵ھ):

اگر چہ اس کے لیے مشہور یہ ہے کہ وہ ابوصلت کا مخالف ہے لیکن اس نے اصل روایت کو قبول کیا ہے اور حدیث ایمان کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے: فی نسخ کثیرۃ عندنا عنہ بھذا الاسناد۔(۱)

ابوصلت سے اس روایت کے متعدد نسخے ہمارے پاس موجود ہیں۔

منصور بن حسین آبی (۴۲۱ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت میں احمد بن حنبل و ابوحاتم رازی شافعی کے کلام کو نقل کرتا ہے۔(۲)

ابونعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ):

ابونعیم اصفہانی بھی اس حدیث کے متعلق احمد بن حنبل سے ایک جامع وتعجب خیز بیان نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: قال لی احمد بن حنبل : ان قرأت ھذا الاسناد علی مجنون لبریٔ من جنونہ وما عیب ھذا لحدیث الا جودۃ اسنادہ۔(۳)

احمد بن حنبل نے مجھ سے کہا: اگر اس حدیث کی اسناد کو کسی دیوانے پر پڑھو تو اس کی دیوانگی ختم ہو جائے گی اور اس حدیث میں عیب یہی ہے کہ اس کے اسناد بہت پاک ہیں۔

بیہقی شافعی (۴۵۸):

اس نے حدیث ایمان کو نقل کیا، اور اس کو قبول کیا ہے، اور اس حدیث کی صحت کو ثابت کرنے کے لیے اس سلسلہ میں دوسری احادیث نبوی سے استفادہ کیا ہے۔(۴)

---

(۱) الموتلف والمختلف، ج۲،ص ۱۱۱۵۔

(۲) نثر الدرر، ج۱،ص ۳۶۲۔

(۳) تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصبھان)، ج۱،ص ۱۷۴، شمارہ ۱۷۳۔

(۴) شعب الایمان، ج۱،ص ۴۸، ح ۱۶-۱۷۔

شجری جرجانی حنفی (۴۹۹ھ):

شجری جرجانی بھی اپنی اسناد کے ساتھ ابو حاتم وعبدالسلام (ابوصلت) سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

ھذاالاسناد لوقرئ فی اذن مجنون لبرئ۔(۱)

ابوحامد محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ):

اس نے حدیث سلسلۃ الذھب کی تائید کے ساتھ ساتھ اس کی شرح وتفسیر بھی کی ہے۔(۲)

زمخشری حنفی (۵۳۸ھ):

وہ حدیث سلسلۃ الذھب کی عظمت میں یحیٰ بن حسین حسنی کے قول کونقل کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ کہتا تھا:

لوقرئ ھذا الاسناد فی اذن مجنون لافاق۔(۳)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے کے کان میں پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ):

قال بعض اھل العلم :لوقرئ ھذا الاسنادعلی مجنون لبرئ۔(۴)

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً شفایاب ہو جائے گا۔

---

(۱) الامالی الخمیسۃ، ج۱، ص۱۳، ح۷۔

(۲) شرح حدیث سلسلۃ الذھب، اس کتاب کا خطی نسخہ محمدیہ لائبریری ہندوستان میں ہے، دیکھیے: اھل بیت فی المکتبۃ العربیہ، ص۲۳۷، شمارہ ۲۹۱۔

(۳) ربیع الابرار ونصوص الاخبار، ج۴، ص۹۷، ح۳۲۶۔

(۴) التبیین فی انساب القرشیین، ص۱۳۳۔

سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ):

اس نے اس حدیث کی عظمت میں ابن قدامہ مقدسی حنبلی کے کلام کو دہرایا ہے اور کہتا ہے:

لو قرئ هذا الاسناد علی مجنون لبرئ۔(۱)

اگر یہ اسناد کسی دیوانے پر پڑھے جائیں وہ یقیناً عقلمند ہو جائے گا۔

جمال الدین مزی شافعی (۷۴۲ھ):

روی له ابن ماجه هذا الحدیث و قد وقع لنا عنه عالیاً جداً۔(۲)

ابن ماجہ نے اس حدیث کو نقل کیا، اس کی سند بہت عالی اور ہمارے لیے ثابت ہے۔

پھر اس روایت کے تمام اسناد وطرق کو بیان کرتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی حدیث ایمان کی تائید میں حضرت امام رضاؑ کے علاوہ دوسرے طریق سے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے بھی نقل کی ہے۔(۳)

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ):

حدیث حسن اللفظ و المعنی، رجال اسناده ثقات غیر عبدالسلام بن صالح الهروی و هو خادم الامام علی بن موسی الرضا، فانهم ضعفوه مع صلاحه وقد روی ایضاً عن مالك و حماد بن زید و روی عنه احمد بن ابی خثیمة و عبد الله ابن الامام احمد و جماعة ---

---

(۱) تذکرۃ الخواص من الآئمۃ بذکر خصائص الآئمۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۵، شمارہ ۴۰۰۳۔

(۳) تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، ج ۷، ص ۳۶۶، ح ۱۰۰۷۶۔

---- وفی الجملة حيث صح السند الى احد هذه الذرية الطاهرة اماصحيح او حسن او صالح يحتج به---(۱)

یہ حدیث لفظ و معنی کے اعتبار سے حسن و قابل قبول ہے اس کی سند کے رجال بھی ثقہ ہیں سوائے ابوصلت ہروی کے کہ وہ امام رضاؑ کا خادم تھا اور اس کے یہاں صلاحیت و شائستگی کے باوجود بھی علماء نے اس کی تضعیف کی ہے، اس روایت کو مالک اور حماد بن زید نے بھی نقل کیا ہے کہ اس نے احمد بن ابی خثیمہ، امام احمد بن حنبل کے فرزند عبداللہ اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔۔۔ بہر حال جب بھی کوئی روایت سلسلہ سند کے اعتبار سے صحیح ہوتے ہوئے اہل بیت اطہارؑ کے کسی فرد تک پہنچ جائے تو وہ حدیث یا صحیح ہے یا حسن ہے یا یہ صلاحیت رکھتی ہے کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔

عبدالرحمٰن صفوری شافعی (۸۹۴ھ):

وہ اس حدیث کی عظمت میں احمد بن حنبل و ابوحاتم رازی شافعی کے کلام کو نقل کرتا ہے۔(۲)

سیوطی شافعی (۹۱۱ھ):

وہ حدیث مذکورہ کی تقویت میں کہتا ہے:

والحق انه ليس بموضوع۔(۳)

حق یہ ہے کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی و جعلی نہیں ہے۔

اور اس حدیث کی تائید میں اس حدیث کے دوسرے طرق بھی نقل کرتا ہے۔(۴)

---

(۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ، ص۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس، ج۱، ص۲۳۔

(۳) شرح سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۵۲۔

(۴) اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، ج۱، ص۳۸۔

ابوالحسن علی بن محمد کنانی شافعی (۹۶۳ھ):

وہ دو مرحلوں میں اس روایت کی صحت کو ثابت کرتا ہے، پہلے مرحلے میں ابوصلت کی شخصیت کو تقویت دیتا ہے اور پھر سند روایت اور حدیث کو استحکام بخشتا ہے۔

دوسرے مرحلے میں حدیث حسن وایمان کے مضمون ومطالب پر دو شاہد پیش کرتا ہے تا کہ کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے، وہ کہتا ہے:

ولھما شاھدان : حدیث ابی قتادة : من شھد ان لااله الا الله ، ان محمداً رسول الله فذل بھا لسانه و اطمأن بھا قلبه ، لم تطعمه النار، اخرجه البیھقی فی الشعب۔

و ثانیھما من حدیث عایشة : الایمان بالله اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان ، اخرجه الدیلمی و الشیرازی فی الالقاب۔(۱)

ان دونوں روایات کے دو شاہد ہیں ایک حدیث ابوقتادہ کہ جو لاالہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی شہادت دے اور ان پر دل سے ایمان بھی رکھتا ہو تو اس کو جہنم کی آگ نہیں کھا سکتی، اس روایت کو بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

دوسری عایشہ سے روایت ہے کہ خدا پر ایمان، زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے کا نام ہے، اس روایت کو دیلمی و شیرازی نے کتاب القاب میں نقل کیا ہے۔

ابوالحسن سندی حنفی (۱۱۳۸ھ):

وہ صحیح بخاری وسنن ابن ماجہ کا شارح ہے اس حدیث کی تائید میں علماء و بزرگان اہل سنت کے کلام کو بیان کرتا ہے اور ابوصلت کی روائی حیثیت سے دفاع کرتا ہے اور سیوطی شافعی سے نقل کرتے ہوئے اس حدیث کی تقویت میں کہتا ہے:

---

(۱) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج۱، ص۱۵۲۔

والحق انه لیس بموضوع۔(۱)

حق وانصاف یہ ہے کہ یہ حدیث جعلی و گھڑی ہوئی نہیں ہے۔

عجلونی شافعی (۱۱۶۲ھ):

ابن جوزی حنبلی کے کلام کی رد میں کہ اس نے ابوصلت ہروی کی تضعیف کرتے ہوئے اس حدیث کو جعلی قرار دیا ہے، عجلونی ابوصلت ہروی کی شخصیت کے دفاع اور اس حدیث کی تائید میں کہتا ہے:

ومن لطائف اسناده رواية الابناء عن الآباء فی جمیعه۔(۲)

اس روایت کی اسناد میں ظریف ولطیف نکتہ یہ ہے کہ پورے سلسلہ سند میں اولاد اپنے آباء واجداد سے نقل کرتے ہیں۔

اہل سنت کے علماء و بزرگان کے کلام وتائیدات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیوطی شافعی کا کلام کہ جو اس نے کہا کہ "والحق انه لیس بموضوع "(۳) کا ملاً معنی دار نظر آتا ہے اور ابن جوزی حنبلی و دوسرے لوگوں کا نظریہ کہ یہ حدیث جعلی و من گھڑت ہے باطل ہے بلکہ یقیناً یہ حدیث امام رضاؑ کی فرمائشات میں سے ہے۔

قندوزی حنفی (۱۲۹۴ھ):

وہ بھی ابن ماجہ کی روایت کو نقل کرکے اور ابوصلت کا اس روایت کے بارے میں نظریہ پیش کرکے حدیث ایمان کی تائید کرتا ہے۔(۴)

---

(۱) شرح سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۵۲۔

(۲) کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج۱،ص۲۲۔

(۳) شرح سنن ابن ماجہ، ج۱،ص۵۲۔

(۴) ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج۳،ص۱۲۳-۱۲۴۔

محمد فواد عبد الباقی حنفی:

وہ بھی سنن ابن ماجہ کے تعلیقہ میں حدیث مذکور کے ذیل میں ابوصلت کے جملہ کی تکرار کر کے اس حدیث کی تائید کرتا ہے اور کہتا ہے:

لبرأ من جنونه لما في الاسناد من خيار العباد وهم خلاصة اهل بيت النبوة رضى الله تعالى عنهم۔(۱)

یقیناً دیوانہ شفاء پا جائے گا چونکہ اس روایت کی اسناد میں وہ نیک بندے ہیں کہ جو اہل بیت نبوت کے خلاصہ و نچوڑ ہیں خداوند ان سے راضی ہو۔

ڈاکٹر فاروق حمادہ:

وہ بھی حدیث ایمان کو نقل کر کے ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:

لانه سلسلة آل البيت، رضى الله عنهم۔(۲) اس لیے کہ یہ سلسلہ اہل بیت علیہم السلام ہے

مخالفین

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض افراد کو یہ گمان ہے کہ حدیث ایمان کو فقط ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے اور وہ اس کا تنہا راوی ہے لہذا ابوصلت کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لہذا یہاں پر ابوصلت ہروی کا مقام اور ان کی روائی حیثیت خود اہل سنت کے نزدیک پیش کرتے ہیں۔

---

(۱) تعلیقہ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۶، ح ۶۵۔

(۲) پاورقی کتاب ابونعیم اصفہانی، الضعفاء، ص ۱۰۸۔

اہل سنت کے نزدیک ابوصلت ہروی کی روائی حیثیت

جیسا کہ واضح ہے کہ بعض افراد بغیر تحقیق و جستجو اور اپنے علماء کے نظریات پر توجہ کیے بغیر یہ گمان کرتے ہیں کہ حدیث حصن وایمان کو فقط ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے اور وہ اس کا تنہا راوی ہے لہذا ابوصلت کی تضعیف کر کے اس حدیث کو بے اعتبار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جب کہ یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس روایت کے نہ صرف ابوصلت تنہا راوی بلکہ یہ دونوں حدیثیں ابوصلت کے علاوہ تقریباً دس طریقوں سے نقل ہوئی ہیں۔

بنابرایں لازم ہے کہ جو بے بنیاد اور جھوٹی تہمتیں ابوصلت پر لگی ہیں ان سے دفاع کیا جائے اور ان کی موقعیت، ان کی روایات اور ان کے مذہب کے سلسلے میں گفتگو اور ان کے متعلق علماء اہل سنت کے نظریات پیش کیے جائیں۔

ابوصلت ہروی مذہب شیعہ اثنا عشری کے نزدیک کاملاً ثقہ، صادق اور ان کی روایات صحیح ہیں۔(۱) لیکن اہل سنت کی کتب رجال میں ابوصلت کی شخصیت اور ان کی روایات کے متعلق تقریباً تین نظریے پائے جاتے ہیں۔

پہلا نظریہ:

ابوصلت کی روائی حیثیت اور ان کی روایات کے موافق حضرات، مذہبی تعصب کو نظرانداز کر کے ابوصلت کی روائی حیثیت اور ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔

دوسرا نظریہ:

یہ ان افراد کا نظریہ ہے کہ جو ابوصلت کی روائی حیثیت کو قبول کرتے ہوئے ان سے نقل شدہ روایات پر انتقاد واعتراض کرتے ہیں لیکن ابوصلت پر جھوٹ و جعل کی تہمت نہیں لگاتے۔

---

(۱) رجال النجاشی، ص ۲۴۵، شمارہ ۶۴۳۔ اختیار معرفۃ الرجال، ص ۶۱۵ و ۶۱۶ ح ۱۱۴۸ و ۱۱۴۹۔

تیسرا نظریہ:

ابوصلت کی روائی حیثیت اوران کی روایات کے مخالف افراد۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے مذہبی تعصب کو علمی میدان میں دخیل کیا اور ابوصلت کو بے بنیاد و بغیر کسی دلیل کے فقط محبت اہل بیت کے جرم میں اوران کے فضائل کی روایات کو نقل کرنے کے جرم انتہائی شدت کے ساتھ تضعیف کی اور ابو صلت کو جھوٹا اور حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

پہلا نظریہ

اہل سنت کے نظریات میں ابوصلت ہروی کا مذہب سنی اور مذہب شیعہ کی طرف تمائل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، وہ اپنے ہم عصر اور بعد کے علماء اہل سنت کے نزدیک ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوصلت، علماء اہل سنت کے نزدیک بلند و بالا شخصیت کے حامل ہیں، وہ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل (۱)، عبدالرزاق صنعانی، یحی بن معین، احمد بن سیار مروزی شافعی (۲)، محمد بن عبداللہ بن نمیر (۳) اور محمد بن یعقوب فسوی (۴) کے بہت قریبی دوست تھے۔

اہل سنت کے علماء و مصنفین نے مذہبی تعصب سے چشم پوشی کرتے ہوئے اور ابوصلت کے شیعہ مذہب کی طرف تمایل کو دیکھتے ہوئے بھی ابوصلت کی روایت اوران کی روائی حیثیت کی تقویت وتوثیق کی ہے، اور ابوصلت کی روایات کو قبول کرنے کے علاوہ اہل سنت کے بزرگوں نے ان سے روایات کو نقل کیا ہے اوران کو عظیم القاب و اوصاف سے نوازا ہے جیسے حافظ، ثقہ، مامون، صدوق، ضابط، ادیب، فقیہ، عالم، رحال، وغیرہ۔ اس نظریہ کے علماء اہل سنت یہ ہیں:

---

(۱) تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۴۱۸-۴۱۹، شمارہ ۲۹۳۲۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۷۔

(۳) معرفۃ الرجال، ج ۱، ص ۹۷، شمارہ ۲۳۱۔ (۴) المعرفۃ والتاریخ، ج ۳، ص ۷۷۔

یحی بن معین، عجلی، ابو داؤد سجستانی (صاحب سنن) ابن شاہین، حاکم نیشاپوری شافعی، حاکم حسکانی حنفی، ابو یعلی قزوینی، مزی شافعی، محمد بن محمد جزری شافعی، ابن حجر عسقلانی شافعی، ابن تغری حنفی، ابوالحسن کنانی شافعی، ابوالحسن سندی حنفی اور عجلونی شافعی۔

یحی بن معین (۲۳۳ھ):

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے: وثقه امام اهل الحديث، يحي بن معين۔(۱)

امام اہل حدیث یحی بن معین نے ابوصلت کی توثیق کی ہے۔

یحی بن معین نے مختلف مقامات پر ابوصلت ہروی کی شخصیت اور روائی حیثیت سے دفاع کیا ہے اور ان کو شیعہ جانتے ہوئے بھی ان کے بارے میں اس طرح کی عبارات وکلام اپنی زبان پر جاری کیا ہے کہ جوان کی وثاقت کے علاوہ ان کی عظمت وجلالت پر دلالت کرتا ہے۔

عباس بن محمد دوری کہتا ہے:

سألت يحي بن معين، عن ابي صلت الهروی، فقال ثقه۔(۲) میں نے یحی بن معین سے ابوصلت ہروی کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا وہ ثقہ ہیں۔

صالح بن محمد کہتا ہے کہ یحی بن معین سے ابوصلت کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ "صدوق" وہ سچے ہیں۔(۳)

ابن محرز کہتا ہے: ابوصلت کے بارے میں یحی بن معین سے دریافت کیا تو جواب ملا: ليس ممن يكذب۔(۴) وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جو جھوٹ بولیں۔

---

(۱) تهذيب التهذيب، ج۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۲) و (۳) المستدرك على الصحيحين، ج ۳، ص ۱۳۷، ح ۴۶۳۷/۲۳۵۔

(۴) معرفة الرجال، ج ۱، ص ۷۹، شمارہ ۲۳۱۔

ابراہیم بن عبداللہ بن جنید کہتا ہے: یحیٰ بن معین سے ابوصلت ہروی کے متعلق سوال کیا تو جواب دیا: قد سمع وما اعرفه بالکذب۔(۱)

اس نے روایات سنیں ہیں اور میں اس کو جھوٹا نہیں مانتا۔

وہی دوسری جگہ پر یحیٰ بن معین سے اس طرح نقل کرتا ہے:

لم یکن ابو صلت عندنا من اهل الکذب۔(۲)

ابوصلت ہمارے نزدیک جھوٹوں میں سے نہیں ہیں۔

ایک اور جگہ پر یحیٰ بن معین یقین کے ساتھ کہتا ہے: ثقة صدوق الا انه يتشيع۔(۳)

ابوصلت ثقہ اور سچے تھے لیکن وہ مذہب شیعہ کی طرف مائل تھے۔

یحیٰ بن معین نے متعدد ومختلف مقامات پر ابوصلت سے دفاع کیا ہے ان سے جھوٹ وجعلی حدیث جیسی تہمتوں کو دور کیا ہے۔

ابوصلت پر جعل حدیث کی تہمتوں میں سے ایک تہمت حدیث "انا مدينة العلم وعلی بابها" کے جعل وگھڑنے کی ہے کہ بعض علماء اہل سنت اس حدیث کو ابوصلت ہروی کی من گھڑت مانتے ہیں جب کہ یحیٰ بن معین کی توثیق سے ابوصلت سے یہ تہمت مرتفع ہے اگر چہ اس حدیث کے اور دوسرے طرق واسناد بھی موجود ہیں۔(۴)

---

(۱)و(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱ ص ۴۸-۴۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱ ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔ تھذیب التھذیب، ج ۶ ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۳) تاریخ بغداد، ج ۱۱ ص ۴۸-۴۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱ ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔ تھذیب التھذیب، ج ۶ ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۴) تاریخ بغداد، ج ۱۱ ص ۴۸-۴۹، شمارہ ۵۷۲۸۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱ ص ۴۶۳، شمارہ ۴۰۰۳۔ تھذیب التھذیب، ج ۶ ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳ ص ۱۳۷، ح ۴۶۳۷/۲۳۵۔

صالح بن محمد کہتا ہے: رأيت ابن معين جاء الى ابى صلت فسلم عليه۔(۱)

میں نے یحیٰ بن معین کو دیکھا کہ وہ ابوصلت ہروی کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔

یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابوصلت اس مقام و منزلت پر تھے کہ امام اہل حدیث ان کی خدمت میں آتے اور سلام کرتے تھے۔

عجلی (۲۶۱ھ):

ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے: عبدالسلام بن صالح بصرى ثقة ۔(۲)

عبدالسلام بن صالح اہل بصرہ اور ثقہ ہیں۔

ابوداؤد سجستانی (۲۷۵ھ):

وہ ابوصلت کے بارے میں کہتے ہیں: كان ضابطا۔(۳)

ابوصلت حدیث کو نقل و ضبط کرنے میں بہت دقت کرتے تھے۔

محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ):

وہ ابوصلت ہروی کے ہم عصر تھے اور ان ہی کے علاقے میں رہتے تھے اور ابوصلت ہروی و دیگر علماء اہل سنت سے بہت اچھے و قریبی تعلقات تھے، ابوصلت ہروی کے رجال ہونا اور فضائل کے باب میں ابوصلت کا روایات نقل کرنا یقیناً بخاری کے کانوں تک پہنچا ہوگا لیکن پھر بھی بخاری نے ابوصلت کو اپنی کتاب ضعفاء میں نقل نہیں کیا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بخاری کی نظر میں ابوصلت کے یہاں کوئی مشکل نہیں تھی۔

---

(۱) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۳۷، ح ۴۶۳۷/۲۳۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۴۴۸۔

(۲) تاریخ الثقات، ص ۳۰۳، شمارہ ۱۰۰۲۔

(۳) تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶ - ۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

ابن شاہین (۳۸۵ھ):

وہ اگر چہ ابوصلت کے شیعہ ہونے کے بارے میں یقین رکھتا ہے لیکن تعصب سے چشم پوشی کرتے ہوئے ابوصلت کی سچائی وو ثاقت سے توصیف کرتا ہے:

ابو الصلت الهروی ثقة صدوق الا انه يتشيع۔(۱)

ابوصلت ہروی ثقہ وصدوق ہیں مگر شیعیت کی طرف مائل ہیں۔

حاکم نیشاپوری شافعی (۴۰۵ھ):

وہ ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے: وثقه امام اهل الحديث ، يحی بن معين۔(۲)

امام اہل حدیث یحیٰ بن معین نے ابوصلت کی توثیق کی ہے۔

پھر دوسری جگہ کہتا ہے: ابو الصلت ثقة مامون ۔(۳) ابوصلت ثقہ وامین ہیں۔

ابویعلی قزوینی (۴۵۶ھ):

وہ علماء اہل سنت کے نزدیک ابوصلت ہروی کے مقام ومنزلت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

---

(۱) تاریخ اسماء الثقات، ص ۲۲۷، شمارہ ۸۳۶۔

(۲) دیکھیے: تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔ المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۷، ح ۴۶۳۷/۲۳۵۔

(۳) المستدرک علی الصحیحین، ج ۳، ص ۱۲۷، ح ۴۶۳۷/۲۳۵۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابن حجر عسقلانی نے حاکم نیشاپوری کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ وہ ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے "روی المناکیر"۔ دیکھیے: تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۷۔ لہذا اگر یہ نسبت صحیح بھی ہو بالفرض تو بھی حاکم کے ابوصلت کو امین وثقہ ماننے سے کوئی تعارض نہیں ہے چونکہ اہل سنت کے نزدیک روایات منکر کو نقل کرنے سے وثاقت پر دھبہ نہیں آتا۔ دیکھیے: لکھنوی حنفی: الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۹۸، ایقاظ ۷۔

ابو الصلت مشہور روی عنہ الکبار۔(۱)

ابوصلت مشہور ہیں اور ان سے بزرگوں نے روایات نقل کی ہیں۔

حاکم حسکانی حنفی (حدود ۴۹۰ھ):

ابو الصلت عبدالسلام بن صالح الھروی و ھو ثقۃ اثنی علیہ یحی ابن معین و قال ھو صدوق۔(۲)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی ثقہ ہیں اور ان کی تعریف وتوصیف یحی ابن معین نے بھی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ سچے ہیں۔

مزی شافعی (۷۴۲ھ):

وہ ابوصلت ہروی کو بہت ہی احترام کے ساتھ یاد کرتا ہے اور کہتا ہے:

ابو الصلت الھروی سکن نیشاپور و رحل فی طلب الحدیث الی البصرۃ و الکوفۃ والحجاز و الیمن و ھو خادم علی بن موسی الرضی ، ادیب فقیہ عالم --- روی لہ ابن ماجہ ھذا الحدیث (حدیث ایمان) وقد وقع لنا عنہ عالیاً جداً۔(۳)

ابوصلت ہروی نیشاپور میں رہتے تھے اور طلب حدیث میں بصرہ، کوفہ، حجاز اور یمن کا سفر کیا آپ امام علی بن موسیٰ الرضی (الرضاؑ) کے خادم تھے، آپ ادیب، عالم، فقیہ --- تھے، آپ سے یہ حدیث (حدیث ایمان) ابن ماجہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک یہ حدیث عالی وعمدہ سند کے ساتھ ثابت ہے۔

---

(۱) الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، ص ۳۳۵۔

(۲) شواھد التنزیل لقواعد التفضیل، ج ۱، ص ۱۰۵، ح ۱۱۸۔

(۳) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۲، شمارہ ۴۰۰۳۔

محمد بن محمد جزری شافعی (۸۳۳ھ):

اس نے حدیث ایمان کی عظمت میں بہت ہی عمدہ گفتگو کی ہے اور ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے: وھو خادم الامام علی بن موسی الرضا ،فانھم ضعفوہ مع صلاحہ۔۔(۱)

ابوصلت ہروی حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ کے خادم ہیں اور علماء نے ان کی صلاحیت وشائستگی کے باوجود تضعیف کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ):

سکن نیسابور ، ورحل فی الحدیث الی الامصار وخدم علی بن موسی الرضا ۔(۲)

ابوصلت ہروی نیشاپور میں رہتے تھے اور طلب حدیث میں متعدد شہروں کا سفر کیا آپ امام علی بن موسی الرضاؑ کے خادم تھے۔

وہ دوسری جگہ پر ابوصلت کے شیعہ ہونے پر تاکید کے ساتھ ساتھ پھر بھی ابوصلت کو سچا مانتا ہے اور جن لوگوں نے ابوصلت کو جھوٹا جانا ہے ان کو متعصب وافراطی کہتا ہے:

صدوق لہ مناکیر و کان یتشیع افرط العقیلی فقال کذاب۔(۳)

ابوصلت ایک سچے انسان ہیں کچھ احادیث عجیب وغریب بھی نقل کی ہیں وہ شیعہ ہیں لیکن عقیلی نے افراط کیا ہے اور ان کو جھوٹے ہونے کی نسبت دی ہے۔

---

(۱) اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ، ص ۱۲۲-۱۲۶۔

(۲) تھذیب التھذیب، ج۶، ص ۲۸۶-۲۸۷، شمارہ ۶۱۹۔

(۳) تھذیب التھذیب، ج۱، ص ۵۰۶، شمارہ ۱۱۹۰۔

یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حدیث منکر کا نقل کرنا راوی کے ضعف کا سبب نہیں ہوتا۔(۱)

ابن تغزی بردی حنفی (۸۷۴ھ):

وہ ابوصلت کو بہت ہی اچھے کلمات سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے:

ابو الصلت الھروی الحافظ الرحال، رحل فی طلب العلم الی البلاد و اخذ الحدیث عن جماعة وروی عنه غیر واحد ۔قیل انه کان یتشیع۔(۲)

ابوصلت ہروی حافظ اور بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے آپ نے طلب علم کی خاطر بہت شہروں کی طرف سفر کیا، ایک جماعت سے حدیث کو سنا اور ان سے بھی متعدد افراد نے روایت نقل کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔

واضح رہے کہ کسی راوی کے بارے میں لفظ حافظ اس کی مدح وثنا کی طرف اشارہ ہے۔ اور اہل سنت کے نزدیک یہ بہت بڑا لقب ہے۔

لفظ حافظ ایک اصطلاح ہے کہ جس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حافظ وہ شخص ہے کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں سند و متن کے ساتھ یاد ہوں اور ان پر مسلط ہو۔

بعض نے حافظ کی تشریح میں کہا ہے کہ جو تین لاکھ یا ساتھ لاکھ احادیث یاد کیے ہوئے ہو۔(۳)

بہر حال ابوصلت کو حافظ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث کے نقل وضبط میں کس قدر دقیق تھے اور لاکھوں حدیثوں کے متن وسند پر احاطہ رکھتے تھے۔

---

(۱) دیکھیے: لکھنوی حنفی: الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۹۸، ایقاظ ۷۔

(۲) النجوم الزاھرہ فی ملوک مصر والقاھرہ، ج ۲، ص ۳۴۴۔

(۳) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ص ۴۹-۵۲۔

ابوالحسن کنانی شافعی (۹۶۳ھ):

وہ حدیث ایمان کی صحت اور اس کے جعلی نہ ہونے کے بارے میں دو مرحلوں میں گفتگو کرتا ہے پہلے مرحلے میں ابوصلت کی روائی حیثیت کو پیش کرتا ہے اور ان کا مقام یحی ابن معین کے نزدیک بیان کرتا ہے اور ان کے ثقہ وصدوق ہونے پر علماء کا کلام پیش کرتا اور جعل وجھوٹ کی تہمت سے دفاع کرتا ہے۔اور دوسرے مرحلے میں ان کی احادیث پر دو شاہد پیش کرتا ہے ایک حدیث ابوقتادہ اور دوسری حدیث عائشہ کہ جو حدیث ایمان کی تائید میں ہے، لہذا یہ ''روی المناکیر'' جیسی تہمت ابوصلت کے دامن کو داغدار نہیں کر سکتی۔(۱)

ابوالحسن سندی (۱۱۳۸ھ):

وہ حدیث ایمان کی تائید میں علماء اہل سنت کی توثیقات کو بیان کرتا ہے اور ابوصلت کی روائی شخصیت سے دفاع کرتا ہے اور سیوطی شافعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

والحق انه ليس بموضوع ۔(۲) حق وانصاف یہ ہے کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی نہیں ہے۔

عجلونی شافعی (۱۱۶۲ھ):

وہ بھی ان لوگوں کی رد میں کہ جنھوں نے حدیث ایمان کو ابوصلت کی من گھڑت مانا ہے اور ابوصلت کے کلام کی تائید میں کہتا ہے:

ومن لطائف اسناده رواية الابناء عن الآباء في جميعه ۔(۳) اس روایت کی اسناد میں ظریف ولطیف نکتہ یہ ہے کہ پورے سلسلہ سند میں اولاد اپنے آباء واجداد سے نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، ج ۱، ص ۱۵۲۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔

(۳) کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج ۱، ص ۲۲۔

دوسرا نظریہ

اس نظریہ میں ابوصلت کی شخصیت روائی قابل قبول ہے لیکن جو روایات ان سے نقل ہوئیں ہیں ان پر اعتراض ہے۔

زکریا بن یحیی ساجی بصری شافعی (۳۰۷ ھ):

اس نے ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی بات نہیں کی لیکن ان سے منقول عجیب و غریب روایات پر اعتراض کیا ہے اور اسی لیے ان پر نقد و انتقاد کیا ہے:

یحدث مناکیر ھو عندھم ضعیف۔ (۱)

ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے وہ اسی وجہ سے اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے۔

نقاش حنبلی (۴۱۴ ھ):

اس نے بھی ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی بات نہیں کی اور صرف ان سے منقول روایات پر اظہار نظر کی ہے لہذا کہتا ہے: روی مناکیر۔ (۲) ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے

ابونعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ ھ):

اس نے بھی ابوصلت کی سچائی اور ان کی نقل روایت پر کوئی اظہار نظر نہیں کی بلکہ صرف ان کی روایات پر اظہار خیال کرتا ہے: یروی احادیث منکرۃ۔ (۳)

ابوصلت عجیب و غریب روایت نقل کرتا ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۵۱۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۶۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۴۶۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۶۱۶۔ تذھیب تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۶، ص ۹۱۔ تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔

(۲) تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔ (۳) الضعفاء الکبیر، ص ۱۰۸، شمارہ ۱۴۰۔

نقد و تحقیق:

دوسرا نظریہ ابوصلت کی وثاقت، امانت داری اور سچائی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا چونکہ اہل سنت کی نظر میں رجالی اعتبار سے کسی راوی کے روایات فضائل بیان کرنا کہ جن کو وہ عجیب و غریب روایات کہہ رہے ہیں اس راوی کے ضعیف ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ تضعیف کے لیے روایات مناکیر کے علاوہ کوئی اور دلیل ہونی چاہیے۔(۱)

تیسرا نظریہ

اس نظریہ میں ابوصلت کی شخصیت اور ان سے منقول روایات دونوں پر اعتراض ہوا ہے۔ بعض اہل سنت کے متعصب افراد نے صرف اہل بیت کی محبت اور ان کے فضائل میں روایات نقل کرنے پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں اور مختلف عبارات سے توہین کی ہے۔

ابراہیم بن یعقوب جوز جانی (۲۵۹ھ):

اس نے ابوصلت کے بارے میں امام اہل حدیث یحیٰ بن معین اور دیگر علماء اہل سنت کی توثیقات کو نظر انداز کیا اور صرف تعصب سے کام لیتے ہوئے ابوصلت ہروی کی توہین و بے ادبی کی اور اس طرح کہا:

کان ابو الصلت الهروی زائغاً عن الحق مائلاً عن القصد، سمعت من حدثنی عن بعض الآئمة انه قال فیه: هو الکذب من روث حمار الدجال و کان قدیماً متلوثاً فی الاقذار۔(۲)

---

(۱) الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۹۸، ایقاظ ۷۔

(۲) احوال الرجال، ص ۲۰۵-۲۰۶، شمارہ ۳۷۹۔

ابوصلت ہروی راہ حق سے منحرف، سیدھے راستے سے ہٹا ہوا تھا، میں نے ان علماء سے سنا کہ جو بعض آئمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوصلت کذب وجھوٹ اور دجال کے گدھے کی لید ہے، وہ پہلے ہی سے گندگیوں میں آلودہ تھا۔

ابوحاتم رازی شافعی (۲۷۷ھ):

لم یکن عندی بصدوق وھو ضعیف۔(۱)

میرے نزدیک وہ سچا نہیں ہے اور وہ ضعیف ہے۔

ابوزرعہ دمشقی حنبلی (۲۸۱ھ):

ابوحاتم رازی شافعی کہتا ہے:امر ابو زرعة ان یضرب علی حدیث ابی الصلت وقال: لا احدث عنه و لا ارضاه۔(۲)

ابوزرعہ نے حکم دیا کہ ابوصلت کی روایات کو نقل نہ کیا جائے اور کہا کہ میں اس سے حدیث نقل نہیں کرتا اور نہ اس سے راضی ہوں۔

نسائی شافعی (۳۰۳ھ):

یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی ابوصلت کی تضعیف کی ہے اور کہا ہے: لیس بثقة۔(۳)

وہ ثقہ نہیں ہے۔

---

(۱) الجرح والتعدیل، ج۶،ص۴۸،شمارہ ۲۵۷۔

(۲) الجرح والتعدیل، ج۶،ص۴۸،شمارہ ۲۵۷۔

(۳) نسائی کی کتاب الضعفاء والمتروکین میں اس طرح کا مطلب ذکر نہیں ہوا ہے دوسروں نے اس کی طرف یہ نسبت دی ہے۔ دیکھیے: تاریخ بغداد، ج۱۱،ص۵۱۔تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج۱۱،ص۴۶۶۔سیر اعلام النبلاء، ج۱۱،ص۴۴۷۔میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج۲،ص۶۱۶۔

عقیلی مکی (۳۲۲ھ):

وہ انتہائی تعصب کے ساتھ ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے:

کان رافضیاً خبیثاً ۔۔۔ و ابو الصلت غیر مستقیم الامر۔(۱)

ابوصلت رافضی اور پست ہے اس کا عقیدہ صحیح و درست نہیں ہے۔

دوسری جگہ اس طرح کہا ہے: کذاب ۔(۲) وہ بہت جھوٹا ہے۔

ابن حبان بستی شافعی (۳۸۵ھ):

وہ دو مقام پر ابوصلت ہروی اور ان سے مروی روایات کی تضعیف کرتا ہے اور کہتا ہے: یجب ان یعتبر حدیثه اذاروی عنه غیراولاده و شیعته وابی الصلت خاصة فان الاخبار التی رویت عنه وبین بواطیل، انما الذنب فیها لابی صلت و لاولاده و لشیعته۔(۳)

حضرت امام رضا سے ان کی اولاد وشیعہ اور خصوصاً ابوصلت ہروی کے علاوہ کوئی اور روایت نقل کرے تو معتبر ہے اس لیے کہ جو روایت بھی ان لوگوں نے نقل کی ہیں وہ سب باطل ہیں ان کا گناہ ابوصلت ہروی ان کی اولاد اور ان کے شیعوں کی گردن پر ہے۔

یروی عن حماد بن زید اهل العراق عجائب فی فضائل علی و اهل بیته، لایجوز الاحتجاج به اذا انفرد ۔(۴)

ابوصلت ہروی نے حماد بن زید اور اہل عراق سے کچھ عجیب وغریب روایات علی واہل بیت علی کی شان میں نقل کی ہیں کہ اگر ان روایات کو ابوصلت تنہا نقل کرے تو ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

---

(۱) الضعفاء الکبیر، ص ۱۰۸، شمارہ ۱۴۰۔

(۲) تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔ تقریب التھذیب، ج ۱، ص ۵۰۶۔

(۳) کتاب الثقات، ج ۸، ۴۵۶۔ (۴) کتاب المجروحین، ج ۲، ص ۱۵۱۔

ابن عدی جرجانی شافعی (۳۶۵ھ):

وہ بھی ابوصلت اور اس سے مروی روایات کی تضعیف کرتے ہوئے خصوصاً روایت ایمان کی جعل و من گھڑت کی نسبت ابوصلت کی طرف دیتا ہے اور کہتا ہے:

و لعبد السلام هذا عن عبدالرزاق احاديث مناكير فی فضائل علی و فاطمة والحسن والحسين، وهو متهم فی هذه الاحاديث و يروی عن علی بن موسی الرضا حديث (الايمان معرفة بالقلب) وهو متهم فی هذه الاحاديث ۔(۱)

عبدالسلام ابوصلت ہروی فضائل علی و فاطمہ و حسن و حسین کے سلسلے میں بہت زیادہ عجیب و غریب روایات عبدالرزاق سے نقل کرتا ہے جب کہ وہ اس کی اپنی جعلی و گھڑی ہوئی ہیں اسی طرح ایک روایت حدیث ایمان حضرت امام رضا سے نقل کرتا ہے کہ اس میں بھی وہ متہم ہے۔

دارقطنی بغدادی شافعی (۳۸۵ھ):

اس کی طرف بھی یہ نسبت دی گئی ہے کہ وہ ابوصلت ہروی کی بہت شدت کے ساتھ تضعیف کرتا ہے اور توہین آمیز کلمات سے ابوصلت کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا ہے: كان رافضياً خبيثاً۔

وہ رافضی خبیث و پست ہے۔

دوسری جگہ پر ابوصلت کی طرف جعل حدیث کی نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے: روی عن جعفر بن محمد الحديث عن آبائه عن النبی انه قال: الايمان اقرار بالقول عمل بالجوارح ۔۔۔وهو متهم بوضعه لم يحدث به الامن سرقه منه ، هو الابتداء فی الحديث ۔(۲)

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۵، ص ۳۳۱-۳۳۲، شمارہ ۱۴۸۶/۵۱۸۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۵۱۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۱۱، ص ۴۶۴۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۶۱۶۔ تھذیب التھذیب، ج ۶، ص ۲۸۶۔

ابوصلت نے جعفر بن محمد سے کہ انہوں نے اپنے آباء اجداد سے کہ انہوں نے رسول خدا سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایمان زبان سے اقرار اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنے کا نام ہے۔ کہ اس حدیث کے جعل گھڑنے میں متہم ہے، اس سے کوئی بھی حدیث نقل نہیں کرتا مگر یہ اس سے چراتا ہے کہ یہی روش حدیث گھڑنے کی ابتداء ہے۔

محمد بن طاہر مقدسی ظاہری (۵۰۷ھ):

وہ ابوصلت کو جھوٹا سمجھتا ہے اور کہتا ہے: کذاب ۔(۱) وہ جھوٹا ہے۔

ابوسعد عبدالکریم سمعانی شافعی (۵۶۲ھ):

وہ ابن حبان بستی شافعی کے کلام کی تکرار کرتے ہوئے ابوصلت کی روایات پر اعتراض کرتا ہے:

یروی عن حماد بن زید و اهل العراق العجائب فی فضائل علیؑ واهل بیته لا یجوز الاحتجاج به اذا انفرد۔(۲)

ابوصلت عراقی ہے حماد بن زید سے روایت نقل کرتا ہے، فضائل علیؑ اور آپ کے اہل بیت کی شأن میں بہت عجیب وغریب روایات نقل کی ہیں، کہ جن کے ذریعہ احتجاج واستدلال کرنا صحیح نہیں ہے اگر سلسلہ سند میں ابوصلت تنہا ہو۔

ابوالفرج ابن جوزی حنبلی (۵۹۷ھ):

اس نے ابوصلت کو ضعفاء ومتروکین میں سے شمار کیا ہے۔(۳)

---

(۱) اکمال تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۸، ص ۲۷۴، شمارہ ۳۲۹۶۔

(۲) الانساب، ج ۵، ص ۶۳۷۔

(۳) کتاب الضعفاء والمتروکین، ج ۳، ص ۱۰۶، شمارہ ۱۹۲۶۔

ذہبی شافعی (۸۴۷ھ):

اس نے متعدد مقامات پر ابوصلت کی روائی حیثیت کی جرح وتضعیف اوران سے منقول روایات پر اعتراضات کیے ہیں۔ کہ جن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

الشیخ العالم العابد شیخ الشیعة ... له فضل و جلال فیا لیته ثقة۔(۱)

ابوصلت بزرگوار عالم عابد اور شیعوں کا رئیس ہے وہ کافی فضل وکمال رکھتا تھا اے کاش کہ ثقہ ہوتا

الرجل الصالح الا انه شیعی جلد۔(۲) وہ نیک وصالح انسان ہے مگر متعصب شیعہ ہے۔

اتهمه بالکذب غیر واحد، قال ابوزرعة لم یکن بثقه وقال ابن عدی: متهم و قال غیره رافضی۔(۳)

متعدد افراد نے ابوصلت کو جھوٹ سے متہم کیا ہے ابوزرعہ نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور ابن عدی نے کہا کہ ابوصلت متہم ہے، دوسرے لوگوں نے کہا کہ وہ رافضی ہے۔

ابو الصلت عبدالسلام بن صالح الهروی واه۔(۴)

ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سست و بے اعتبار آدمی ہے۔

ابو الصلت الهروی الشیعی، الرجل العابد متروك الحدیث۔(۵)

ابوصلت ہروی شیعہ عابد انسان ہے لیکن اس کی حدیث متروک ہیں کہ جن پر عمل نہیں ہوتا۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۴۴۶-۴۴۸۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۲، ص ۶۱۶، شمارہ ۵۰۵۱۔

(۳) دیوان الضعفاء والمتروکین، ج ۲، ص ۱۱۲، شمارہ ۲۵۲۸۔

(۴) المقتنی فی سرد الکنی، ج ۱، ص ۳۸۲، شمارہ ۳۲۱۹۔ المجر د فی اسماء سنن ابن ماجہ، ص ۲۱۳، شمارہ ۱۷۳۹۔

(۵) المغنی فی الضعفاء، ج ۱، ص ۶۲۴، شمارہ ۳۶۹۴۔

ابو الصلت خادم علی بن موسی الرضا واہ شیعی متہم مع صلاحہ۔(۱)

ابوصلت علی بن موسی الرضا کا خادم اور بے اعتبار شیعہ ہے، صلاحیت وشائستگی کے باوجود متہم ہے جب دوسری جگہ پر حاکم نیشاپوری کے کلام کی رد کرتے ہوئے کہ اس نے ابوصلت کو ثقہ وامین جانا ہے کہتا ہے: لا واللہ لا ثقۃ و لا مامون۔(۲)

نہ خدا کی قسم! ابوصلت نہ ثقہ ہے اور نہ امین۔

ابن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ):

اس نے ابوصلت کو ضعفاء میں شمار کیا ہے لہذا کہتا ہے:

ابو الصلت الھروی احد الضعفاء۔(۳) ابوصلت ہروی ضعفاء میں سے ایک ہے۔

ان تضعیفات کی بناء پر بہت سے متعصب افراد نے سنن ابن ماجہ کی شرح کرتے ہوئے جب حدیث ایمان پر پہنچے تو اس کو ابوصلت کی وجہ سے بہت شدت کے ساتھ رد کیا اور اس کو جعلی اور ابوصلت کی من گھڑت قرار دیا ہے۔

بوصیری شافعی (۸۴۰ھ):

وہ کہتا ہے:

اسناد ھذاالحدیث ضعیف لاتفاقھم علی ضعف ابی الصلت الھروی۔(۴)

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں چونکہ تمام علماء رجال کا ابوصلت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

---

(۱) الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ، ج۱، ص۶۵۲-۶۵۳، شمارہ ۳۳۶۸۔

(۲) المستدرک علی الصحیحین، ج۳، ص۱۳۷، ح۴۶۳۷/۲۳۵۔

(۳) البدایۃ والنہایۃ، ج۱۰، ۳۲۹۔

(۴) مصباح الزجاجۃ فی زوائد سنن ابن ماجہ، ج۱، ص۱۲۱-۱۲۲، ح۲۳۔

یہ بات واضح ہے کہ علماء و بزرگان اہل سنت کی نظر میں ابوصلت کی بزرگی وعظمت اوران توثیق اس بات پر دلیل ہے کہ بعض لوگوں کا تضعیف کرنا بے بنیاد اور نامناسب دعوی ہے۔

بشار عواد معروف (۲)، صفاء صفوی، احمد عدوی (۳) و ناصر الدین البانی حنبلی (۴) میں سے ہر ایک نے حدیث ایمان کو گھڑی ہوئی وجعلی مانا ہے اور اس کی جعل و گھڑنے کی تہمت ابوصلت پر لگائی ہے۔

نقد و تحقیق:

اول: علماء و بزرگان اہل سنت و متقدمین اہل حدیث جیسے یحی ابن معین وغیرہ کا ابوصلت ہروی کی توثیق کرنا اوران کی عظمت وجلالت کا معترف ہونا تیسرے نظریہ کی رد کے لیے بہترین دلیل ہے۔

دوم: نسائی شافعی و دارقطنی کا ابوصلت کی تضعیف کرنا معلوم نہیں ہے چونکہ ان کی کتب ضعفاء میں عبدالسلام بن صالح ابوصلت ہروی کا نام نہیں ہے۔

سوم: بالفرض کہ نسائی شافعی کا ابوصلت ہروی کی تضعیف کرنا صحیح بھی ہو تو بھی یہ لوگ مثلاً نسائی شافعی، ابوحاتم رازی شافعی، ابن حبان بستی شافعی اور یحی ابن معین ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو علماء اہل سنت کے بقول چھوٹی چھوٹی بات پر راوی کی تضعیف کر دیتے اور جرح وتعدیل میں مسرفین و متعنتین میں سے شمار ہوتے ہیں لہذا ان کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

---

(۲) سنن ابن ماجہ تحقیق و تعلیق بشار عواد، ج۱ص ۸۹-۹۰، ح ۶۵۔

(۳) اھداء الدیباجہ بشرح سنن ابن ماجہ، ج۱ص ۶۸-۶۹، ح ۶۵۔

(۴) ضعیف سنن ابن ماجہ ص ۶-۷، ح ۱۱ ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ص ۳۳۹، شمارہ ۲۳۰۹۔

فانهم معروفون بالاسراف فی الجرح والتعنت فیه ، فلیتثبت العاقل فی الرواة الذین تفردوا بجرحهم ولیتفکروفیه ۔(۱)

یہ افراد جرح وتعدیل میں مسرفین ومتعنتین میں سے شمار ہوتے ہیں اور تھوڑے سے بھی ضعف کی بنیاد پر راوی کو اعتبار سے ساقط کر دیتے ہیں، عاقل وہ ہے کہ جو ان افراد کے تضعیف شدہ راویوں کے بارے میں خود تفکر و تحقیق کرے۔

یہ واضح رہے کہ ان لوگوں میں یحی ابن معین کا بھی نام ہے جب کہ یحی ابن معین نے ابوصلت ہروی کی توثیق کی ہے لہذا یہ توثیق علماء کے نزدیک علمی مقام رکھتی ہے اس لیے کہ جو شخص تھوڑے سے ضعف و کمی کی خاطر راوی کی تضعیف کرتا ہو وہ ابوصلت کی توثیق کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ابوصلت میں تھوڑا سا بھی ضعف نظر نہیں آیا ہے۔

چہارم: اس تیسرے نظریہ کی بنیاد ابوصلت ہروی کا مذہب اور ان کا اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب والی روایات کو نقل کرنا ہے۔

ابوصلت کو صرف محبت اہل بیتؑ اور ان کے فضائل کو نقل کرنے کے جرم میں کہ وہ بھی خود اہل سنت کے علماء جیسے عبد الرزاق صنعانی وغیرہ سے ہی نقل کی ہیں ان کو برے برے الفاظ اور ناشائستہ عبارات سے یاد کیا حتی گالیاں تک دی ہیں۔

تاریخی اعتبار سے اس توہین اور تضعیف کی بنیاد جوزجانی کا وجود اور اس کی عبارات ہیں، اس نے اپنے اندھے تعصب سے نہ فقط ابوصلت ہروی بلکہ ہر اس راوی کو کہ جس نے اہل بیت کے فضائل میں کوئی روایت نقل کی ہو خواہ اہل سنت ہی میں سے کیوں نہ ہو برے الفاظ، نامناسب عبارات سے نوازا اور تضعیف وتوہین کی ہے۔

---

(۱) الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص ۱۱۷-۱۲۲، ایقاظ ۱۹۔

اور انتہائی افسوس کہ بعض دوسرے علماء نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحقیق و جستجو کے جوز جانی کی عبارات ہی کو دوسرے لفظوں میں دوہرایا ہے۔

جوز جانی کہ جو ان تمام تضعیفات کی بنیاد ہے، حق یہ ہے کہ وہ علماء و بزرگان اہل سنت کی نظر میں کوئی اعتبار نہیں رکھتا، علماء اس کو ناصبی مانتے ہیں، اس کے اور اس کے ماننے والوں کے نظریات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

جوز جانی اور ابوصلت پر تہمتوں کی بنیاد:

ابوصلت ہروی کی بلند و بالا شخصیت کی تضعیف ایک ناصبی انسان بنام ابراہیم بن یعقوب جوز جانی (۲۵۹ھ) کے ذریعہ انجام پائی ہے، اس نے ابوصلت کی بے دلیل و بغیر سبب تضعیف کی ہے ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ انہوں نے اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب میں احادیث بیان کی ہیں۔

جب کہ ان احادیث کی بہت سے اہل سنت علماء و بزرگوں جیسے یحیٰ ابن معین وغیرہ نے تائید کی ہے۔ لیکن ابوصلت ہروی حضرت علیؑ کی محبت کے جرم میں مذکورہ ذیل عبارات واوصاف سے نوازے جاتے ہیں: کان ابو الصلت الهروی زائغاً عن الحق مائلاً عن القصد، سمعت من حدثنی عن بعض الآئمة انه قال فيه هو الكذب من روث حمار الدجال و كان قديماً متلوثاً فی الاقذار۔(۱)

ابوصلت ہروی راہ حق سے منحرف، سیدھے راستے سے ہٹا ہوا تھا، میں نے ان علماء سے سنا کہ جو بعض آئمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوصلت کذب و جھوٹ اور دجال کے گدھے کی لید ھ ہے، وہ پہلے ہی سے گندگیوں میں آلودہ تھا۔

---

(۱) احوال الرجال، ص۲۰۵، شمارہ ۳۷۹۔

اور بہت سے افراد نے بغیر سوچے سمجھے صرف جوزجانی کے کلام پر اعتماد کرتے ہوئے ابوصلت کی تضعیف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا اعتراف کہ جوزجانی دشمن اہل بیتؑ ہے

جوزجانی ناصبی کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ابوصلت کی شخصیت پر کوئی ضرب وارد نہیں ہوسکتا ہے۔ چونکہ اولاً جوزجانی علماء اہل سنت جیسے ابن شافعی، دارقطنی شافعی، ذہبی شافعی و ابن حجر شافعی اور معاصرین میں سے غماری شافعی وحسن بن علی سقاف شافعی کے بقول حضرت علیؑ سے بغض وحسد دل میں رکھتا تھا، ظاہر ہے کہ ایسا شخص یقیناً آپؑ کے فضائل کو رد کرے گا۔

ابن عدی جرجانی شافعی لکھتا ہے:

کان مقیما بدمشق یحدث علی المنبر ... کان شدید المیل الی مذهب اهل دمشق فی التحامل علیٰ علی۔(۱)

وہ دمشق میں رہتا تھا اور منبر پر حدیثیں بیان کرتا تھا اور اہل دمشق کے مذہب کے طریقے پر علی کی دشمنی میں بہت مائل تھا۔

دارقطنی شافعی کہتا ہے: فیه انحراف عن علی۔(۲) وہ حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔

ابن حبان بستی شافعی کہتا ہے:

کان ابراهیم بن یعقوب جوزجانی، حریزی المذهب۔(۳)

ابراہیم بن یعقوب جوزجانی حریزی المذہب (ناصبی ودشمن علیؑ) تھا۔

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، ج۱،ص۳۱۰،شمارہ۱۳۲۔

(۲) تہذیب التہذیب، ج۱،ص۱۵۹،شمارہ۳۳۲۔ معجم البلدان، ج۲،ص۱۸۳۔

(۳) کتاب الثقات، ج۸،ص۸۱۔

ابن حجر عسقلانی شافعی، ابن حبان بستی کے کلام کی توضیح یوں بیان کرتا ہے:

حریزی ـ ـ ـ نسبة الی حریز بن عثمان المعروف بالنصب و کلام ابن عدی یؤید هذا ـ ـ ـ (۱)

حریزی، حریز بن عثمان کی طرف نسبت ہے کہ جو نصب و دشمنی علیؑ میں معروف تھا ابن عدی کے کلام سے بھی اس مطلب کی تائید ہوتی ہے۔

ذہبی شافعی بھی ابن عدی شافعی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد جوزجانی کے بارے میں کہتا ہے:

قد کان النصب مذهباً لاهل دمشق فی وقت۔ (۲)

اس زمانے میں اہل دمشق کا مذہب نصب و دشمنی علی تھا۔

ابن حجر عسقلانی شافعی بھی ابن حبان شافعی، ابن عدی شافعی اور دار قطنی کے کلاموں کو نقل کر کے جوزجانی کو ناصبی اور اس کی کتاب کو اس مدعیٰ پر دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے:

و کتابه فی الضعفاء یوضح مقالته ـ ـ ـ (۳)

اس کی کتاب ضعفاء کے بارے میں اس مطلب کی وضاحت کرتی ہے۔

اس کتاب میں تمام وہ افراد کہ جو محبّ و شیعہ علی ہیں یا آنحضرت کے فضائل نقل کیے ہیں سب کی تضعیف کی گئی ہے اور جگہ جگہ ان لوگوں کی توہین و نامناسب کلمات استعمال کیے ہیں۔ اسی بناء پر ابن حجر عسقلانی نے اس کی تضعیفات کو قبول نہیں کیا اور ان کو بے اعتبار جانا ہے۔ (۴)

---

(۱) تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۱۵۹، شمارہ ۳۳۲۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۷۶، شمارہ ۲۵۷۔

(۳) تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۱۵۹، شمارہ ۳۳۲۔

(۴) تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۸۱۔

ابن حجر ایک جگہ جوزجانی پر بہت سختی سے انتقاد واعتراض کرتا ہے:

الجوزجانی کان ناصبیاً منحرفاً عن علی ، فھو ضد الشیعی المنحرف عن عثمان والصواب موالاتھما جمیعا ولا ینبغی ان یسمع قول مبتدع فی مبتدع ۔(۱)

جوزجانی ناصبی اور علیؑ کی راہ سے منحرف ہے وہ ان شیعوں کا دشمن ہے کہ جو عثمان کو نہیں مانتے جبکہ صحیح عقیدہ علی وعثمان دونوں کی دوستی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی ایک بدعتی کی بات کسی دوسرے بدعتی کے بارے میں سنی جائے۔

عبدالعزیز غماری شافعی جوزجانی کی اس طرح صاف صاف لفظوں میں توصیف کرتا ہے:

ابو اسحاق جوزجانی ھو ناصبی مشھور لہ صولات وجولات و تھاجمات شائنۃ فی القدح فی الآئمۃ الذین وصفوا بالتشیع حتی دعاہ ذالک الی الکلام فی اھل الکوفۃ کافۃ، واخذ الحذر منھم و من روایاتھم و ھذا معروف عنہ ، مشھورلہ ، حتی نصوا علی عدم الالتفات الی طعنہ فی الرجال الکوفیین او من کان علی مذھبھم فی التشیع ۔(۲) ابو اسحاق جوزجانی ناصبی ہے اور مشہور ہے کہ اس نے تمام شیعہ حضرات حتی تمام اہل کوفہ پر کافی تہمتیں لگائیں اور ان کی تضعیف و برائی میں بہت برے برے الفاظ سے تذکرہ کیا حتی کہ بزرگوں کی بھی قدح و مذمت کی ہے اور ان لوگوں سے روایات لینے سے منع کیا ہے۔

یہ بات اس کے بارے میں معروف ومشہور ہے، انتہا یہ ہے کہ علماء نے جوزجانی کے متعلق کہا ہے کہ وہ اگر کسی اہل کوفہ یا کسی بھی شیعہ پر طعن وتشنیع کرے اور جرح وقدح کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور اس کے طعن پر اعتبار نہ کیا جائے ،شیعوں کے حق میں جوزجانی کے کلام پر توجہ والتفات نہیں کرنا چاہیے۔

---

(۱) ھدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۱۰۔(۲) غماری شافعی،عبدالعزیز: بیان نکث الناکث، ص ۵۴۔

حسن بن علی سقاف شافعی کہتا ہے: الجوزجانی من السلف الطالح و هو احد المنحرفين عن الحق و يرمى الناس الانحراف قبحه الله تعالى ، وهو سباب شتام للصحابة الخيار البررة رضى الله عنهم و ميال للمجرمين۔(۱)

جوزجانی برے وبدترین گذشتہ لوگوں میں سے ہے وہ راہ حق سے منحرف تھا وہ لوگوں پر منحرف ہونے کی تہمتیں لگاتا تھا، خدا اس کی صورت کو سیاہ کرے، وہ نیک اور اچھے صحابہ کرام کو بہت گالیان بکتا اور بہت گندی گندی باتیں کرتا اور مجرمین کی طرف مائل تھا۔

نتیجہ

اولاً، جوزجانی کی تضعیفات وجرح کے متعلق اہل سنت کے علماء وبزرگوں کے کلام کو مدنظر رکھتے ہوئے، خصوصاً شیعیان امیر المؤمنین اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے متعلق یا ان افراد کے متعلق کہ جو فضائل اہل بیت میں روایات نقل کرتے ہیں اس کی تضعیفات وجرح وقدح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ثانیاً، جو روایات ابوصلت نے امیر المومنین اور اہل بیت طاہرین کے متعلق نقل کی ہیں ان کو علماء اہل سنت خصوصاً یحیی ابن معین نے قبول کیا اور ان کی تائید میں ان روایات کو دوسرے طرق سے بھی نقل کیا ہے تا کہ ابوصلت اور ان روایات کی صحت میں کوئی شک باقی نہ رہے۔

ثالثاً، اگر بنا اسی بات پر رہے کہ ہر اس راوی کی تضعیف کی جائے کہ جو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے فضائل ومناقب میں روایات نقل کرتا ہے جیسا کہ جوزجانی کی روش ہے تو پھر بہت زیادہ راوی اور صحابہ وتابعین کی بے پناہ روایات کو نظر انداز کرنا پڑے گا اور ان سب کی تضعیف کرنی ہوگی بقول ذہبی شافعی:

---

(۱) محمد بن عقیل شافعی: العتب الجمیل علی اہل الجرح والتعدیل، تحقیق: حسن بن علی سقاف شافعی، ص۱۲۲۔

فلو رد حدیث ھولاء لذھب جملۃ من الآثار النبویۃ ، و ھذہ مفسدۃ بینۃ۔(۱)

اگر ان افراد و حضرت امیر المؤمنینؑ کے شیعوں اور محبوں کے کلام کو رد کیا جائے تو احادیث نبوی میں سے ایک عظیم حصہ کو رد کرنا ہوگا اور یہ ایک واضح تباہی و بربادی ہے۔

رابعاً، ہماری گفتگو حدیث ایمان کے متعلق ہے کہ جو ابوصلت ہروی نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کی ہے کہ جو آپ نے اپنے آباء و اجداد سے روایت فرمائی ہے یہاں تک کہ سلسلہ حضرت علی اور حضرت رسول اکرمؐ تک جا پہنچا ہے۔ جیسا کہ حدیث کا سلسلہ سند گذر چکا ہے اور اس کے علاوہ یہ حدیث دوسرے طریقوں سے بھی نقل ہوئی ہے کہ جو ابوصلت کے طریق کی تائید اور اس کو صحت و قوت بخشتی ہے

خامساً، اہل سنت کے علماء کا ابوصلت کی تائید و توثیق کرنا اور ابوصلت کی روایات پر اعتماد کرنا خصوصاً حدیث سلسلۃ الذھب اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کو شفا بخش ماننا بلکہ ان اسناد کے ذریعہ شفا پانا اور اس تجربہ کو حاصل کرنا اصلاً ضعف راوی یا روایت یا مخالفت کا کوئی وہم و گمان بھی باقی نہیں رہتا۔

ابوصلت ہروی کے مذہب کے بارے میں گفتگو

ابوصلت کے مذہب کے بارے میں حق یہ ہے کہ اکثر علماء شیعہ ان کو شیعہ امامی مانتے ہیں۔(۲) سوائے شیخ طوسی (۳) اور ان کی پیروی میں ابن داؤد حلی (۴) و علامہ حلی (۵) ان کو عامی المذہب مانتے ہیں، لیکن اکثر علماء اہل سنت نے ابوصلت ہروی کو سنی المذہب اور شیعیت کی طرف مائل قرار دیا ہے۔

---

(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج۱، ص۵۔

(۲) رجال نجاشی، ص۲۴۵، شمارہ ۶۴۳۔ تنقیح المقال فی علم الرجال، ج۲، ص۱۵۳۔ معجم رجال الحدیث و تفصیل طبقات الرواۃ، ج۱۰، ص۱۶ و ۱۸، شمارہ ۶۴۵۴۔

(۳) رجال طوسی، ص۳۸۰، شمارہ ۴۱۔ و ص۳۹۶، شمارہ ۵۔ (۴) کتاب الرجال، ص۴۷۷، شمارہ ۲۹۵۔

(۵) خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، ص۲۰۹، شمارہ ۶۷۲۔

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیوں اہل سنت کے کلام میں اکثر مواقع پر ابوصلت کے متعلق "شیعی"، "شیعی جلد"، "رافضی خبیث" جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟ کہ یہ الفاظ اہل سنت کی جانب سے ابوصلت کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ علم رجال اور خصوصا اہل سنت کی نظر میں ان الفاظ کے خاص معانی ہیں کہ جو اصطلاح شیعہ سے جدا ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک "شیعہ" "شیعہ جلد" اور "رافضی خبیث" جیسے الفاظ کے معانی

اہل سنت کی نظر میں لفظ شیعہ کا ملاً اصطلاح شیعہ امامیہ سے متفاوت ہے اس لیے کہ شیعہ امامیہ کی اصطلاح میں شیعہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت بلافصل کا معتقد اور ان کے بعد آپ کے گیارہ معصوم فرزندوں کی امامت کو مانتا ہو۔ اور اصحاب آئمہ کا شیعہ ہونے کا مطلب یہ ہے وہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت بلافصل اور ان کے بعد اپنے زمانے تک آپ کے معصوم فرزندوں کی امامت کا معتقد ہو یعنی جس امام کے زمانے میں زندگی بسر کر رہا ہو اس امام کو حجت الٰہی و امام برحق مانتا ہو۔ جب کہ اہل سنت کے نزدیک شیعہ اور اس جیسے الفاظ کے معانی، مذکورہ معنی سے جدا ہیں۔ لہذا کسی اہل سنت کے کسی شخص کو شیعہ کہنے سے اس شخص کے شیعہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا۔

اہل سنت کے نزدیک شیعہ کے متعلق دو نظریے ہیں، بعض افراد معتقد ہیں کہ شیعہ اس کو کہتے ہیں کہ جو حضرت علیؑ کا محب و دوست ہو اور آپ کو عثمان سے افضل مانتا ہو اور یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ امام علی اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کے مقابلے میں آنے والے باطل پر تھے لیکن شیخین (ابوبکر و عمر) کی حضرت علیؑ پر فوقیت افضلیت کا قائل ہو۔ (۱)

---

(۱) تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۸۱۔ ھدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۳۔

بعض دوسرے لوگ معتقد ہیں کہ شیعہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت علیؑ کو تمام صحابہ پر فوقیت دیتا ہو حتی شیخین سے بھی افضل مانتا ہو لیکن استحقاق خلافت کا قائل نہ ہو۔(۱)

"شیعہ غالی، جلد" ان الفاظ کے بارے میں بھی دو نظریے ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ کو تمام صحابہ کے تمام فضائل کا سرچشمہ اور سب سے افضل مانتا ہو حتی شیخین سے بھی۔(۲)

لیکن دوسرے افراد کہتے ہیں کہ شیعہ غالی یا جلد وہ ہے کہ جو حضرت علیؑ کو چاہتا ہو محبّ و دوست ہو لیکن آپ کو شیخین پر فوقیت نہیں دیتا فقط عثمان سے افضل مانتا ہو اور عثمان، معاویہ، طلحہ و زبیر اور تمام وہ افراد کہ جنہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی ہے ان پر لعنت کرتا ہو۔(۳)

"رافضی خبیث" تمام اہل سنت کے نزدیک رافضی خبیث اس کو کہا جاتا ہے کہ جو حضرت علیؑ کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ کو تمام صحابہ سے افضل مانتا ہو حتی شیخین سے بھی اور آنحضرت کو مستحق خلافت بلا فصل کا معتقد ہو اور تمام غاصبین خلافت و شیخین سے برائت اور ان پر لعنت کرتا ہو۔(۴)

لہذا شیعہ، شیعہ غالی، و جلد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ سنی مذہب ہیں لیکن شیعت کی طرف مائل ہیں لیکن رافضی ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا معتقد ہو۔ لیکن پھر بھی صرف اس جملے سے کسی کو شیعہ امامی ثابت نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس معنی رافضی میں فرقہ زیدیہ، کیسانیہ، اسماعیلیہ و واقفیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

---

(۱) تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۸۱۔ ھدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۳۔

(۲) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۵-۶۔ ھدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، ص ۴۸۳۔

(۳) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۶۔

(۴) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج ۱، ص ۶۔ تھذیب التھذیب، ج ۱، ص ۸۱۔

نقد و تحقیق

مذکورہ معانی اور اہل سنت کے نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے صاف صاف کہا جا سکتا ہے کہ ابوصلت ہروی اہل سنت کی نظر میں سنی مذہب تھے لیکن رافضی نہیں تھے اور تاریخی واقعات سے بھی جس چیز کا استفادہ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ابوصلت سنی مذہب اور شیعیت کی طرف مائل تھے لہذا ان کی اصطلاح میں شیعہ جلد و شیعہ غالی تھے۔ وہ تاریخی واقعات کہ جو ابوصلت کے شیعہ جلد و شیعہ غالی ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱- ابوصلت ہروی نے فضائل اہل بیتؑ میں روایات خصوصاً حضرت علیؑ کے فضائل میں بہت زیادہ روایات نقل کی ہیں جیسے حدیث'' انا مدینة العلم و علی بابها''(۱) اور حدیث سلسلۃ الذہب

۲- خطیب بغدادی شافعی وہ مروزی کی تاریخ مرو سے نقل کرتے ہوئے ابوصلت کے بارے میں کہتا ہے: و کان یعرف بکلام الشیعة ابوصلت معروف متکلم شیعہ ہے۔(۲)

۳- وہی مروزی شافعی سے ہی ابوصلت کا عقیدہ خلفاء کے بارے میں اس طرح بیان کرتا ہے:

ورائته یقدم ابابکر و عمر و یترحم علی علی و عثمان و لا یذکر اصحاب النبیؐ الا بالجمیل و سمعته یقول: هذا مذهبی الذی ادین الله به۔(۳)

میں نے ابوصلت کو دیکھا کہ وہ ابوبکر و عمر کو مقدم رکھتے اور فوقیت دیتے، علی و عثمان پر ترحم و احترام کرتے اور اصحاب رسول خدا کو اچھے و احترام سے یاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی میرا مذہب و عقیدہ ہے۔

---

(۱) و (۲) و (۳) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۸-۵۱۔

۴- مروزی شافعی فقط ابو صلت کی تضعیف کا ایک نقطہ بیان کرتا ہے وہ یہ کہ ابو صلت روایت مثالب کو بھی نقل کرتے جیسے ابو موسی اشعری، معاویہ اور بعض صحابہ کے بارے میں لہذا کہتا ہے:

الا انه ثم احادیث یرویها فی المثالب "(۱)

یہ کہ ابو صلت ان روایات کو بھی نقل کرتا ہے کہ جو مثالب (طعن و تشنیع) میں وارد ہوئی ہیں۔

۵- لیکن دوسرے مقام پر دار قطنی کا دعوی یہ ہے کہ ابو صلت ہروی بنی امیہ کے بارے میں اس طرح کہتا ہے: کلب للعلوية خير من جميع بنى امية فقيل فيهم عثمان فقال فيهم عثمان ۔(۲) علوی کتا بھی بنی امیہ کے تمام افراد سے بہتر ہے کسی نے کہا بنی امیہ میں سے عثمان بھی ہے تو کہا ہاں عثمان سے بھی۔

یہ مطلب مروزی شافعی کے کلام سے متعارض ہے اسی لیے ذہبی شافعی نے دار قطنی کے کلام کو رد کیا ہے اور اس کلام کی سند پر اعتراض کیا ہے (۳) جب کہ مروزی شافعی کے کلام کو ابو صلت کے بارے میں قبول کرتا ہے۔

نتیجہ

ان تمام گفتگو سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ابو صلت سنی تھے اور شیخین کو خلیفہ مانتے تھے لیکن حضرت علیؑ کی طرف بہت مائل تھے اور آپ کی شان و فضائل میں بہت سی روایات نقل کرتے ہیں، ابو موسی اشعری، معاویہ اور دیگر بنی امیہ کے مخالف تھے یہی وجہ رہی کہ ان کو شیعہ، شیعہ غالی و شیعہ جلد جیسے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ بنا بر این عقیلی مکی اور دار قطنی شافعی نے ابو صلت کو رافضی کہا ہے یہ بے بنیاد دعوی ہے اس پر کوئی دلیل و مدرک نہیں ہے۔

---

(۱) و (۲) تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۴۸-۵۱۔

(۳) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج ۸، ص ۲۷۴۔

حدیث حصن و ایمان میں یکسانیت

سوال یہ ہے کہ کیا احادیث حصن و ایمان ایک ہی ہیں یا یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا ہے؟ ابن حجر ہیثمی شافعی اس مطلب کی تائید میں حدیث حصن و ایمان کو دو مرحلوں میں مانتا ہے لہذا کہتا ہے:

لعلهما واقعتان۔(۱) شاید یہ دو جداگانہ واقعے ہیں

بہر حال حق یہ ہے کہ اولاً، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ دونوں روایات حضرت امام رضاؑ کی زبان مبارک سے ادا ہوئی ہیں۔ ثانیاً ان دونوں روایات کا حضرت امام رضاؑ سے ایک ہی مرتبہ بیان ہونے پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی۔ ثالثاً ان دونوں روایات کو شہر نیشاپور میں واقع ہونے پر بہت سے شواہد موجود ہیں۔

لہذا مذکورہ باتوں اور شواہد و قرائن کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حدیث ایمان حضرت امام رضاؑ کے نیشاپور میں داخل ہوتے وقت اور حدیث حصن آپؑ کے شہر نیشاپور سے خارج ہوتے وقت صادر ہوئی ہیں۔(۲)

حضرت امام رضاؑ کا نیشاپور میں وارد ہونا اور عوام و اہل سنت علماء کی موقعیت

اگر حضرت امام رضاؑ کی نیشاپور تشریف آوری سے مربوط روایات پر ایک بار پھر نظر ڈالی جائے تو لوگوں کے احساسات، عوام و خواص اہل سنت کی روش و استقبال اور بہت کچھ دریافت ہوگا، بہت سے سوالات کے جواب مل جائیں گے، لہذا ان واقعات کو ایک مرتبہ پھر دوہراتے ہیں تاکہ کچھ خاص نکات کی طرف توجہ کی جاسکے۔

---

(۱) الصواعق المحرقۃ، ج۲ص ۵۹۵۔

(۲) ینابیع المودۃ لذوی القربیٰ، ج۳ص۱۲۲-۱۲۴۔

واقدی کا بیان

ولما دخل سنة مأتين بعث اليه المامون فاشخصه من المدينة الى خراسان فلماوصل الى نيسابورخرج اليه علمائهامثل يحى ابن يحى واسحاق بن راهويه و محمد بن رافع و احمد بن حرب و غيرهم لطلب الحديث و الرواية والتبرك به۔۔۔(۱)

جس وقت سن ۲۰۰ ہجری واقع ہوا مامون نے حضرت امام رضاؑ کے پاس کچھ افراد کو بھیجا تا کہ آپ کو مدینہ سے خراسان لے کر آئیں۔۔۔ جب آپ شہر نیشاپور میں وارد ہوئے، تو علماء شہر جیسے یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راھویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع وغیرہ طلب حدیث وروایت اور آپ کی ذات پاک سے متبرک ہونے کی خاطر آپ کی جانب بڑھے۔

ابن جوزی حنبلی کا بیان

فلما قدم نيسابور خرج فهوفى عمارية على بغلة شهباء فخرج علماء البلد فى طلبه منهم يحى بن يحى ، اسحاق بن راهويه ، احمد بن حرب ، محمد بن رافع وغيرهم فاقام بها مدة۔(۲)

جس وقت حضرت امام رضاؑ شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے خچر پر عماری میں سوار تھے علماء شہر جیسے یحیٰ بن یحیٰ، اسحاق بن راھویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، آپ وہاں ایک مدت تک مقیم رہے۔

---

(۱) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ، ص ۳۱۵۔

(۲) المنتظم فی تواریخ الملوک والامم، ج ۶، ص ۱۲۵۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان

بہت افسوس کی بات ہے کہ اب حاکم نیشاپوری کی کتاب تاریخ نیشاپور دستیاب نہیں ہے اور یہ عظیم تاریخی اثر مفقود ہو چکا ہے، لہذا حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو بعض دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے یہاں پر یہ واقعہ انہی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو احمد بن محمد بن حسین خلیفہ نیشاپوری شافعی (۱) (آٹھویں صدی)، ابن صباغ مالکی (۲) (۸۵۵ھ)، ابن حجر ہیثمی شافعی (۳) (۹۷۴ھ)، قرمانی دمشقی (۴) (۱۰۱۹ھ)، عبدالرؤوف مناوی شافعی (۵) (۱۰۳۱ھ) اور شبلنجی شافعی (۶) (۸۵۲ھ) نے مفصل طریقے سے اور ذہبی شافعی (۷) (۷۴۸ھ) و ابن حجر عسقلانی شافعی (۸) نے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ سمہودی شافعی (۹) (۹۱۱ھ) خنجی اصفہانی حنفی (۱۰) (۹۲۷ھ) نے حاکم نیشاپوری کے واقعہ کو کتاب تاریخ نیشاپور سے مستقیم نقل نہیں کیا بلکہ ابن صباغ مالکی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

---

(۱) تلخیص وترجمہ تاریخ نیشاپور، ص ۱۳۱-۱۳۲۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۴۲-۲۴۳۔

(۳) الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۴۔

(۴) اخبار الدول وآثار الاول، ص ۱۱۵۔

(۵) فیض القدیر بشرح جامع الصغیر، ج ۴، ص ۴۸۹-۴۹۰۔

(۶) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

(۷) سیر اعلام النبلاء، ج ۹، ص ۳۹۰۔

(۸) تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۹۔

(۹) جواہر العقدین فی فضل الشرفین، ص ۳۴۲-۳۴۳۔

(۱۰) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ۲۲۷۔ مہمان نامہ بخارا، ص ۳۴۳-۳۴۵۔

ابن حجر ہیثمی شافعی نے حاکم نیشاپوری سے نقل کرتے ہوئے حضرت امام رضا کے نیشاپور میں ورود کے وقت کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے: تعرض له الحافظان ابو زرعه الرازی و محمد بن اسلم الطوسی ، ومعهما من طلبة العلم و الحدیث مالایحصی ، فتضرعا الیه ان یریهم وجهه و یروی لهم حدیثاً عن آبائه ۔۔۔(۱)

جس وقت حضرتؑ وارد نیشاپور ہوئے تو دو حافظ ابوزرعہ و محمد بن اسلم طوسی آپ کی جانب بڑھے اور ان کے ساتھ اہل علم و طالب حدیث کا ایک ناقابل احصاء اجتماع تھا ان دونوں نے التجاء کی کہ ہمیں اپنے چہرہ انور کی زیارت کرائیں اور اپنے آباء و اجداد سے کوئی روایت نقل فرمائیں۔

دوسری جگہ مذکور ہے: فلما دخل علی بن موسی الرضا نیسابو علی بغلة شهباء فخرج علماء البلد فی طلبه منهم یحی بن یحی ، اسحاق بن راهویه ، احمد بن حرب ، محمد بن رافع فتعلقوا بلجام دابته فقال له اسحاق : بحق آبائك ! حدثنا فقال۔(۲)

جس وقت حضرت امام رضا شہر نیشاپور میں داخل ہوئے، ہلکے کالے رنگ کے خچر پر عماری میں سوار تھے علماء شہر جیسے یحی بن یحی، اسحاق بن راھویہ، احمد بن حرب، محمد بن رافع نے بڑھ کر استقبال کیا، اور آپ کی سواری کی لجام پکڑ کر التجاء کی کہ آپ کو اپنے آباء طاہرین کا واسطہ ہمارے لیے کوئی حدیث بیان فرمائیں، تب آپ نے فرمایا۔

ابن صباغ مالکی بھی حاکم نیشاپوری سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

اورد صاحب کتاب تاریخ نیسابور فی کتابه :

---

(۱) الصواعق المحرقۃ، ج۲، ص۵۹۴۔

(۲) کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج۱، ص۲۲۔

ان علی بن موسی الرضا لما دخل الی نیسابور فی السفرة التی خص فیها بفضیلة الشهادة ، کان فی قبة مستورة بالسقلاط علی بغلة شهباء وقد شق سوق نیسابور فعرض له الامامان الحافظان للاحادیث النبویة و المشایران علی السنة المحمدیة : ابوزرعة الرازی و محمد ابن اسلم الطوسی و معهما خلائق لایحصون من طلبة العلم و اهل الحدیث و اهل الروایة و الدرایة ، فقالا : ایها السیدالحلیل ابن السادة الآئمة ! بحق آبائك الاطهرین واسلافك الاکرمین ، الا ماارتینا و جهك المیمون المبارك ورویت لنا حدیثاً عن آبائك عن جدك محمد نذکرك به ، فاستوقف البغلة وامر غلمانه بکشف المظلة عن القبة و اقر عیون تلك الخلائق برؤیة طلعته المبارکة ، فکانت له ذؤابتان علی عاتقه و الناس کلهم قیام علی طبقاتهم ینظرون الیه و هم بین صارخ و باك و متمرغ فی التراب و مقبل لحافر بغلة وعلا الضجیج ، فصاحت الآئمة والعلماء والفقهاء : معاشر الناس ! اسمعوا، وعو وانصتولسماع ما ینفعکم و لا تو ذونا بکثرة صراخکم و بکائکم ، و کان المستملی ابوزرعة و محمد بن اسلم الطوسی ، فقال علی ابن موسی الرضا ، حدثنی ابی موسی الکاظم ، عن ابیه جعفر الصادق ، عن ابیه محمد الباقر، عن ابیه علی زین العابدین ، عن ابیه الحسین الشهید بکربلاء ، عن ابیه علی بن ابی طالب ،قال حدثنی حبیبی و قرة عینی رسول اللهؐ ، قال :حدثنی جبرائیل ،قال : سمعت رب العزة سبحانه و تعالی یقول :کلمة الله لااله الاالله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی ۔ ثم ارخی الستر علی القبة و سار۔ قال فعدو اهل المحابر و الدوی الذین کانوا یکتبون فانافوا علی عشرین الفا۔(۱)

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ ص۲۴۲-۲۴۳۔

صاحب کتاب تاریخ نیشاپور اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ جس وقت حضرت امام علی بن موسی الرضا شہر نیشاپور میں اپنے اس سفر میں وارد ہوئے کہ جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی تو آپ عماری نما کپڑے کی محمل میں ہلکے کالے رنگ کے خچر پر سوار تھے پورا بازار شہر بھرا ہوا تھا آپ کے لیے راستہ کھلتا جاتا تھا، تب علماء اہل سنت میں سے دو مشہور و معروف حافظ ابوزرعہ و محمد بن اسلم طوسی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ لاتعداد اہل علم و طلاب، اہل روایت و درایت اور دیگر لوگ جمع تھے۔ ان دونوں نے حضرت کی سواری کی لگام کو پکڑ کے عرض کی: اے جلیل القدر سید و سردار اے سردار آئمہ کے فرزند، آپ کو آپ کے پاک و پاکیزہ آباء و اجداد کا واسطہ آپ ہمیں اپنے نورانی و مبارک چہرے کی زیارت اور ہمارے لیے ایسی حدیث نقل فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے والد گرامی اور انہوں نے اپنے آباء واجداد سے سنی ہو تاکہ ہم آپ کو اس حدیث کے ذریعہ یاد رکھ سکیں۔ پس آپ نے اپنی سواری کو روکا غلام کو حکم دیا کہ عماری کا پردہ ہٹائے اپنا سر مبارک کو عماری سے باہر نکالا تب خلق خدا آپ کے نورانی چہرے کی زیارت سے مشرف ہوئی بہت سے لوگ بے ساختہ رونے لگے، تمام افراد اپنے اپنے حسب مراتب کھڑے ہوئے تھے، بہت سے افراد زمین پر گر کر آپ کے مرکب کے قدموں کا بوسہ لے رہے تھے اور کچھ آہ و بکا گریہ وزاری میں مشغول تھے ایک عجیب منظر تھا کہ علماء فقہاء اور آئمہ حدیث نے لوگوں سے چاہا کہ ذرا خاموش ہو جائیں اور اپنے آہ و بکا کو کم کریں، آنحضرتؑ کی مبارک آواز کو سنیں کہ جو آپ کے نفع میں ہے اور اس طرح گریہ و بکا سے پریشان واذیت نہ کریں اور ابوزرعہ و محمد بن اسلم طوسی امام کی فرمائش کو تحریر کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے میرے والد گرامی موسی کاظمؑ نے، آپ سے آپ کے پدر بزرگوار امام جعفر صادقؑ نے، آپ نے اپنے والد ماجد امام محمد باقرؑ سے، آپ نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے، آپ نے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ شہید کربلا سے، آپ نے اپنے والد گرامی حضرت علی سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے حبیب وقرۃ عین رسول خداؐ نے فرمایا کہ آپ سے جبرئیل اور اس نے رب العزت سے سنا۔

خداوند عالم نے فرمایا کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے اور جو یہ کلمہ پڑھے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہوگا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ پھر عماری کا پردہ گرادیا گیا اور آگے بڑھ گئے۔ وہ حضرات کہ جن کے ہاتھوں میں قلم و دوات تھے اور حدیث لکھ رہے تھے جب ان کو گنا گیا تو بیس ہزار سے زیاد کی تعداد تھی۔

اس تاریخی واقعہ کے اہم ترین نکات

اس حدیث شریف کے نکات دو حصوں میں منقسم ہیں

الف﴾ حضرت امام رضاؑ کے حضور لوگوں کی روش و رفتار۔

۱۔ حضرت امام رضاؑ کے نیشاپور میں وارد ہوتے وقت لوگوں کا بے نظیر و باعظمت استقبال۔

۲۔ لوگوں کا گریہ وزاری، نالہ وفریاد اور بے قراری۔

۳۔ بعض افراد کا زمین بوس ہونا و خاک میں غلطاں ہونا۔

۴۔ حضرتؑ کی سواری کے قدموں کے بوسے لینا۔

ب﴾ حضرت امام رضاؑ کے حضور اہل سنت کے علما و بزرگوں کی روش و رفتار۔

۱۔ علماء کا امامؑ کے وجود مقدس سے متبرک ہونا۔

۲۔ حضرت امام رضاؑ کی تشریف آوری پر مشہور و معروف علماء کا اپنے ہزاروں شاگردوں کے ساتھ استقبال۔

۳۔ حضرت امام رضاؑ کے حضور اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا گریہ وزاری کرنا اور چہرہ مبارک کی زیارت کی خواہش کا اظہار کرنا۔

۴۔ حضرت امام رضاؑ کے حضور اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا نقل حدیث کے لیے التماس و التجا۔

۵- دس ہزار یا بیس یا تیس ہزار لوگ واہل قلم اور اس عظیم واقعہ کو نقل کرنے والوں کا اجتماع۔

۶- حضرت امام رضاؑ کی سواری کی لجام کو پکڑنے کے لیے اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا ایک دوسرے پر سبقت لینا۔

شاید یہ تاریخی مہم نکات اس حدیث و عظیم واقعہ کو صحاح و اہل سنت کے معتبر حدیثی منابع سے حذف ہونے کا سبب بنے ہوں۔

علماء نیشا پور کا مقام اور منزلت

تاریخی واقعات میں علماء نیشا پور کی منزلت و مقام اور علمی موقعیت بہت اچھی طرح مذکور ہے کہ جس سے صاف صاف واضح ہے کہ اس دور میں اس عظمت و جلالت کے باوجود آنحضرتؑ کے حضور زانوئے ادب طے کرنا، گریہ وزاری اور التماس کرنا کہ پہلے آپ اپنے چہرہ انور کی زیارت کرائیں اور پھر اپنے آباو اجداد طاہرین سے کوئی حدیث نقل فرمائیں۔ اب ان علماء کا تعارف پیش کرتے ہیں

۱- آدم بن ابی ایاس عسقلانی (۲۲۰ھ)

وہ اہل حدیث کے امام، ثقہ اور مورد اعتماد، اہل شام کے بزرگ اور ان چھ افراد میں سے ہیں کہ جن کے پاس احادیث تصحیح و تطبیق کے لیے آتی تھیں۔ ذہبی ان کے بارے میں کہتا ہے:

الامام الحافظ القدوة ، شیخ الشام ابو الحسن الخراسانی ---۔(۱)

امام حافظ رہبر اہل شام کے بزرگ ابوالحسن خراسانی۔

ابو حاتم رازی شافعی لکھتا ہے: ثقة مامون متعبد من خیار عباد الله۔(۲)

ثقہ امین عابد اور خدا کے بہترین بندوں میں سے ہیں۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۳۳۵۔

(۲) الجرح والتعدیل، ج ۲، ص ۲۶۸۔

احمد بن حنبل کہتا ہے: کان من الستة الذین یضبطون عنده الحدیث۔(۱)

یہ ان چھ افراد میں سے ہیں کہ جن کے پاس لوگ احادیث کی تطبیق و تصحیح کے لیے آتے تھے۔

۲-ابوزکریا یحیٰ بن یحیٰ تمیمی منقری نیشاپوری (۲۲۶ھ)

وہ شیخ اسلام و عالم خراسان اور بعض افراد کی تعبیر میں اہل دنیا کا امام ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتا ہے: شیخ الاسلام و عالم خراسان الحافظ۔ ابوالعباس سراج کہتا ہے: امام لاھل الدنیا۔ ابواحمد الفراء کہتا ہے: کان اماماً و قدوةً و نوراً للاسلام۔(۲)

وہ امام ور رہبر اور اسلام کے لیے نور ہے۔

نسائی شافعی لکھتا ہے: ھو ثقة مامون ثبت۔(۳) وہ ثقہ امین اور قابل اطمینان و حجت ہے۔

احمد بن سیار مروزی شافعی کہتا ہے: کان ثقة خیراً فاضلاً۔(۴)

وہ قابل اعتماد اور بہت نیک و فاضل شخص ہے۔

۳-ابوعبداللہ احمد بن حرب بن فیروز نیشاپوری (۲۳۴ھ)

وہ اہل حدیث کا قائد، اہل نیشاپور کا دینی رہبر، فقہاء و عابدوں کا بزرگ اور بے نظیر شخص تھا۔

ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:

الامام القدوة، شیخ نیسابور الزاھد کان من کبار الفقھاء و العباد۔

وہ امام رہبر، اہل نیشاپور کا قائد، متقی اور فقہاء و عابدوں میں سے بزرگ ہستی ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد، ج ۷، ص ۲۸۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۱۲۔

(۳) تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، شمارہ ۱۵۲۴۔

(۴) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۵۱۲۔

یحی بن یحی تمیمی اس کے بارے میں کہتا ہے:

ان لم یکن احمد بن حرب من الابدال فلا ادری من ھم۔(۱)

اگر احمد بن حرب ابدال میں سے نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ ابدال کون ہے۔

۴- ابو یعقوب اسحاق بن راھویہ مروزی (۲۳۸ھ)

وہ اہل سنت کے علماء و بزرگوں میں سے ایسی شخصیت ہے کہ حدیث و فقہ میں اس کی طرف مراجعہ کیا جاتا ہے اور اس میں حفظ، سچائی اور تقوی بھر پور پایا جاتا ہے، اس کے شافعی یا حنبلی ہونے میں اختلاف ہے، اس کے بارے میں سیوطی شافعی کہتا ہے:

احد آئمة المسلمین و علماء الدین اجتمع له الحدیث و الفقه و الحفظ و الصدق والورع والزهد۔۔۔ ۔(۲) وہ علماء دین اور مسلمانوں کے اماموں میں ایک ہے اس میں حدیث، فقہ، حفظ، صدق، تقوی اور زھد سب ایک جگہ جمع ہیں۔

۵- ابوالحسن محمد بن اسلم کندی طوسی (۲۴۲ھ)

وہ شخصیت قابل اعتماد اور حافظوں میں سے ہے اور علمی اعتبار سے احمد بن حنبل کے برابر ہے، سیوطی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: کان من الثقات الحفاظ والاولیاء الابدال۔

وہ ثقہ، حافظ اور اولیاء ابدال میں سے ہے۔

اور ابن خزیمہ شافعی سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

ھو ربانی ھذہ الامة لم ترعینای مثله، کان یشبه باحمد بن حنبل۔(۳)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، ص ۳۲-۳۴۔

(۲) طبقات الحفاظ، ص ۱۹۱-۱۹۲۔

(۳) طبقات الحفاظ، ص ۲۳۸۔

وہ اس امت کا عالم ربانی ہے میری آنکھوں نے اس جیسا نہیں دیکھا، وہ علمی مقام میں احمد ابن حنبل کی طرح ہے۔

۶- ابوعبداللہ محمد بن رافع قشیری حنبلی (۲۴۵ھ)

وہ اپنے زمانے میں خراسان کا مرجع وقت اور قابل اعتماد وصادق وسچا تھا حاکم نیشاپوری اس کے بارے میں کہتا ہے: شیخ عصرہ بخراسان والصدق والرحلۃ۔(۱)

وہ اپنے زمانے میں صدق وسچائی میں خراسان کا مرجع وقت، قابل اعتماد اور تحصیل علم وحدیث کی خاطر اہل مسافرت تھا۔

مسلم ونسائی کہتے ہیں: ابن رافع ثقۃ مامون۔(۲) ابن رافع ثقہ وامین ہے۔

ذہبی شافعی کہتا ہے: الامام الحافظ، الحجۃ القدوۃ بقیۃ الاعلام۔۔۔(۳)

امام حافظ حجت ورہبر اور بزرگوں میں سے ایک شخصیت ہے۔

۷- نصر بن علی جھضمی یا جہنی (۲۵۰ھ)

وہ مطمئن ترین وبہترین حافظ، محدث وعالم اور اہل سنت کے بزرگوں میں سے ہے۔ ابن ابی حاتم رازی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: نصر احب الی و اوثق و احفظ، نصر ثقۃ۔(۴)

نصر میرے نزدیک محبوب ترین فرد موثق وحافظ ترین شخص ہے، نصر ثقہ ہے۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۲۱۴۔

(۲) الوافی بالوفیات، ج ۳۷، ص ۶۸۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۲۱۴۔

(۴) الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۴۶۶۔

نسائی شافعی اور ابن خراش کہتے ہیں: ثقة۔(۱) وہ ثقہ ہے۔

عبداللہ بن محمد فرھیانی لکھتا ہے: نصر عندی من نبلاء الناس۔(۲)

نصر میری نظر میں ایک عظیم شخصیت ہے۔

ذہبی شافعی کہتا ہے: الحافظ العلامة الثقة ۔۔۔ کان من کبار الاعلام ۔۔۔ نصر بن علی من آئمة السنة الاثبات۔(۳)

نصر بن علی حافظ، علامہ، ثقہ بزرگ شخصیتوں میں سے تھا وہ ان شخصیتوں میں سے تھا کہ اپنی روایات و اسانید کو ثبت و ضبط کرتے تھے۔

۸- ابوزرعۃ عبیداللہ بن عبدالکریم رازی قرشی مخزومی حنبلی (۲۶۱ھ)

خراسان کے اہل حدیث لوگوں کا امام، قابل اعتماد، عظیم شخصیت و حافظ ہے، سیوطی شافعی اس کے بارے میں لکھتا ہے: احد الاعلام و حفاظ الاسلام۔(۴)

وہ حافظین اسلام اور بزرگوں میں سے ایک ہے۔

ابن ابی حاتم رازی شافعی کہتا ہے:

مارأیت اکثر تواضعاً من ابی زرعة، ھو و ابو حاتم اماما خراسان۔(۵)

میں ابوزرعہ سے متواضع تر کسی کو نہیں دیکھا وہ اور ابوحاتم دونوں خراسان کے امام تھے۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۳۵۔

(۲) تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲۸۸۔

(۳) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۳۵۔

(۴) طبقات الحفاظ، ص ۲۵۴۔

(۵) الجرح والتعدیل، ج ۵، ص ۳۲۵۔

نسائی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے: ''ثقة'' وذہبی شافعی بھی اس کو ''الامام سید الحفاظ'' جیسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔(۱)

۹- محمد بن اسحاق بن خزیمہ شافعی (۳۱۱ھ)

وہ ایسی شخصیت ہے کہ خراسان میں امامت اور حفظ حدیث اسی پر منتہی ہوتی ہے اور کم نظیر شخصیت وحافظ ہے۔ ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:

انتهت اليه الامامة و الحفظ فی عصره بخراسان۔

وہ ایسی شخصیت ہے کہ خراسان میں امامت اور حفظ حدیث اسی پر منتہی ہوتی ہے۔

ابن حبان شافعی کہتا ہے: مارأيت على وجه الارض من يحسن صناعة السنن و يحفظ الفاظها الصحاح و زياداتها، حتى كان السنن كلها نصب عينيه الا ابن خزيمة فقط۔

میں نے روی زمین پر کسی کو ابن خزیمہ کی طرح نہیں دیکھا کہ جو فن سنت نبوی سے زیادہ آگاہ ہو اور الفاظ احادیث اور ان میں زیادتی کو اس سے زیادہ جانتا ہو، گویا سنت نبوی اور احادیث پیغمبرؐ اس کی آنکھوں کے سامنے صادر ہوئی ہوں۔

دارقطنی شافعی کہتا ہے: كان اماماً ثبتاً معدوم النظير۔(۲)

وہ امام حجت اور بے نظیر تھا۔

۱۰- محمد بن عبدالوھاب ابوعلی ثقفی شافعی (۳۲۸ھ)

وہ اہل حدیث کا رہبر، خراسان کی عظیم ہستی اور اہل سنت کے بقول وہ اپنے زمانے میں روی زمین پر خدا کی حجت تھا۔ ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے:

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳، ص ۷۵۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴، ص ۳۷۲۔

الامام المحدث الفقيه العلامه الزاهد العابد شيخ خراسان كان ابو على فى عصره حجة الله على خلقه ـ ـ ـ وكان اماماً فى اكثر علوم الشرع ـ (۱)

وہ امام، محدث، فقیہ، علامہ، زاہد، عابد اور خراسان کی عظیم ہستی تھا، ابوعلی اپنے زمانے میں مخلوق الٰہی پر خدا کی حجت تھا اور وہ اکثر علوم شرعی میں امام تھا۔

مذکورہ افراد کی موقعیت اور اہل سنت کے نزدیک مقام و مرتبہ اور پھر ان حضرات کا حضرت امام علی ابن موسی الرضاؑ کے حضور رونا گڑگڑانا التماس والتجاء کرنا آنحضرتؑ کی عظمت، مرجعیت علمی و معنوی پر روشن دلیل ہے۔

لاجواب سوال

حضرت امام علی رضاؑ کا نیشاپور تشریف لانا اور حدیث سلسلۃ الذہب کا ارشاد فرمانا، اس کو دس ہزار یا بیس یا تیس ہزار لوگوں کا لکھنا، اور پھر تقریباً نوے علماء و رجال اہل سنت کا روایت کرنا، اس کو سیکڑوں معتبر کتابوں میں درج کرنا، حدیث شریف اور سلسلہ سند حدیث کو عجیب و غریب الفاظ سے یاد کرنا، یہ تمام باتیں اس مطلب کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ پھر کیوں اور کس دلیل پر مؤلفین صحاح نے اس حدیث شریف کو اپنی مجامع حدیثی میں ذکر نہیں کیا حتی اس عظیم واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا؟ ۔ (۲)

واقعاً تمام علماء اہل سنت و علماء نیشاپور اور مؤلفین صحاح کی حضرت امام رضاؑ کے بارے میں یہ دورخی کیوں اور کس لیے ہے؟

---

(۱) سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵، ص ۲۸۱-۲۸۲۔

(۲) البتہ ابن ماجہ نے اپنی سنن میں فقط حدیث ایمان کو ذکر کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

تیسرے: دیگر احادیث

اب تک دو حدیثین، حدیث ایمان، وحدیث حصن کہ جو سلسلۃ الذہب کے نام سے معروف ہیں بیان ہو چکی ہیں، اب اس حصہ میں دیگر وہ احادیث کہ جن کی اسناد سلسلۃ الذہب ہی کی طرح ہیں لیکن مطالب حدیث ایمان وحصن سے جدا ہیں اور حضرت امام رضاؑ نے ان کو بھی اپنے اباء واجداد طاہرینؑ ہی سے تسلسل کے ساتھ نقل فرمائی ہیں اور علماء اہل سنت نے اپنی معتبر کتابوں میں ان کو درج کیا ہے، بیان کی جارہی ہیں:

۱- ابن نجار شافعی (۶۴۳ھ) اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن احمد بن محمد بن حنبل سے کہ اس نے اپنے والد سے کہ اس نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے اپنے آباء واجداد طاہرینؑ سے انہوں نے رسول اکرمؐ سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

مامن قوم كانت لهم مشورة فحضر معهم من اسمه احمد و محمد فشاروه الا خيرلهم۔(۱)

کوئی بھی قوم وقبیلہ جب کبھی آپس میں مشورہ کرے اور ان کے درمیان محمد یا احمد نامی شخص بھی ہو تو خداوند عالم اس مشورے میں نیکی وبھلائی قرار دیتا ہے۔

۲- ابن نجار شافعی اپنی اسناد کے ساتھ یوسف بن عبداللہ غازی سے کہ وہ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ واجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ذیل تاریخ بغداد، ج ۱۹، ص ۱۳۵۔

یقول الله تبارك وتعالی : یابن آدم ماانصفتنی ، أ تحبب الیك بالنعم و تنقمت الی بالمعاصی ، خیری علیك منزل و شرك الی صاعد ولا یزال ملك كریم یعطینی عنك كل یوم و لیلة بعمل قبیح ، یابن آدم لو سمعت وصفك من غیرك وانت لاتدری من الموصوف لسارعت الی مقته۔(۱)

خداوند عالم نے آولاد آدم کو مخاطب کر کے فرمایا: اے فرزند آدم! میرے ساتھ تو نے انصاف نہیں کیا میں تیرے لیے نعمتیں بھیج کر تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تو گناہ انجام دے کر میرے عقاب وناراضگی کا سبب بنتا ہے، میری نیکیاں وعنایات تجھ پر برس رہی ہیں اور تیرے گناہ و برائیاں آسمان چھو رہی ہیں، ہمیشہ شب وروز کاتبان اعمال فرشتے مجھ تک تیرے گناہ و بدکاریوں کو پہنچاتے ہیں۔اے فرزند آدم! اگر اپنی برائیوں کو کسی دوسرے کی زبانی سنے اور تجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ برے اعمال کس کے ہیں تو فوراً اس سے ناراض ومتنفر ہو جائے گا۔

۳- محمد بن سلامة قضاعی شافعی (۴۵۴ھ) اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ واجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: من عامل الناس فلم یظلمهم و حدثهم فلم یکذبهم و وعدهم فلم یخلفهم فهو ممن کملت مرؤته و ظهرت عدالته و وجبت اخوته و حرمت غیبته۔(۲) جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور ان پر ظلم نہ کرے اور ان سے وعدہ کرے اور وعدہ خلافی انجام نہ دے اس شخص کی مروت کامل، عدالت واضح وروشن، اس سے اخوت و بھائی چارگی لازم وضروری اور اس کی غیبت حرام ہے۔

---

(۱) ذیل تاریخ بغداد، ج۱۹،ص ۱۳۵۔ التدوین فی اخبار قزوین، ج۳، ص۴۔

(۲) مسند الشهاب، ج۱،ص ۳۲۲۔ اور دیکھیے: الکفایة فی علم الروایة، ج۱،ص ۷۸، ح ۵۴۳۔

۴- بیہقی شافعی (۴۵۸ھ) نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

رأس العقل بعد الدين التودد الى الناس واصطناع الخير الى كل بر و فاجر۔(۱)

اصل و اساس عقل، دین کے بعد لوگوں سے دوستی و اظہار محبت اور ہر نیک و بد انسان کے لیے اچھائی چاہنا ہے۔

۵- ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کرتا ہے کہ آپ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

اشد الاعمال ثلاثة: اعطاء الحق من نفسك و ذكر الله على كل حال و مواساة الاخ في المال۔(۲)

سخت ترین اعمال تین ہیں: اپنی جانب سے حق عطا کرنا، ہر حال میں ذکر خدا کرنا اور اپنے دینی بھائیوں کی مالی مدد کرنا۔

۶- ابو نعیم اصفہانی شافعی (۴۳۰ھ) نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ و اجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) شعب الایمان، ج۶ص۲۵۶، ح۸۰۶۲۔

(۲) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج۱ص۸۵۔

العلم خزائن و مفتاحها السؤال: فاسئلوا ، يرحمكم الله فانه يؤجر فيه اربعة السائل والمعلم والمستمع والمحيب لهم والمحب له۔(۱)

علم ایک ایسا خزانہ ہے کہ جس کی چابی سوال ہے لہذا سوال کرو خدا تم پر رحمت کرے، اس لیے کہ اس میں چار افراد کو اجر وثواب ملتا ہے: سوال کرنے والے کو استاد کو سننے والے کو اور جواب دینے والے کو اور سوال کو دوست رکھنے والا بھی ماجور ہے۔

۷- داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرینؑ واجداد طیبینؑ سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

لا يزال الشيطان ذعراً من المؤمن ما حافظ على الصلوات الخمس ، فاذا ضيعهن تجرأ عليه و اوقعه في العظائم۔(۲)

شیطان ہمیشہ اس بندہ مومن سے ڈرتا ہے کہ جو نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ بجالاتا ہے۔ لیکن جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو شیطان اس پر مسلط ہوجاتا ہے اور اس کو گناہان کبیرہ میں پھانس دیتا ہے۔

۸- داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین واجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) ابونعیم اصفہانی اس حدیث کے بارے میں کہتا ہے کہ "هذا حديث غريب من هذا الوجه لم نكتبه الا بهذا الاسناد" یہ حدیث اس لحاظ سے عجیب وغریب ہے کہ ہم نے اس کو اس سند کے علاوہ نہیں لکھا۔ دیکھیے: حلية الاولياء وطبقات الاصفياء، ج ۳، ص ۱۲۸۔ البتہ عبارت "والمحب له" اس منبع میں نہیں ہے بلکہ کتاب التدوین فی اخبار قزوین میں ہے۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۱۲۵۔

خیر الاعمال عند الله تعالی ایمان لا شك فیه و غزو لا غلول فیه ۔۔۔(۱)

خداوند عالم کے نزدیک سب سے بہترین اعمال وہ ایمان ہے کہ جس میں کوئی شک و شبہہ نہ ہو اور وہ جہاد ہے کہ جس میں کوئی خیانت و دھوکا نہ ہو۔

۹- داؤد بن سلمان نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین واجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: من مر علی المقابر فقرأ فیها احدی عشر مرة قل هو الله احد ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔(۲)

جو شخص بھی قبرستان سے گذرے اور وہاں گیارہ مرتبہ سورہ قل ھو اللہ پڑھ کر مردوں کو بخش دے تو خدوند عالم اس کو اس قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد میں ثواب عطا کرے گا۔

۱۰- علی بن حمزہ علوی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین واجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم، فان صلة الرحم منسأة فی الاجل مثراة للمال مرضاة للرب تعالی۔(۳)

اپنے خاندانی شجرہ نسب کو اس حد تک یاد کرو کہ جن پر صلہ رحم کرنا چاہیے اس لیے کہ صلہ رحم موت کو ٹالتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور پروردگار کو راضی وخوشنود کرتا ہے۔

---

(۱) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۱۶۔ یہ روایت حضرت رسول اکرمؐ سے دوسرے طرق سے بھی منقول ہے۔ دیکھیے: احمد بن حنبل، المسند، ج ۳، ص ۲۵۸۔

(۲) التدوین فی اخبار قزوین، ج ۲، ص ۲۹۷۔

(۳) موضح اوھام الجمع والتفریق، ج ۲، ص ۳۵۴۔

۱۱- احمد بن عامر طائی نے حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً ینتفعون بها، بعثه الله یوم القیامة فقیهاً عالماً ۔(۱)

میری امت میں سے جو شخص بھی چالیس احادیث حفظ کرے کہ ان سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، خداوند عالم اس کو روز قیامت فقیہ و عالم محشور کرے گا۔

۱۲- شبلنجی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

من لم یؤمن بحوضی فلا اورده الله تعالی حوضی، ومن لم یؤمن بشفاعتی فلا اناله الله شفاعتی ۔ ثم قال انما شفاعتی لاهل الکبائر من امتی فاما المحسنون فما علیهم من سبیل ۔ (۲)

جو شخص بھی میری حوض پر ایمان نہ رکھتا ہو خداوند عالم اس کو میرے حوض پر وارد نہیں کرے گا۔ اور جو میری شفاعت پر ایمان نہ رکھتا ہو خدا اس کے نصیب میں میری شفاعت قرار نہیں دے گا۔ پھر فرمایا میری شفاعت ان لوگوں کو نصیب ہوگی کہ جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن اچھے کام کرنے والے اور نیک افراد سے کوئی مواخذہ و باز پرس نہیں ہوگی۔

---

(۱) مسند الامام زید، ص ۴۴۳ ـ العلل المتناهیه، ج ۱، ص ۱۱۹۔
(۲) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

۱۳- شبلنجی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین واجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لا یکون الی یوم القیامة مؤمن الاوله جار یؤذیه۔(۱)

روز قیامت تک کوئی مؤمن نہیں ہے مگر یہ کہ اس کا پڑوسی اس کو پریشان کرتا ہوگا۔

۱۴- شبلنجی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین واجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: الشیب فی مقدم الرأس یمن، وفی العارضین سخاء و فی الذوائب شجاعة و فی القفاء شؤم۔(۲)

سر کے اگلے حصے کے بالوں میں سفیدی برکت کی علامت ہے اور سر کے دونوں طرف کے بالوں میں سفیدی باعث سخاوتمندی ہے اور زلفوں میں شجاعت کی علامت ہے اور سر کے پیچھے کے بالوں میں سفیدی نحس و کم بختی کی علامت ہے۔

۱۵- شبلنجی شافعی نے بطور مرسل حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے آباء طاہرین و اجداد طیبین سے نقل فرمایا انہوں نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالبؑ سے اور آپ نے رسول خداؐ سے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: لما اسری بی السماء رأیت رحماً معلقة فی العرش تشکوا رحماً الی ربها انها قاطعة لها قلت: کم بینك و بینها من اب؟ قالت: تلتقی فی اربعین اباً۔(۳)

جب مجھ کو شب معراج آسمان کی سیر کرائی گئی میں کچھ اہل ارحام کو دیکھا کہ جو خداوند عالم کے حضور قطع رحم کی شکایت کر رہے تھے، میں نے ان سے سوال کیا کہ تمہارے اور اس شخص کے درمیان کہ جس کی شکایت کر رہے ہو کتنی نسلوں اور پشتوں کا فاصلہ ہے تو جواب دیا چالیس پشتوں کا۔

---

(۱) و (۲) و (۳) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۳۶۔

لاجواب سوال

جیسا کہ دوسرے حصہ میں گذر چکا ہے کہ علماء اہل سنت حضرت امام رضاؑ کی علمی و معنوی شخصیت کے بارے میں عجیب وغریب الفاظ کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں اور آپؑ کے لیے ایک عظیم مقام ومرتبہ کے قائل ہیں، لیکن اب یہ دیکھا جائے کہ کس طرح اس عظیم و بحر بیکراں کے علم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے؟ حضرت امام رضاؑ سے معنوی وعلمی استفادہ کرنے کا صرف ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے وہ یہ کہ آپ کی زبان مبارک سے جو احادیث معارف نقل ہوئی ہیں اور ان کو راویوں نے نقل کر کے اپنے بعد والی نسلوں کے حوالے کیا ہے تا کہ تمام تشنگان علوم و معارف اس سے کما حقہ استفادہ کرسکیں کہ جو اسی دوران ایک مجموعہ کی شکل میں جمع آوری و تالیف ہو چکی ہیں اور صحیفۃ الرضا یا مسند الرضا کے نام مشہور ہیں، جن لوگوں نے صحیفہ و مسند یا انفرادی طور سے ایک ایک حدیث کو حضرت امام رضاؑ سے نقل کیا ہے ان میں ابوصلت ہروی، علی بن صدقہ رقی، داؤد بن سلیمان جرجانی، احمد بن عامر طائی، حسن بن فضل بن عباس اور دسیوں افراد دیگر ہیں کہ جن کے نام مختلف ومتفرق طریقے پر اور بے توجہی و بے اعتنائی کے ساتھ اہل سنت کی کتابوں میں درج ہیں، تا کہ اہل جرح وتعدیل ان راویوں کی بغیر دلیل کے تضعیف کرسکیں اور ان کی راویات کو بے اعتبار بنا کر پیش کیا جاسکے۔ (۱)

لہذا یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے ایک طرف تو علماء و بزرگان اہل سنت کی جانب سے حضرت امام رضاؑ کی شخصیت اور مقام علمی و معنوی کا اعتراف اور دوسری طرف آنحضرتؑ سے علمی و معنوی راستوں کا بند کرنا یا ان روایات وراویوں کی بغیر دلیل کے اور تعصب کی وجہ سے تضعیف کرنا کہ جنہوں نے آنحضرتؑ سے روایات نقل کی ہیں۔ یہ دورخی کس لیے ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟!

---

(۱) کتاب المجروحین، ج ۲، ص ۱۰۶۔ کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷۔

چوتھا حصہ

امامت

لفظ امام کے معانی

شیعہ مذہب میں لفظ امام وامامت بہت مقدس ہیں اور بہت بلند و بالا معانی رکھتے ہیں ان کا خاص مقام ہے ان سے حضرت رسول اکرمؐ کے پاک وپاکیزہ جانشین اور معصوم رہبروں کی یاد ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔

مذہب شیعہ کے عقیدہ کے اعتبار سے یہ آئمہ طاہرینؑ خداوند عالم کی جانب سے یکے بعد دیگرے پرچم امامت اور کائنات کے امور کی زعامت و ذمہ داری اپنے کاندھوں پر اٹھائے رہے اور معنوی، علمی، سیاسی، اجتماعی اور ۔۔۔ مرجعیت انہی کے عہدے پر رہی ہے، لہذا یہ لفظ بطور کلی دو معانی رکھتا ہے ایک معنی خاص دوسرے معنی عام کہ جن کی تشریح حسب ذیل ہے۔

الف﴾ معنی عام

مذہب اہل سنت میں لفظ امام کا استعمال مذہب شیعہ کے عقیدے سے بہت متفاوت وجدا ہے لہذا اہل سنت کے یہاں امام رضا یا کسی آئمہ اہل بیتؑ کے لیے اگر لفظ امام کا استعمال پایا جائے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ان کا مقصود وہی ہے کہ جو شیعہ عقیدے میں مراد ہے۔ مگر یہ کہ اس استعمال پر کوئی الگ سے دلیل موجود ہو کہ یہاں پر وہی شیعہ عقیدے کے مطابق معنی مراد ہیں۔

اہل سنت کی عبارات میں لفظ امام کا استعمال

حضرت امام رضاؑ کے متعلق اہل سنت کی عبارات و جملات بہت زیادہ ہیں کہ جہاں آنحضرت کو لفظ امام سے یاد کیا گیا ہے کہ جو یا شخصیت معنوی آنحضرت یا پھر اپنے نظریہ کے مطابق آپ کا امام کے لفظ سے تذکرہ کیا ہے، اور بعض نے مصلحتاً شیعوں سے قربت حاصل کرنے کے لیے آپ کے لفظ امام کا استعمال کیا ہے حتی بعض افراد تو نہ فقط لفظ امام بلکہ امام ہشتم، آٹھویں امام تک کہتے ہیں اور بعض علماء نے آنحضرت کی وصایت و امامت پر دلائل تک نقل کیے ہیں کہ جن کی طرف اشارہ کیا جائے گا

کافی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ اہل سنت میں مسعودی شافعی (۳۴۶ھ) نے حضرت امام رضاؑ کے لیے لفظ امام کا استعمال کیا ہے۔ (۱)

البتہ اس بات کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اہل سنت چوتھی صدی سے پہلے امام رضاؑ کو معنی عام کے مطابق امام نہیں مانتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ چوتھی صدی سے آپ کے لیے لفظ امام کا استعمال نظر آیا ہے۔

مسعودی شافعی کے بعد اہل سنت کے دوسرے علماء نے بھی حضرت امام رضاؑ کے لیے لفظ امام کا استعمال شروع کیا اور پھر ساتویں، آٹھویں اور دسویں صدی میں انتہائی کمال کو پہنچا اور بہت زیادہ استعمال نظر آیا ہے کہ جن علماء نے لفظ امام سے آنحضرت کو یاد کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: فخر رازی شافعی (۶۰۶ھ) (۲)

ابن قدامہ مقدسی حنبلی (۶۲۰ھ) (۳)

---

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۱۷۰۔

(۲) الشجرۃ المبارکہ فی انساب الطالبیہ، ص ۷۷۔

(۳) التبیین فی انساب القرشیین، ص ۱۳۳۔

ابن تغری حنفی(۱)(۸۷۴ھ)، ملا عبد الرحمن جامی حنفی(۲)(۸۹۸ھ)، یافعی شافعی(۳)(۶۲۳ھ)، شیخ محی الدین بن عربی شافعی(۴)(۶۳۸ھ)، محمد بن طلحہ شافعی(۵)(۶۵۲ھ)، سبط بن جوزی حنفی(۶)(۶۵۴ھ)، ابن ابی الحدید معتزلی شافعی(۷)(۶۵۶ھ)، گنجی شافعی(۸)(۶۵۸ھ)، موصلی شافعی(۹)(۶۶۰ھ)، ابن خلکان شافعی(۱۰)(۶۸۱ھ)، جوینی شافعی(۱۱)(۷۳۰ھ)، ابوالفداء دمشقی شافعی(۱۲)(۷۳۲ھ)، ذہبی شافعی(۱۳)(۷۴۸ھ)، ابن وردی حلبی شافعی(۱۴)(۷۴۹ھ)، صفدی شافعی(۱۵)(۷۶۴ھ)، یافعی شافعی(۱۶)(۷۸۶ھ)، محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی(۱۷)(۸۲۲ھ)، ابن صباغ مالکی(۱۸)(۸۵۵ھ)، میر خواند شافعی(۱۹)(۹۰۳ھ)، خنجی اصفہانی حنفی(۲۰)(۹۲۷ھ)۔

---

(۱) النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، ج۲، ص۲۱۹۔ (۲) شواہد النبوۃ، ص۳۸۰۔ (۳) التدوین فی اخبار قزوین، ج۳، ص۴۲۵۔ (۴) کتاب المناقب، ص۲۹۶۔ یہ کتاب وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم کے آخر میں چھپی ہوئی ہے۔ بنقل از ملحقات احقاق الحق، ج۲۸، ص۶۵۷۔ (۵) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص۲۹۵۔ (۶) تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر الآئمۃ، ص۳۲۱۔ (۷) شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۲۵۴۔ (۸) کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ص۴۵۷-۴۵۸۔ (۹) النعیم المقیم لعترۃ النباء العظیم، ص۳۷۷۔ (۱۰) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج۳، ص۲۶۹۔ وص۲۷۰۔ (۱۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص۱۸۷۔ (۱۲) المختصر فی اخبار البشر، ج۱، ص۴۳۔ (۱۳) سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص۳۸۷۔ العبر فی خبر من غبر، ج۱، ص۲۶۶۔ تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام، ص۲۷۰۔ (۱۴) تتمۃ المختصر فی اخبار البشر، ج۱، ص۳۲۔ (۱۵) الوافی بالوفیات، ج۲۲، ص۲۵۱۔ (۱۶) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج۲، ص۱۰۔ (۱۷) فصل الخطاب لوصل الاحباب، بنابر نقل ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج۳، ص۱۶۵۔ (۱۸) الفصول المہمہ، ص۲۴۴۔ (۱۹) تاریخ روضۃ الصفاء، ج۳، ص۲۱۹۔ (۲۰) مہمان نامہ بخارا، ص۳۳۶۔ وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۲۳۔

خواندامیر شافعی(۱) (۹۴۲ھ)، ابن طولون دمشقی حنفی(۲) (۹۵۳ھ)، دیار بکری شافعی(۳) (۹۶۶ھ)، ابن حجر ہیثمی شافعی(۴) (۹۷۴ھ)، قرمانی دمشقی(۵) (۱۰۱۹ھ)، ابن عماد حنبلی(۶) (۱۰۸۹ھ)، شبراوی شافعی(۷) (۱۱۷۲ھ)، بہادرخان ہندی حنفی(۸) (تیرہویں صدی)، شبلنجی شافعی(۹) (۱۲۹۸ھ)، سنہوتی شافعی(۱۰) (حدوداً ۱۳۴۴ھ)، نبہانی شافعی(۱۱) (۱۳۵۰ھ)، قاضی بہجت آفندی شافعی(۱۲) (۱۳۵۰ھ)، محمد فرید وجدی(۱۳) (۱۳۷۳ھ)، عبدالمتعال صعیدی مصری شافعی(۱۴) (۱۳۷۷ھ)، زرکلی(۱۵) (۱۳۹۶ھ)، سید محمد طاہر ہاشمی شافعی(۱۶) (۱۴۱۲ھ)، ڈاکٹر عبدالسلام ترمانینی(۱۷)، ہادی حموی مصری شافعی(۱۸)، باقر امین ورد(۱۹)، محمد امین ضناوی(۲۰)۔

---

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۱۔ (۲) الائمۃ الاثنا عشر، ص ۹۷۔ (۳) تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، ج ۲، ص ۳۳۵۔ (۴) الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۳۔ (۵) اخبار الدول وآثار الاول، ص ۱۱۴۔ (۶) شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج ۳، ص ۱۴۔ (۷) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۲۔ (۸) تاریخ احمدی، ص ۳۴۲۔ (۹) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۳۴۲۔ (۱۰) الانوار القدسیۃ، ص ۳۹۔ (۱۱) جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۲۱۱۔ (۱۲) تشریح ومحاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷۔ (۱۳) دائرۃ المعارف القرن العشرین، ج ۴، ص ۳۵۱۔ (۱۴) المجددون فی الاسلام، ص ۶۹ وص ۷۷۔ (۱۵) الاعلام، ج ۵، ص ۲۶۔ (۱۶) مناقب اہل بیت از دیدگاہ اہل سنت، ص ۲۰۲۔ (۱۷) احداث التاریخ الاسلامی بترتیب السنین، ج ۲، ص ۱۱۶۹۔ (۱۸) اضواء علی الشیعۃ، ص ۱۳۴۔ (۱۹) معجم العلماء العرب، ج ۱، ص ۱۵۳۔ (۲۰) پاورقی البلدان، ص ۹۳۔

ب ﴿ معنی خاص

جیسا کہ عرض کیا جا چکا کہ اہل سنت کے اکثر علماء نے حضرت امام رضا کے لیے لفظ امام کا استعمال کسی خاص مقصد کے تحت اور خصوصاً آپ کی عظمت وشخصیت اور آپ کے علم وزہد وتقوی وغیرہ کے پیش نظر کیا ہے لیکن بعض علماء نے شیعہ عقیدے کے مطابق اور اسی معنی میں لفظ امام کا استعمال کیا ہے اور کافی جسارت وشہامت کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کا امام ہشتم کہہ کر تعارف کرایا ہے اور پھر آپ کی وصایت وامامت پر دلائل بھی پیش کی ہیں کہ جن کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت امام رضاؑ کی امامت پر دلالت کرنے والی نصوص

حضرت امام رضاؑ کی امامت پر دلالت کرنے والی روایات کو علماء اہل سنت میں سے صرف مسعودی شافعی اور ابن صباغ مالکی نے مفصل اور محمد خواجہ پارسائی حنفی نے بطور اختصار بیان کیا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قاضی بہجت آفندی شافعی نے بھی حضرت کے وصایت وامامت پر دلالت کرنے والی روایات کو ذکر کیے بغیر ہی آنحضرت کی وصایت کے متعلق تصریح کی ہے۔

مسعودی شافعی

وہ مفصل طریقہ پر تمام روائی دلیلیں اور وہ روایات کہ جو بارہ اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہیں، خصوصا حضرت امام رضاؑ کی امامت کے متعلق بیان کرتا ہے۔ (۱)

ابن صباغ مالکی

اس نے اس سلسلے میں تین روایات کو نقل کیا ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

---

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۱۷۰۔ البتہ اگر مروج الذہب ومعادن الجوھر، التنبیہ والاشراف اور اثبات الوصیہ تینوں کتابوں کا مؤلف علی بن حسین مسعودی ہو۔

پہلی روایت:

و ممن روی ذالك من اهل العلم والدین داؤدبن کثیر الرقی قال: قلت لموسی الکاظم : جعلت فداك انی قد کبرت سنی فخذ بیدی وانقذنی من النار ، من صاحبنا بعد ك ؟ قال فاشار الی ابنه ابی الحسن الرضا فقال : هذا صاحبکم بعدی۔(۱)

صاحبان علم ودین میں سے ایک کہ جنہوں نے اس روایت کونقل کیا ہے داؤد ابن کثیر رقی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام موسی کاظمؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ پر قربان ہوجاؤں میں بوڑھا ہوچکا ہوں میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھ کو جہنم کی آگ سے نجات دیں، آپ کے بعد ہمارا سرپرست کون ہے؟ امامؑ نے اپنے فرزند حضرت ابوالحسن رضاؑ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ میرے بعد تمہارا سرپرست ہے۔

دوسری روایت

روی عن المخزومی وکانت امه من ولد جعفر بن ابی طالب قال: بعث الینا موسی الکاظم فجمعنا ، ثم قال أتدرون لم جمعتکم ؟ فقلنا ، لا ، قال : اشهدوا ان ابنی هذا ، اشارالی علی ابن موسی الرضا ، هو وصیی والقائم بامری و خلیفتی من بعدی ، من کان له عندی دین فلیاخذ من ابنی هذا ، ومن کانت له عندی عدة فلیستنجزها منه ، ومن لم یکن له بد من لقائی فلا یلقنی الابکتابه۔(۲)

مخزومی کہ جن کی مادر گرامی جناب جعفر ابن ابی طالب کی اولاد میں سے ہیں حضرت امام کاظم کا رشتہ دار تھا وہ کہتا ہے ایک روز حضرت امام موسی کاظمؑ نے ہم کو طلب کیا اور ہم سے فرمایا :

---

(۱) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۴۳۔

(۲) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۴۳۔

کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے آپ کو کیوں جمع کیا ہے؟ ہم نے جواب دیا نہیں، امام نے اپنے فرزند علی بن موسیٰ الرضا کی جانب اشارہ فرمایا اور کہا آپ لوگ گواہ رہنا کہ میرا یہ بیٹا میرا وصی و جانشین ہے، جس شخص کا بھی مجھ پر کچھ قرضہ ہو وہ میرے اس بیٹے سے طلب کرے اور جس کا مجھ سے کوئی وعدہ وقرارداد ہو تو اس سے مطالبہ کرے اور جو کوئی مجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہو وہ اس سے ملاقات کرے اور اس کی فرمائش پر عمل کرے۔

تیسری روایت

روی عن زیاد بن مروان العبدی قال: دخلت علی موسی الکاظم و عندہ ابنہ ابوالحسن الرضا فقال لی : یا زیاد! ھذا ابنی علی ، کتابہ کتابی و کلامہ کلامی و رسولہ رسولی و ما قال فالقول قولہ۔(۱)

زیاد بن مروان عبدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میں موسیٰ کاظم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس آپ کے فرزند ابوالحسن رضا بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم نے مجھ سے فرمایا: اے زیاد یہ میرا بیٹا علی ہے اس کی تحریر میری تحریر ہے اس کا کلام میرا کلام ہے اور اس کا پیغام میرا پیغام ہے، اور یہ جو کچھ بھی کہے حجت ہے۔

یہ بھی قابل عرض ہے کہ ابن صباغ نے اس روایات کو شیخ مفید کی کتاب ارشاد(۲) سے نقل کیا ہے اور ان کے راویوں کے متعلق اظہار نظر بھی کرتے ہوئے ان کو بہت بزرگی وعظمت کے ساتھ یاد کرتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کی روایات کو قبول کرتا اور نقل کرتا ہے کہ جو خود ایک قابل تأمل نکتہ اور لائق غور وفکر بات ہے۔

---

(۱) الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ، ص۲۴۴۔

(۲) الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج۲، ص۲۴۸۔

محمد خواجہ پارسائی بخاری حنفی:

قال موسی بن جعفر: علی ابنی اکبر ولدی، و اسمعھم لقولی و اطوعھم لامری، من اطاعہ رشد۔(۱)

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: علی میرا سب سے بڑا بیٹا میری بات کو سب سے زیادہ سننے والا اور سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے جو اس کی اطاعت کرے گا کامیاب ہوگا۔

قاضی بہجت آفندی شافعی:

وہ بھی مذکورہ فوق روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد آپ کے سب بڑے فرزند امام رضاؑ آپ کی وصیت کے مطابق امام و رہبر ہیں۔(۲)

نتیجہ

مذکورہ بالا مطالب کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ کے لیے اہل سنت کے کلمات و عبارات میں لفظ امام کا استعمال ان کے نزدیک آپ کی امامت و وصایت اور آٹھویں امام ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ان کے یہاں اس لفظ کے استعمال کی دو توجیہ بیان کی جاسکتی ہیں:

۱- حضرت امام رضاؑ کی علمی، فقہی، عرفانی و معنوی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ لوگ آنحضرت کے لیے لفظ امام کا استعمال کرتے ہیں۔

---

(۱) فصل الخطاب لوصل الاحباب، بنا بر نقل ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ص ۱۶۶۔

(۲) تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۷۔

۲- لفظ امام سے وہی معنی وصایت وامامت مراد ہے لیکن فقط نقل کی حد تک یعنی مذہب شیعہ کے مطابق نقل کرتے ہیں نہ کہ ماننے کی حد تک۔

لہذا اہل سنت کے نزدیک لفظ امام کا استعمال اصطلاح وعقیدہ شیعہ کے مطابق نہیں ہے لہذا کسی بھی اہل سنت مؤلف کو لفظ امام کے استعمال کرنے سے اس کا شیعہ ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا، (جیسے کسی بھی شیعہ مؤلف کے آثار میں اسلامی حاکموں کے لیے لفظ خلیفہ کے استعمال سے یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فرد اس شیعہ کی نظر میں خلیفہ برحق ہے)۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

پانچواں حصہ

ولایت عہدی

تاریخ اسلام کے بہترین اور پیچیدہ ترین حوادث میں سے ایک حضرت امام رضاؑ کو مامون کی جانب سے خلافت دینا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولی عہد بنانا ہے۔ یہ عمل ہر دور میں خواہ خود امام کا زمانہ ہو یا اس کے بعد سے آج تک ہر دور میں یہ مسئلہ مورد بحث و گفتگو اور مختلف نظریات کا حامل رہا ہے۔ اس لیے مامون خلافت بنی عباس کا وارث تھا اور بنی عباس کی سیاست یہ رہی کہ انہوں نے علویوں کے نام اور ان کی مدد سے خلافت پر قبضہ کیا اور پھر خلافت پاتے ہی اسی دن سے علویوں پر ظلم کرنا شروع کر دیا تاکہ علوی و شیعہ کمزور رہیں اور حکومت کو اپنے اختیار میں لینے کی فکر نہ کر سکیں لہذا بنی عباس کا علویوں پر ظلم بنی امیہ کے مظالم سے اگر زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہیں ہے، اور اصلاً سیاست بنی عباس اہل بیت و شیعوں کے حق میں کاملاً بنی امیہ ہی کی سیاست رہی اور اسی فکر و نظر کا تسلسل ہے۔ مثلاً منصور دیوانقی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ علویوں و شیعوں کے سلسلے میں کاملاً خلاف انسانی سلوک کرتا اور بدترین صورت میں ان کو شہید کرتا تھا۔

ہارون عباسی کی جنایات و مظالم کو تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی بنابراین مامون ایسے گھرانے میں پیدا ہوا اور تربیت پائی کہ جس میں علویوں سے بغض و دشمنی اپنے پورے عروج پر ہو اور ایسی حکومت کہ جس میں تمام سیاسی، نظامی، اقتصادی، ثقافتی و اجتماعی راستے علویوں کی نابودی کے لیے استعمال کیے جاتے رہے ہوں۔

اس سے صرف یہی توقع و امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے پہلے خلفاء کی سیاست و دشمنی کو آگے بڑھائے، لیکن ایک دم سے ورق پلٹے اور ظاہراً اپنے بزرگوں کی سیاست کو بدل کر علویوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے لگے یہاں تک کہ حضرت امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان طلب کرے اور پہلے آپ کو خلافت کی پیش کش کرے اور آپ کے قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولایت عہدی قبول کرنے پر مجبور کرے، علویوں کے نعروں کو حکومتی نعرہ قرار دے، حضرت امام رضاؑ کے نام کا سکہ گھڑوا کر رائج کرے اور ہرے رنگ کو کالے رنگ کی جگہ استعمال کرنے لگے۔

بنی عباس اور اولاد علیؑ مامون کی اس سیاسی رفتار سے اچانک حیرت زدہ ہوگئے اور مامون اپنی اس غیر متوقع روش سے ایک نئے سیاسی میدان میں وارد ہوا۔

لہذا اس سلسلے میں بہت زیادہ سوالات اور مختلف سوالات اٹھتے ہیں مثلاً کیوں مامون نے اولاد علیؑ کے ساتھ ملایم روش اختیار کی؟ کیوں حضرت امام رضاؑ کو خلافت کی پیش کش کی؟ کیا حضرت امام رضاؑ کو خلافت یا ولایت عہدی کی پیش کش کرنا خود مامون کی جانب سے تھا یا فضل بن سہل کی جانب سے؟ کیا حضرت امام رضاؑ کے لیے خلافت کی پیش کش صادقانہ تھی اور وہ لوگ واقعاً یہ چاہتے تھے کہ خلافت کو خاندان علی میں واپس کردیں یا کوئی اور اہداف پیش نظر تھے؟ حضرت امام رضاؑ پر کیوں ولایت عہدی زبردستی تحمیل کی گئی؟ اولاد علیؑ اور ان کے شیعوں کے ساتھ مامون کی ظاہری ملائم رفتار کا مطلب کیا تھا؟ اور اسی طرح کے دسیوں دوسرے سوالات۔

ان سوالات کا سرچشمہ حقیقتاً تین مسئلوں میں منحصر ہے۔

پہلا مسئلہ: خلافت یا ولایت عہدی کو حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے کی پیش نہاد و پیش کش کیا مامون کی جانب سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟

دوسرا مسئلہ: اگر پیش کش کرنے والا مامون تھا تو کیا وہ اپنے ارادے میں سچا تھا اور واقعاً خلافت کو آل علی میں پلٹانے کا قصد رکھتا تھا یا کوئی اور حیلہ وفریب منظور نظر تھا اور اس سے کچھ اور اہداف تھے؟

تیسرا مسئلہ: حضرت امام رضاؑ کی روش و کردار اس پیش نہاد و پیش کش کے مقابل کیا رہا؟

اس حصہ میں کوشش یہ کی جائے گی کہ ان مذکورہ سوالات کا مفصل اور دقیق جواب پیش کیا جاسکے اس لیے کہ اس سوالات کے جواب کی اس لیے بھی اہمیت ہے کہ بنی عباس کے تعلقات و روابط اہل بیتؑ کے ساتھ کیسے تھے خصوصاً مامون کے حضرت امام رضاؑ کے ساتھ کیسے روابط و تعلقات تھے مثلاً اولاً ان کے درمیان یہ تعلقات ایک طرفہ تھے یا دونوں جانب سے؟ ثانیاً کیا یہ تعلقات دوستانہ تھے یا مامون کے کچھ اور اہداف پیش نظر تھے؟۔

پہلا مسئلہ

خلافت وولایت عہدی کو حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے کی پیش نہاد وپیش کش مامون کی جانب سے تھی یا فضل بن سہل کی جانب سے؟

مشہور یہ ہے کہ خلافت وولایت عہدی کی پیش کش وپیش نہاد مامون کی جانب سے تھی، لیکن بعض افراد کا یہ بھی خیال ہے کہ فضل بن سہل نے مامون کو یہ پیش نہاد دی، جس وقت مامون بغداد پر مسلط ہوا اور اپنے بھائی امین کو قتل کیا مامون کے وزیر فضل بن سہل نے اپنے بھائی حسن بن سہل کو بغداد کا گورنر بنا کر بھیجا، حسن بن سہل چونکہ عرب گھرانے سے تعلق نہیں رکھتا تھا کوفہ وباقی عراق کے حاکم اس کی گورنری سے راضی نہیں تھے اور علوی سادات کی گورنری پر متفق وراضی تھے لہذا مامون کے خلاف وقتاً فوقتاً قیام کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ بنی عباس کی حکومت علویوں کے قیام سے متزلزل ہونے لگی فضل بن سہل نے مامون سے کہا کہ سادات علوی بھی حکومت کی طمع کرنے لگے ہیں اور عربوں کا لشکر بھی انہی کے ساتھ ہیں لہذا تدبیر یہ ہے کہ سادات علوی میں سے کسی ایک ایسے فرد کو کہ جس کی شرافت و بزرگواری پر سب متفق ہوں بطور خلیفہ پیش کریں تا کہ یہ سارے قیام دب جائیں اور حکومت میں خاموشی وسکون ہو جائے لہذا حضرت امام رضاؑ کے نام پر اتفاق ہوا اور آپ کو اس کام کے لیے انتخاب کیا گیا ۔(۱) اس سوال کے جواب کے ذیل میں چند نکتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے

۱۔ مامون ایک سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گر چالاک اور صاحب رائی جیسا کہ آگے آئے گا کہ وہ اپنے ارادے اور نظر دینے میں قاطع اور مصمم تھا۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۳۲-۲۳۳۔ دیکھیے: ضحی الاسلام، ج۳، ص۲۹۵۔ تاریخ تمدن اسلام، ج۴، ص۷۶۔

۲۔فضل بن سہل مامون کا وزیر بھی اپنی ہوشیار و چالاکی میں مشہور و معروف تھا اور خلیفہ کا مشاور خاص تھا ان دو نکتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرے نظریہ (کہ فضل بن سہل نے مامون کو پیش نہاد دی تھی کہ خلافت و ولایت عہدی حضرت امام رضا کے سپرد کر دی جائے) کا لازمہ یہ ہے کہ مامون سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گر و چالاک اور صاحب رائی وغیرہ نہ ہو اور فضل بن سہل حکومت کو چلا رہا ہو جب کہ ایسا نہیں ہے

پھر بھی تمام تاریخی شواہد کے پیش نظر ان دونوں باتوں کو اگر ایک جگہ جمع بھی کیا جائے تو بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اصل پیش نہاد و پیش کش کرنے والا مامون ہی ہے اور اگر فضل بن سہل کی جانب سے یہ پیش کش ہوئی ہو تو فقط ایک مشورہ کی حد تک ہو سکتی ہے اس لیے کہ جو خصوصیت مامون میں پائی جاتی تھیں کہ وہ سیاسی شخصیت، آگاہ، ہوشیار، دور اندیش، حیلہ گر و چالاک اور صاحب رائی وغیرہ تھا تو اس نے اس مشورے پر کافی سوچ سمجھ کر عمل کیا ہوگا اس مسلہ کے تمام جوانب پر غور و فکر کیا ہوگا چونکہ اس کو معلوم تھا کہ اس اقدام کے بعد بنی عباس اس سے ناراض ہو جائیں گے اور یہ کام اس کی خلافت کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے، لہذا معقول نہیں ہے کہ مامون نے فضل بن سہل کے کہنے پر یوں ہی عمل کیا ہو اور اپنی عقل فضل کے ہاتھ میں دیدی ہو اور اس کے مشورے پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنے لگے اور دوسری طرف اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ پیش نہاد و پیش کش فضل بن سہل کی جانب سے تھی تو جب مامون نے دیکھا کہ اس حیلہ میں وہ کامیاب نہیں ہوا تو اسے چاہیے تھا کہ فضل بن سہل سے ناراض ہوتا اور اسے ناکامی کی سزا دیتا لیکن ایسا کہیں نہیں ہوا اور نہ ہی کسی تاریخ نے نقل کیا۔ پس اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل پیش نہاد و پیش کش خود مامون کی ہی طرف سے تھی اور وہی اس امر میں صاحب نظر تھا اور اگر فضل بن سہل کی جانب سے کچھ تھا بھی تو وہ صرف ایک مشورے کی حد تک ہو سکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

کیا مامون خلافت ولایت عہدی کو امام رضاؑ کے سپرد کرنے میں سچا تھا یا نہیں؟

واضح ہو چکا ہے کہ خلافت ولایت عہدی کی پیش نہاد و پیش کش مامون کی جانب سے تھی تو یہاں پر دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پیش نہاد و پیش کش کرنے والا مامون تھا تو کیا وہ اپنے ارادے میں سچا تھا اور واقعا خلافت کو آل علی میں پلٹانے کا قصد رکھتا تھا یا کوئی حیلہ وفریب منظور نظر تھا اور اس سے کچھ اور اہداف تھے؟

اس بہترین سوال کے جواب کی تلاش میں ضروری ہے کہ مامون کے اہداف و مقاصد کی تحقیق کی جائے تاکہ صحیح اور دقیق جواب حاصل ہو سکے۔

اس حصے میں ابتداء مامون کے اہداف و مقاصد کے سلسلے میں علماء کے نظریات کو پیش کیا جائے پھر اس پر نقد و تحقیق کے بعد صحیح نتیجہ پر پہنچا جائے گا۔

مامون کے مقاصد کے متعلق علماء کے نظریات

علماء کے نظریات و آراء کو تین صورتوں میں جمع کر کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

الف﴾ کچھ تو وہ لوگ ہیں کہ جو مامون کو اس مسئلہ میں سچا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصلاً کوئی سیاست اور حیلہ وفریب مقصود نہیں تھا۔

ب﴾ مامون ابتداء ہی سے سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلی۔

ج﴾ مامون ابتداء میں سچا و صادق تھا لیکن پھر اپنے ارادے سے منحرف ہو گیا اور امام کو شہید کر دیا۔

الف﴾ جو لوگ مامون کو اس کام میں صادق وسچا سمجھتے ہیں وہ اس کی صدق نیت پیش کرتے ہوئے اس طرح اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہیں:

۱۔طبری شافعی، ابن اثیر شافعی وغیرہ:

ان المامون نظر فی بنی العباس وبنی علی فلم یجد احداً هو افضل ولااورع ولا اعلم منه۔(۱)

مامون نے بنی عباس واولادعلی کے درمیان دیکھا تو کسی کو بھی علی بن موسیٰ الرضاؑ سے افضل، اورع واعلم نہیں پایا۔

۲۔ابوالفرج اصفہانی:

ان المامون کان خلال صراعه مع اخیه الامین قد عاهد الله ان ینقل الخلافة الی افضل آل ابی طالب و ان علی الرضا هو افضل العلویین ان ظفر بالمخلوع۔(۲)

مامون نے اپنے بھائی امین سے جنگ کے دوران خداوندعالم سے یہ عہد کیا اور نذر کی کہ پروردگارا اگر میں اس جنگ میں کامیاب ہوگیا تو اس خلافت کو اولاد ابی طالب میں سے افضل ترین فرد کے حوالے کردوں گا اور علی رضاؑ ان میں افضل ترین فرد تھے۔

---

(۱) تاریخ الامم والملوک، ج۵، ص۱۳۸۔ مروج الذهب ومعادن الجوهر، ج۲، ص۳۳۔ تجارب الامم وتعاقب الهمم، ج۳، ص۳۶۶۔ الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۱۶۲۔ دیکھیے: تاریخ مختصر الدول، ص۱۳۴۔ مرآة الجنان وعبرة الیقظان فی معرفة ما یعتبر من حوادث الزمان، ج۲، ص۱۰۔ البدایة والنهایة، ج۱۰، ص۲۵۸۔ مآثر الانافة فی معالم الخلافة، ص۳۰۴۔ صبح الاعشیٰ فی صناعة الانشاء، ج۹، ۳۶۶۔

(۲) مقاتل الطالبین، ص۳۷۵۔

۳-سیوطی شافعی:

ان المامون قد حمله علی ذالك افراطه فی التشیع حتی قیل : انه هم ان یخلع نفسه و یفوض الامرالیه۔(۱)

مامون چونکہ اس کے یہاں افراطی پن اور شیعہ گری(۲) پائی جاتی تھی لہذا اس نے یہ کام کیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ اصلاً خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا اور امام رضاؑ کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔

۴-ابن طقطقی:

ان المامون فکر فی حال الخلافة بعده و اراده ان یخلعها فی رجل یصلح لها لتبرأ ذمته فنظر فی نبی العباس وبنی علی فلم یجد احدا هو افضل ولا اورع و لا اعلم منه۔(۳)

مامون نے اپنے بعد امر خلافت کے بارے میں غور وفکر کیا کہ کسی ایسے شخص کے سپرد کی جائے کہ جو اس کا اہل ہو اور صلاحیت رکھتا ہو تب اس نے تمام بنی عباس و اولاد علی کو دیکھا لیکن کسی کو بھی علی رضاؑ سے افضل، اورع اور اعلم نہیں پایا۔

۵-ڈاکٹر احمد امین مصری شافعی:

ان المامون قد اراد بذالك ان یصلح بین البیتین العلوی والعباسی ویجمع شملهما لیتعارفوا علی ما فیه خیرالامة وصلاحها و تنقطع الفتن و تصفوالقلوب ، وانه کان معتزلیا ویری احقیة علی وذریته بالخلافة و کذالك انه وقع تحت تاثیر الفضل والحسن ابنی سهل الفارسیین۔۔۔

---

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۷۔

(۲) یہاں پر شیعہ گری سے مراد اہل سنت کے نزدیک معنی خاص ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

(۳) الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، ص ۲۱۴۔

۔۔۔ وانه رایٔ ان عدم تولی العلویین للخلافة یکسب آئمتهم شیئاً من التقدیس فاذا ولوا الحکم ظهروا للناس وبان خطؤهم وصوابهم فزال عنهم التقدیس واغلب ظنی ان المامون کان مخلصاً فی عمله صادقا فی تصرفه۔(۱)

مامون نے اس کام سے یہ چاہا کہ خاندان عباسی وعلوی کے درمیان دوستی ایجاد کرکے ان کے اختلاف کو اتحاد میں تبدیل کردے وہ امت کی خیر وصلاح اور بہتری چاہتا تھا تاکہ فتنہ وفساد ختم ہوجائے، دل ایک دوسرے سے صاف ہوجائیں، مامون مذہبی اعتبار سے معتزلی تھا لہذا علی اور اولاد علی کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتا تھا اور پھر فضل بن سہل وحسن بن سہل ایرانی کے تحت تاثیر رہا۔۔۔ اور پھر اس نے دیکھا کہ اگر علویوں کو حکومت نہ ملے تو ان کے اماموں کا تقدس اسی طرح باقی رہے گا اور اگر حکومت مل جائے تو لوگوں کے سامنے آئیں گے اور ان کی اچھائی وبرائی سب پر آشکار ہوجائے گی اور تقدس ختم ہوجائے گا۔۔۔ میرا زیادہ تر گمان یہ ہے کہ مامون اپنے ارادے میں سچا اور صادق تھا۔

ب﴾ جو لوگ اس بات کے معتقد ہیں کہ مامون ابتداء ہی سے سچا وصادق نہیں تھا اور اس کے کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلی۔ وہ اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

۱۔ڈاکٹر علی سامی بشار:

ان المامون ادرك خطورة الدعوة الاسماعیلیة فاراد ان یقضی علیها و کان الامام عبد الله الرضی بدأ نشاطاً واسعاً ولذا قرب المامون الیه علی الرضاؑ وبایعه بولایة العهد۔(۲)

---

(۱) ضحیٰ الاسلام، ج۳،ص ۲۹۵۔ اگر اس بات کے قائل ہوجائیں کہ مامون فضل بن سہل وحسن بن سہل کے تحت تاثیر تھا تو پھر اس کی اپنی دور اندیشی، ہوشیاری اور صاحب رائی ہونا زیر سوال آئے گا۔

(۲) نشأۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام، ج۲، ص۳۹۱۔

مامون نے اسماعیلی فرقہ کے خطرات کو محسوس کرلیا تھالہذا چاہتا تھا کہ ان کا خاتمہ کرے امام عبداللہ رضی نے اپنی فعالیتیں وکارکردگی بہت تیزی سے آگے بڑھانی شروع کردی تھیں تب مامون نے علی رضا کو اپنے قریب کیا اور آپ کے ہاتھ پر ولایت عہدی کی بیعت کی۔

۲- ڈاکٹر کامل مصطفی الشیبی: ان المامون جعله ولی عهده لمحاولة تالف قلوب الناس ضدقومه العباسيين الذين حاربوا و نصروا اخاه۔(۱)

مامون نے امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد بنایا تا کہ ان لوگوں کو کہ جو بنی عباس کے خلاف تھے اور امین و مامون کی جنگ میں امین کے ساتھ رہے ان کے دلوں کو جذب کر سکے اور ان کو اپنے قبضے میں کر سکے۔

۳- سید ہاشم معروف حسنی: ان المامون وضع الامام الرضا تحت رقابة الخليفة و منعه من القيام بحركة علوية جديدة --- كانت ولاية العهد على كره الامام۔(۲)

مامون نے امام رضاؑ کو اپنے زیر نظر رکھا اور ان کو علویوں کے کسی تازے قیام میں شریک نہ ہونے دیا۔۔۔ جب کہ امامؑ اس ولی عہدی سے ناخوش تھے۔

۴- شیخ محمد حسین مظفر: ان المامون كان مدفوعاً في البيعة لعلى الرضا بولاية العهد بدافع سياسي هو حماية مصالح الدولة العباسية ولان المامون من رجال الدهاء والسياسة۔(۳) حضرت امام رضا کے دست مبارک پر ولایت عہدی کی بیعت کرنے میں مامون کے سیاسی اہداف اور حکومت عباسی کی حفاظت و مصلحت پیش نظر تھی چونکہ مامون ایک ہوشیار و چالاک اور سیاسی انسان تھا۔

---

(۱) الصلة بين التصوف والتشيع، ج ۱، ص ۲۳۶۔

(۲) عقيدة الشيعة الامامية، ص ۱۶۱۔ (۳) تاريخ الشيعة، ص ۵۹ و ۶۰۔

۵-سید جعفر مرتضیٰ عاملی: فاننا مهما شككنا في شيء فلسنا نشك في ان المامون كان قد درس الوضع دراسة دقيقة قبل ان يقدم على ما اقدم عليه واخذ في اعتباره كافة الاحتمالات و مختلف النتائج ۔مما اخفته عنا الايدي الاثيمة و الاهواء الرخيصة وان كانت لعبة تلك لم تؤت كل ثمارها التي كان يرجوها منها و ذالك بسبب الخطة الحكيمة التي كان الامام قد اتبعها ۔(۱) ہم کسی بھی چیز میں شک کریں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مامون نے اپنے زمانے کے حالات کو اچھی طرح درک کرلیا تھا اور ہر اقدام سے پہلے تمام احتمالات وممکن حوادث اس کے پیش نظر تھے۔۔۔ہم سے ان گناہگار وملوث ہاتھوں اور پست خواہشات کو چھپائے رکھنے کی کوشش کی جاتی رہی اگرچہ وہ اپنی خواہشات وآرزووں کو نہ پہنچ سکے اس لیے کہ امامؑ اپنے حکیمانہ تدبر وتدبیر سے ان سب کو جانتے اور اپنی حکمت سے قدم بڑھاتے رہے۔

ج ﴾ جو لوگ معتقد ہیں کہ مامون ابتداء میں صادق وسچا تھا لیکن بعد میں اپنے ارادے سے منحرف ہوگیا اور یہی وجہ رہی کہ اس نے امام کو زہر سے شہید کردیا ان کے نظریات یہ ہیں:

نجمی اصفہانی حنفی نے اس احتمال کو بھی ذکر کیا ہے اور کہتا ہے:

بعض افراد کہتے ہیں کہ مامون عباسی بہت ہوشیار وعقلمند خلیفہ تھا وہ حقیقتاً یہ چاہتا تھا کہ خلافت کو بنی عباس سے اولاد علیؑ کی طرف منتقل کردے نہ یہ کہ کوئی مکر وحیلہ اس کے پیش نظر تھا بلکہ اس کا ہدف یہی تھا کہ حق وامانت کو اس کے اہل تک پہنچادے لیکن بنی عباس اس کے اس فعل سے راضی نہ ہوئے، مامون کو حرامزادہ کہنے لگے اس کے خلاف قیام کرنے لگے مامون نے جب حالات ناگوار دیکھے تو اس نے دنیائے فانی کو آخرت پر اختیار کیا اور امام رضا کو زہر دغا سے شہید کردیا۔ (۲)

---

(۱) الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا، ص۲۵۳۔(۲) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۳۴۔۲۳۵۔اور دیکھیے: شہید مطہری، مجموعہ آثار، ج۱۸، ص۱۱۹۔

نقد و تحقیق

اس تحریر میں تمام اہداف و مقاصد اور نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا دعوی صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ ان مذکورہ نظریات میں دوسرا نظریہ صحیح و جامع ہے یعنی مامون عباسی ابتداء ہی سے سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے کچھ سیاسی اہداف تھے جن کے لیے یہ چال چلتا رہا جیسا کہ خود مامون کے طرف دار بھی اس بات کے معتقد ہیں اور خود اہل سنت کے معتبر منابع سے بھی یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ اہل سنت کے منابع اور ان کے علماء کے اشارے و تصریحات میں مجموعا یہ جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں:

اولاً ، مامون عباسی کو خلافت و ولایت عہدی حضرت امام رضاؑ کے سپرد کرنے میں ایک سیاستمدار اور سچا و صادق خلیفہ نہیں مانا جاسکتا۔

ثانیاً، ہدف اصلی مامون، حضرت امام رضاؑ کو سیاسی و اجتماعی طور پر جامعہ اسلامی سے دور کرنا اور الگ رکھنا تھا۔

ثالثاً، دوسرے اور بھی اہداف تھے وہ یہ کہ عوام کو فریب و دھوکے میں رکھنا وغیرہ۔

رابعاً، اسی زمانے میں بنی عباس و اولاد علی اس مسئلہ میں مشکوک تھے۔

اس جواب کے تمام جہات و ابعاد کے واضح ہونے کے لیے چند نکات کی طرف توجہ ضروری ہے:

چار نکتے: پہلا نکتہ: مامون کون ہے؟

مامون عباسی ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا یعنی جس سال ہارون عباسی خلیفہ بنا، ہارون کو یہ ایک خوشخبری کے طور پر اور خلافت کے نیک شگون کی شکل میں موصول ہوا لہذا اس کا نام "مامون" یعنی فال نیک رکھا گیا، مامون کی ماں ایک ایرانی کنیز تھی کہ جو ہارون کے درباری بورچی خانہ میں کام کرتی تھی اس کا نام "مراجل" تھا۔

دمیری شافعی مورخین سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

مامون کی ماں ہارون کی کنیزوں میں سب سے بدشکل تھی ایک روز زبیدہ خاتون ہارون کی بیوی ہارون کے ساتھ شطرنج کے کھیل میں مشغول تھی اور اس نے اس روز ہارون کو ہرادیا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی بورچن مراجل کہ جو بدشکل ترین عورت ہے اس سے ہمبستری کرے، ہارون نے قبول نہ کیا اور عراق ومصر کے مالیات وٹیکس زبیدہ کو دینے کی پیش نہاد کی لیکن زبیدہ نے قبول نہ کیا تب زبیدہ کے کہنے سے ہارون مراجل کے ساتھ ہمبستر ہوا اور اس سے مامون پیدا ہوا مامون کی ماں اس کے پیدا ہوتے ہی انتقال کر گئی اور مامون کی پرورش یحی بن جعفر برمکی کے زیر نظر ہوئی۔(۱)

اہل سنت کے کلام میں مامون کی خصوصیات

دمیری شافعی:

لم یکن فی بنی العباس اعلم من المامون --- عارفاً بالعلم فیه دهاء و سیاسة۔(۲)

بنی عباس میں مامون سے زیادہ عالم ودانا کوئی نہ تھا وہ ہوشیاری وسیاست اچھی طرح جانتا تھا۔

ابن ندیم: انه اعلم الخلفاء بالفقه والکلام۔(۳)

وہ علم فقہ وعلم کلام کے اعتبار سے تمام خلفاء میں سب سے زیادہ عالم تھا۔

ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری: کان نجم بنی العباس فی العلم و الحکمة و کان قد اخذ من العلوم بقسط و ضرب فیها بسهم۔(۴)

مامون آسمان علم وحکمت میں بنی عباس کا ستارہ تھا اس نے تمام علوم سے تھوڑا بہت ضرور حاصل کیا تھا۔

---

(۱) و (۲) حیاۃ الحیوان الکبری، ج۱، ص۱۱۰-۱۱۱۔

(۳) الفہرست، ص۱۶۸۔ (۴) اخبار الطوال، ص۴۴۲۔

سیوطی شافعی: کان افضل رجال بنی العباس حزماً و عزماً و علماً و رأیاً و دھاء و ھیبة و شجاعة۔۔۔(۱)

مامون بنی عباس میں دور اندیشی، ارادے میں پختگی، علم، رائی، ہوشیاری، ہیبت اور شجاعت کے اعتبار سے افضل ترین فرد تھا۔

حضرت امیر المومنین کی پیشن گوئی میں ہے کہ: ویل لھذہ الامة من رجالھم الشجرة الملعونة التی ذکرھا ربکم تعالی: اولھم خضراء و آخرھم ھزماء، ثم یلی بعد ھم امر امة محمد رجال اولھم ۔۔۔ سابعھم اعلمھم۔۔۔(۲)

ویل ہو اس امت کے مردوں پر کہ وہ ملعون درخت کہ جس کا تذکرہ تمہارے پروردگار نے کیا ہے کہ جس کی ابتداء سرسبز اور آخر خشکی ہے اور پھر اس امت محمد کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگی کہ جن کا اول۔۔۔ اور ساتواں سب سے زیادہ عالم ہوگا۔

البتہ شیعہ راوایات میں مامون کی کافی مذمت پائی جاتی ہے اور امام رضا کے قاتل کے طور پر اس کو کہیں ''عفریت مستکبر'' (۳) اور کہیں ''عفریت کافر'' (۴) کے طور پر پہچنوایا گیا ہے۔(۵)

---

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۶۔

(۲) مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۷۶۔

(۳) کمال الدین وتمام النعمۃ، باب ۲۸، ص ۳۰۸-۳۱۱، ج ا۔ عیون اخبار الرضا، ج ا، باب ۶، ص ۴۱-۴۵۔ اور دیکھیے: بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۱۹۵-۱۹۷۔

(۴) شیخ طوسی، الامالی، مجلس یازدھم، ص ۲۹۱-۲۹۲، ح ۵۶۶۔ دیکھیے: بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۲۰۲-۲۰۳۔

(۵) مامون کے بارے میں علماء شیعہ کے نظریات کو اور زیادہ جاننے کے لیے مراجعہ فرمائیں: سفینۃ البحار، ج ا، ص ۱۱۲-۱۱۵، مادہ ''امن''۔ مستدرک سفینۃ البحار، ج ا، ص ۲۲۴، مادہ ''امن''۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۵۱۲۔ تتمۃ المنتھی، ص ۳۵۰۔ قاموس الرجال، ج ۱۲، ص ۱۴۴، شمارہ ۳۸۸۔ مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۶، ص ۳۴۰، شمارہ ۱۲۱۳۲۔

دوسرا نکتہ: بنی عباس کے درمیان مامون کی متزلزل موقعیت

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ ہارون کے اپنی کنیز مراجل سے ہمبستری کرنے کے نتیجے میں مامون پیدا ہوا تھا یہ بہانہ اور طعنہ بنی عباس کے ہاتھ میں تھا کہ وہ اس بات سے مامون کی تحقیر کرتے جیسا کہ خنجی شافعی کا کہنا ہے کہ ''بنی عباس مامون کو حرامزادہ کہتے تھے''۔(۱)

دوسری طرف امین کی ماں زبیدہ عرب تھی اور مامون کی ماں مراجل ایک ایرانی کنیز تھی لہذا اسی وجہ سے امین ہمیشہ مامون کو اس کی ماں کی وجہ سے تحقیر وہجو کرتا اور اس کو خلافت کے اہل نہیں سمجھتا تھا

سیوطی شافعی لکھتا ہے: ومن شعر الامین یخاطب اخاه المامون ویعیره بامه لما بلغه عنه انه یعدد مثالبه ویفضل نفسه علیه ، انشده الصولی :

لا تفخرن علیك بعد بقیة	والفخر یکمل للفتی المتکامل
واذا تطاولت الرجال بفضلها	فاربع فانك لست بالمتطاول
اعطاك ربك ماهویت ، وانما	تلقی خلاف هواك عند مراجل
تعلوا المنابر کل یوم آملا	مالست من بعدی الیه بواصل
فتعیب من یعلو علیك بفضله	وتعید فی حقی مقال الباطل (۲)

جس وقت امین تک خبر پہنچی کہ مامون اس کی برائیاں کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس سے بہتر مانتا ہے تب اس نے اپنے بھائی مامون کی شان میں کچھ شعر کہے اور اس کی ماں کی وجہ سے تحقیر وہجو کی۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم درشرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۳۴-۲۳۵۔ بعض کتابوں میں مذکورہ ہے کہ ہارون، مامون کو یا بن الزانیہ کہہ کر پکارتا تھا۔ دیکھیے: قاموس الرجال، ج ۱۲، ص ۱۶۶۔

(۲) تاریخ الخلفاء، ص ۳۲۳۔ ودیکھیے: التنبیہ والاشراف، ص ۳۰۲۔ کتاب الثقات، ج ۲، ص ۳۲۸، تاریخ بغداد، ج ۱۰، ص ۱۸۲۔

صولی نے ان کو اس طرح نقل و منتشر کیا ہے:

تیری وجہ سے کسی کو فخر نہیں کرنا چاہیے چونکہ افتخار، کامل و جوانمرد کے زیب دیتا ہے۔

جس وقت لوگ فضل برتری اور کمال میں ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں تو اس وقت اپنی جگہ بیٹھے رہنا چونکہ تو اس میدان کا انسان نہیں ہے جو تو چاہتا تھا خدا نے تجھے دیا اور تو اپنی ماں کے پاس اپنی خواہشات کی مخالفت کی تلاش میں ہے۔ ہر روز منبر پر جاتا ہے اور جو تو میرے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جس شخص پر فضل و برتری حاصل نہیں کر سکتا اس میں عیب نکالتا ہے میرے بارے میں باطل و ناحق باتیں کرتا ہے۔

اسی وجہ سے بنی عباس نے پہلے امین کے ہاتھوں پر بیعت کی اور امین کے قتل کے بعد مجبوراً مامون کی خلافت کو قبول کیا لیکن ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ بنی عباس میں سے کسی اور کے ہاتھوں پر بیعت کریں حضرت امام رضاؑ کی ولایت عہدی ان کے لیے ایک اچھا بہانہ بن گئی لہذا انہوں نے خاموشی سے مامون کے چچا ابراہیم بن مہدی کے ہاتھوں پر بیعت کی۔(۱)

تاریخ کے یہ تمام واقعات بنی عباس کے درمیان مامون کی متزلزل موقعیت کے گواہ ہیں۔

تیسرا نکتہ: مامون کی حکومت کے دوران سیاسی و اجتماعی صورتحال

امین کے شکست کھانے اور مامون کے خلیفہ بننے کے بعد ۱۹۸ھ میں بہت زیادہ داخلی جنگیں چھڑ گئیں علویوں نے مختلف و متعدد قیام کیے اور بنی عباس کی حکومت کو ہر طرف سے خطرہ نظر آنے لگا۔

۱۹۸ھ میں نصر بن شیث عقیلی کا شہر حلب میں قیام، اس شہر اور اس کے اطراف پر اس کی حکومت کا قبضہ ہوا۔(۲)

---

(۱) وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج ۱، ص ۳۹۔

(۲) الکامل فی التاریخ، ج ۴، ص ۱۴۴۔

اسی سال موصل میں فرقہ یمانیہ ونزاریہ کے درمیان جنگ کہ جس میں تقریباً چھ ہزار فرقہ نزاریہ کے لوگ قتل ہوئے۔(۱)

۱۹۹ھ میں بنی ثعلبہ اور بنی اسامہ کے درمیان بہت سخت لڑائی ہوئی۔(۲)

وکانت فی ھذہ السنة فاتحة لثورة عظیمة قادھا العلویون، حیث خرج ابوالسرایا السری بن منصور الشیبانی بالعراق و معه محمد بن ابراھیم بن اسماعیل الحسنی وضرب ابو السرایا الدراھم بالکوفة و سیر جیوشه الی البصرة و واسط و نواحیھا و توزعت الثورة علی عدة جبھات:

جبھة البصرة بقیادة العباس بن محمد بن عیسی الجعفری و جبھة مکة بقیادة الحسین بن الحسن الافطس و جبھة الیمن بقیادة ابراھیم بن موسی بن جعفر۔

و جبھة فارس بقیادة اسماعیل بن موسی بن جعفر و جبھة الاھواز بقیادة زید بن موسی بن جعفر و جبھة المدائن بقیادة محمد بن سلیمان بن داؤد بن الحسن بن الحسن۔استمرت ھذہ الثورة اکثر من سنة الی ان قضی علیھا۔(۳)

اس سال میں ایک عظیم انقلاب تھا کہ جو علویوں کی قیادت میں برپا تھا جیسے منصور شیبانی کے فرزند ابوالسرایا سری نے عراق میں قیام کیا اور اسی کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل حسنی تھا۔

ابوالسرایا نے کوفہ میں اپنی حکومت کے نام سے سکے بھی گھڑوا لیے اور اپنے لشکر کو بصرہ وواسط اور اس اطراف میں بھیجا یہ انقلاب کئی میدان جنگ کی صورت اختیار کر گیا۔

---

(۱) سلیمان صائغ: تاریخ موصل، ج۱، ص۷۶۔ الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۱۴۶-۱۴۷۔

(۲) تاریخ موصل، ج۱، ص۷۶۔

(۳) الکامل فی التاریخ، ج۴، ص۱۴۶-۱۵۱۔

بصرہ کی جنگ کی سربراہی عباس بن محمد بن عیسی جعفری کررہے تھے مکہ میں جنگ حسین بن حسن افطس کے زیر نظر جاری تھی، یمن میں ابراہیم بن موسی بن جعفر کی قیادت میں جنگ ہورہی تھی، فارس میں اسماعیل بن موسی بن جعفر لشکر کی قیادت کررہے تھے، اہواز میں زید بن موسی بن جعفر لشکر کے قائد تھے، مدائن میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن لشکر کی رہبری کررہے تھے۔ یہ انقلابات ایک سال سے زیادہ وقت تک جاری رہے پھر رفتہ رفتہ شکست کھاتے اور ختم ہوتے چلے گئے۔

وفی سنۃ ۲۰۰ھ خرج محمد بن الامام جعفر الصادق ولکنہ استسلم و ارسل الی المامون۔(۱)

۲۰۰ھ میں محمد بن امام جعفر صادق نے قیام کیا لیکن وہ تسلیم ہوگیا اور مامون کے پاس بھیج دیا گیا

وفی سنۃ ۲۰۱ھ اصاب اھل بغداد بلاء عظیم حتی کادت تتداعی بالخراب و جلا کثیرا من ساکنیھا بسبب النھب والسبی والغلاء و خراب الدور۔(۲)

۲۰۱ھ میں بغداد کے لوگ ایک بہت بڑی آزمائش وعذاب میں مبتلا ہوئے کہ جس قحط سالی، بربادی اور گھروں کی ویرانی کی وجہ سے بہت سی موتیں ہوئی اور بہت زیادہ لوگوں نے وطن کو چھوڑا دوسری جگاہوں کو ہجرت کی۔

چوتھا نکتہ: بنی عباس کی حکومت میں راز کو مخفی رکھنا

جرجی زیدان اپنی کتاب میں بنی عباس کی حکومت کی ایک خصوصیت یہ بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ اپنے راز و اسرار کو پوشیدہ رکھتے تھے، اسی سلسلے میں لکھتا ہے:

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۲۰۷۔

(۲) العبر فی خبر من غبر، ج۱، ص۲۶۳۔

حکومت بنی عباس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی سیاسی راز و اسرار کو بہت دقت کے ساتھ مخفی رکھتے اور جوان کا پروگرام ہوتا اس کی کسی کو بھی خبر نہیں دیتے تھے۔ اپنے پروگرام و ہدف کو آخری وقت تک مخفی رکھتے خصوصاً اگر حکومتی اور سلطنتی امور سے مربوط ہوتو بہت ہی زیادہ خیال رکھتے تھے جیسا کہ منصور نے ابو مسلم کے ساتھ یہی کیا ہارون نے برمکیوں کے ساتھ یہی روش رکھی اور مامون نے فضل بن سہل، علی بن موسیٰ اور طاہر بن حسین کے ساتھ یہی عمل انجام دیا۔

بنی عباس اپنے سیاسی راز و اسرار کو پوشیدہ رکھنے میں اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔(۱)

مذکورہ نکات سے نتیجہ

۱- مامون کا اپنے ارادے میں مستحکم و ہوشیار، دور اندیش و صاحب رائی ہونا۔

۲- بنی عباس کے درمیان مامون کی متزلزل موقعیت

۳- داخلی حالت کا خراب ہونا اور داخلی جنگوں کا چھڑ جانا، جگہ جگہ قیام ہونا۔

۴- بنی عباس کا حکومتی راز و اسرار کا پوشیدہ رکھنا۔

سوال کی تکرار

مذکورہ نکات کے مدنظر سوال کو پھر سے دوہراتے ہوئے یہ بات صاف صاف واضح ہوجاتی ہے کہ مامون اس پیش نہاد میں قطعاً سچا و صادق نہیں تھا اور اس کے دوسرے اہداف پیش نظر تھے۔

حضرت امام رضاؑ کو مامون کا ولایت عہدی کے سپرد کرنے کی وجوہات:

۱- مامون حضرت امام رضاؑ کو فاضل ترین، متقی ترین اور دانا و عالم ترین فرد مانتا تھا۔

۲- مامون شیعیت کی طرف مائل تھا۔

---

(۱) تاریخ تمدن اسلام، ج۴، ص۶۹۹۔

۳- مامون نے اپنے پروردگار سے عہد و نذر کی تھی کہ اگر امین پر فتح حاصل کر لے تو خلافت یا ولایت عہدی حضرت امام رضاؑ کے سپرد کر دے گا۔

۴- مامون چاہتا تھا کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت سے بری الذمہ ہو جائے اور امام کے انتخاب کرنے سے وہ آرام و سکون محسوس کرتا تھا۔

۵- بنی عباس و اولاد علیؑ کے درمیان دوستی و صلح کو ایجاد کرنا ہدف تھا۔

۶- حضرت امام رضاؑ کی خطاء و غلطیوں کو لوگوں کے سامنے نمایاں کرنا۔

۷- مذہب اسماعیلیہ کی ترقی اور آگے بڑھنے سے روکنا۔

۸- بنی عباس سے انتقام اس لیے کہ انہوں نے پہلے امین کے ہاتھوں پر بیعت کی اور مامون کی تحقیر کرتے تھے۔

۹- علویوں کی ترقی اور ان کے قیام کو روکنا اور حکومت میں آرام و سکون پیدا کرنا۔

۱۰- بنی عباس کی حکومت کی مصلحتوں کو مضبوط کرنا۔

جواب

مذکورہ وجوہات کہ جو بیان ہوئی ہیں ان میں سے کچھ شخصی اور ذاتی ہیں کہ جن کی تاریخی حوالے سے کوئی وجود و سند نہیں پائی جاتی۔ لیکن چند وجوہات کو مامون کے اصلی ہدف کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے چونکہ یا تو ان وجوہات کی طرف خود مامون نے اشارہ کیا ہے یا تاریخی شواہد موجود ہیں:

۱- مامون حضرت امام رضاؑ کو فاضل، متقی اور دانا و عالم ترین فرد مانتا تھا۔

۲- مامون کا اپنے پروردگار سے امین پر فتح کی صورت عہد و نذر کرنا۔

۳- مامون کا معتزلی مذہب ہونا اور شیعیت کی طرف مائل ہونا۔

۴- حضرت امام رضاؑ کی خطاء و غلطیوں کو نمایاں و آشکار کرنا۔

۵۔بنی عباس سے انتقام چونکہ انہوں نے پہلے امین کی حمایت کی اور مامون کی تحقیر کی۔
۶۔علویوں وشیعوں کے قیام کو روکنا اور حکومت کی بگڑتی ہوئی حالت کو کنٹرول کرنا۔

مامون کا اصلی ہدف

حاکم نیشاپوری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں مامون کا اصلی ہدف بیان ہوا ہے اس روایت میں خود مامون نے اپنے اصلی ہدف کی تصریح کی ہے کہ حضرت امام رضا کو زبردستی ولایت عہدی سپرد کرنے سے اس کے خاص ہدف پیش نظر تھے کہ اس روایت میں مامون کے تمام اہداف واضح ہوجاتے ہیں: جس وقت شہر مرو میں حضرت امام رضا کی کرامات اور معنوی شخصیت اپنے کمال پر پہنچتی ہے تو بنی عباس کی جانب سے اندورنی طور پر مامون پر بہت دباؤ پڑنے لگتا ہے تب وہ اپنے مخالفین اور معترضین پر جواب کی صورت میں اپنے اہداف کو فاش کرتا ہے اور اپنے راز واسرار سے کہ پہلے سے طے شدہ تھا پردہ اٹھاتا ہے لہذا کہتا ہے:

قد كان هذاالرجل مستتراً عنا يدعو الى نفسه فاردنا ان نجعله ولى عهدنا، ليكون دعاؤه الينا و لنعرف ما يخالفه والملك لنا، وليعتقد فيه المعترفون به انه ليس مما ادعى فى قليل ولا كثيروان هذا الامرلنا من دونه، وقد خشينا ان تركناه على تلك الحالة ان ينفق علينا منه ما لانسده وياتى علينا مالا نطيقه، والآن واذقد فعلنا به ماقد فعلنا واخطأنافى امره ما اخطأنا واشرفنا من الهلاك بالتنويه به على ما اشرفنا، فليس يجوز التهاون فى امره، ولكن نحتاج ان نضع منه قليلاً قليلاً حتى نصوره عند الرعايا بصورة من لا يستحق هذاالامر ثم ندبر بما يحسم عنا مواد بلائه۔(۱)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۴، ص ۴۹۰۔

یہ شخص ہم سے چھپ کر اور خاموشی سے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا ہم نے چاہا کہ اس کو اپنا ولی عہد بنالیں تاکہ اگر یہ لوگوں کو دعوت دے تو وہ دعوت ہمارے لیے ہو، اس کے دوست و دشمن کو پہچان لیں اور حکومت ہمارے ہی ہاتھ میں رہے، اس کے ماننے والے سمجھ لیں کہ جیسا اس کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں وہ ایسا نہیں ہے اور اس امر خلافت کے ہم مستحق ہیں نہ کہ وہ، ہم کو ڈر تھا کہ اگر اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیں، اور اب جو کام انجام دینا چاہتے تھے انجام دے چکے لیکن ہم سے غلطی ہوگئی اور اس کو بہت بلندی و عروج مل گیا اس شہرت میں ہمارا ہاتھ رہا کہ جس سے ہم نے اپنا بہت نقصان کیا، پس اس کے معاملے میں اب سستی و کاہلی سے کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن ہم فوراً اس کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ تھوڑا تھوڑا اور کم کم اس کو قتل کریں گے اس کی موقعیت کو گرائیں گے عزت و آبرو کم کریں گے تاکہ لوگوں کے سامنے یہ ثابت کردیں کہ وہ ولایت عہدی کے قابل نہیں ہے اور پھر آہستہ آہستہ اس کو بالکل ہی ختم کردیں۔

یہ واقعہ مامون کی اندرونی حالات اور حقیقی اہداف کو بیان کر رہا ہے کہ:

۱۔ مامون کا اصلی ہدف خلافت کو خاندان علوی کے سپرد کرنا نہیں تھا۔

۲۔ مامون کا اصلی ہدف اپنی حکومت کی حفاظت اور امام کو رقابت کے میدان سے گرانا تھا۔

۳۔ مامون کی جانب سے ابتداءً خلافت کی پیش کش کرنا ظاہری و دکھاوی کے لیے تھا۔

۴۔ حضرت امام رضاؑ کو زبردستی ولایت عہدی سپرد کرنے کا مقصد اپنی خلافت کو مشروعیت بخشنا تھا تاکہ علویوں و شیعوں کے قیام کو روکا جاسکے۔

۵۔ مامون کا اصلی ہدف دیگر عباسی خلفاء کی طرح اہل بیتؑ کو سیاسی طور پر ختم کرنا تھا۔

لیکن مامون نے اس کام کی روش کو تبدیل کردیا تھا اور حضرت امام رضاؑ کو میدان سیاست سے ختم کرنے کے لیے گذشتہ خلفاء کی روش و راستوں سے ہٹ کر ایک نیا راستہ اختیار کیا اس طرح کہ اولاً امام کہ جو مدعی خلافت ہیں ان کو خلافت سے نیچے کا مقام دیا جائے۔

ثانیاً اس کام سے امام کو سیاست کے میدان میں لایا جائے اور ان کی کمزوریوں وخطاؤں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

۶-امام اور آپؑ کے شیعوں کو اپنے کنٹرول میں رکھ سکے۔

یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ احمد امین مصری بھی ان اہداف کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔(۱)

ان تمام صورتوں کے باوجود بھی جیسے ہی ولایت عہدی زبردستی امام کے سپرد کی گئی امام نے ہوشیاری کے ساتھ شرط رکھی کہ وہ کسی بھی امر حکومت میں دخالت نہیں کریں گے تاکہ مامون عباسی کو اس کے اہداف میں ناکام کرسکیں۔

حضرت امام رضاؑ کے سلسلے میں مامون کی سیاست پر ایک سرسری نظر

۱-حضرت امام رضاؑ کا خلافت یا حداقل ولایت عہدی کے لیے انتخاب۔

۲-حضرتؑ کو ولی عہد بنانے کو موقع پر جشن منانا اور لوگوں کو انعامات سے نوازنا۔

۳-مامون کی جانب سے مناظرات منعقد کرانا اور اولادِ علیؑ سے دفاع کرنا۔

۴-ہرے رنگ کو سیاہ رنگ کی جگہ پر رائج کرنا۔

۵-حضرت امام رضاؑ کے نام سے سکے رائج کرنا۔

۶-حضرتؑ کی ولایت عہدی کا تمام مملکت میں پیغام پہنچانا۔

۷-امامؑ کی شہادت پر مامون کا رونا اور عزاداری منانا۔

یہ مامون کی جانب سے عوام فریبی اور حیلہ ومکاری اس کی اوج سیاست کی علامت تھی اور بنی عباس کا اپنی حکومت کے راز واسرار کو پوشیدہ رکھنے پر مضبوط دلیل ہے کہ ایک مدت تک اپنے ہدف کو مخفی رکھا۔

---

(۱) ضحیٰ الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۵۔

اسی دوہری سیاست یا مامون کی چالبازیوں کے متعلق جھشیاری کہتا ہے:

انه يقتل الفضل ويبكى عليه ويقتل قتلته ، يقتل الامام الرضا ثم يبكى عليه ويقتل طاهراً ويولى ابنائه مكانه ، يقتل اخاه ويوهم ان الذنب فى ذالك على الفضل و الطاهر ، وهذا مما يدل على دهائه و حنكته و سياسته۔(۱)

وہ فضل کو قتل کر دیتا ہے اور پھر اس پر گریہ کرتا ہے اور اس کے قاتلوں کو قتل کر دیتا ہے۔ امام رضاؑ کو قتل کرتا ہے اور پھر آپ پر گریہ کرتا ہے۔ طاہر کو قتل کرتا ہے پھر اس کے بیٹوں کو اس کے قائم مقام کر دیتا ہے۔ اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا گناہ فضل و طاہر کی گردن پر ہے یہ تمام کام مامون کی ہوشیاری کی علامات ودلیلیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ:

اس مسئلے میں حضرت امام رضاؑ کا ردعمل کیا تھا؟

حضرت امام رضاؑ کی دوران امامت، تاریخی واقعات وحوادث پر اگر غور کیا جائے تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ مامون نے پہلے سے آمادہ شدہ پروگرام وسیاست کے تحت ایک جدید روش کو اختیار کیا۔

مامون نے امامؑ کو مدینے سے مرو تشریف لانے پر مجبور کیا اور پھر حیلہ ومکاری سے آپ کو خلافت کی پیش کش کی کہ آنحضرتؑ نے انکار کر دیا تو پھر اس نے اپنے اصلی ہدف ولایت عہدی کو پیش کیا پھر بھی بار بار حضرتؑ کی جانب سے انکار ہوتا رہا تب مامون نے اپنا اصلی راز فاش کیا اور اپنا واقعی چہرہ سامنے لایا اور دھمکی وتہدید سے ولایت عہدی کو زبردستی امام کے حوالے کر دیا اس صورت میں آنحضرت نے اشک بہاتے اور گریہ کرتے ہوئے کچھ شرائط کے ساتھ ولایت عہدی کو قبول فرمالیا۔

---

(۱) کتاب الوزراء والکتاب، ص ۱۹۷-۲۰۸۔

اہل سنت کے منابع میں بہت زیادہ شواہد ہیں کہ حضرت امام رضاؑ اچھی طرح جانتے تھے کہ مامون نے کس لیے امام کو مدینہ سے مرو بلایا ہے کہ وہ اولاً خلافت کی درخواست کرے گا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں زبردستی ولایت عہدی کو آپ کے سپرد کرے گا ثانیا یہ کہ امام نے ولایت عہد مجبوراً قبول فرمائی ہے۔

۱۔مسعودی شافعی لکھتا ہے: ۔۔۔ فالح علیه فامتنع ، فاقسم فابر قسمه۔(۱)

اس نے ولایت عہدی پیش کرنے میں بہت اصرار کیا لیکن امام انکار کرتے رہے پھر اس نے قسم دی تب آپ نے قسم کا جواب مثبت طور پر دیا۔

۲۔آنحضرتؑ نے عہدنامے کے جواب میں فرمایا: والجامعة والجفر یدلان علی ضد ذالك ﴿وما ادری مایفعل بی و لا بکم﴾ (۲)﴿ان الحکم الا لله یقص الحق وهو خیر الفاصلین﴾ (۳)لکننی امتثلت امر امیرالمؤمنین و آثرت رضاه ، والله یعصمنی وایاه واشهدت الله نفسی بذالك ﴿فکفی بالله شهیدا﴾۔(۴)(۵)

علم جامعہ وعلم جفر دونوں ہی اس امر کی مخالفت پر دلالت کرتے ہیں" مجھے نہیں معلوم یہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے"،" حکم واقعی صرف خدا کی جانب سے ہے کہ وہی حق و حقیقت بیان کرنے والا ہے اور وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے"۔

---

(۱) اثبات الوصیۃ، ص۱۷۹۔

(۲) سورہ احقاف، آیت ۹۔

(۳) سورہ انعام، آیت ۵۷۔

(۴) سورہ نساء، آیت ۷۹۔

(۵) مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ، ص۳۰۵-۳۰۶۔ صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء، ج۹، ص۳۹۱۔

لیکن میں مامون کے حکم کو بجالاتا ہوں اور اس کی مرضی کے مطابق اس امر کو قبول کرتا ہوں خداوند عالم مجھے اور اسے محفوظ رکھے اپنے اس امر پر خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ "وہ بہترین گواہ اور مقام شہادت میں کافی ہے"۔

۳-اسی طرح آحضرت کا عہدنامہ کے جواب کے آغاز میں ارشادگرامی:

الحمد لله الفعال لما يشاء لا يعقب لحكمه ولا راد لقضائه يعلم خائنة الاعين وما تخفى الصدور۔(۱)

تمام تعریفیں ہیں اس خدا کی کہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے کوئی بھی اس کی قضاوقدر کی مخالف ورد نہیں کرسکتاوہ آنکھوں کی خیانتوں سے واقف ہے اور وہ دلوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے

حضرت امام رضا کے یہ کلمات مبارک مامون کی سوئے نیت اور آنحضرت کی عدم رضایت و مجبوری پر صاف صاف دلالت کرر ہے ہیں۔

۴-خواجہ پارسائی بخاری حنفی کہتا ہے:

مامون حضرت امام رضا کی خلافت پر اصرار کرر ہا تھا لیکن آنحضرت قبول نہیں فرماتے تھے، مامون نے کہا اگر آپ خلافت کو قبول نہیں فرماتے تو ولایت عہدی کو قبول کر لیجیے لیکن امام نے اس کو بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا:

والله لقد حدثني ابي عن آبائه ، رضي الله عنهم ، عن رسول الله ﷺ اني اخرج من الدنيا قبلك مظلوما تبكي على ملائكة السماء والارض وادفن في ارض الغربة ، ثم الح المامون الحاحاً كثيراً فقبل ولاية العهد وهو باك حزين۔(۲)

---

(۱) مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ،ص ۳۰۵-۳۰۶۔صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء،ج ۹،ص ۳۹۱۔

(۲) فصل الخطاب لوصل الاحباب بنقل از ینابیع المودۃ لذوی القربی،ج ۳،۱۲۶۔

خدا کی قسم میرے والد گرامی نے اپنے آباء واجداد طاہرین سے اور انہوں نے حضرت رسول اکرم سے حدیث بیان فرمائی ہے کہ میں مامون سے پہلے اس دنیا سے مظلومیت کے عالم میں رخصت ہوجاؤں گا اور مجھ پر آسمان وزمین کے فرشتے گریہ کریں گے میں سرزمین غریب میں دفن کیا جاؤں گا، تب مامون نے بہت زیادہ اصرار کیا پس آپ نے ولایت عہدی کو اس عالم میں قبول فرمایا کہ آپ بہت زیادہ غمگین اور گریہ فرمارہے تھے۔

۵-قندوزی حنفی نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔(۱)

۶-احمد امین مصری شافعی کہتا ہے:

--- والتزم الرضا بذالک فامتنع ثم اجاب ---(۲)

امام رضا کو یہ امر سونپا گیا لیکن آپ نے منع کیا پھر اس کو قبول کرلیا۔

۷-حضرت امام رضا کے ایک چاہنے والے کو اس امر کی خبر ملی وہ بہت خوش ہوا تب آپ نے اس سے فرمایا: لاتشغل قلبک بشیم ماتری من هذا الامر و لا تستبشر، فانه لایتم۔(۳)

اپنے دل کو اس ظاہر بینی سے خوشحال نہ کر اور زیادہ خوشی نہ مناؤ کہ یہ امر تمام ہونے والا اپنے مقصد کو پہنچنے والا نہیں ہے۔

یہ تمام شواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اولا امام کو ولایت عہدی دینے پر مجبور کیا گیا ہے اور مامون کی جانب سے دھمکی وتہدید تھی اور آنحضرت اس امر سے راضی وخوشنود نہیں تھے، ثانیا یہ کہ مامون کی نیت خیر پر نہیں تھی وہ سوئے قصد رکھتا تھا۔

---

(۱) فصل الخطاب لوصل الاحباب بنقل از ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ۱۶۶۔

(۲) ضحیٰ الاسلام، ج ۳، ص ۲۹۴۔

(۳) الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الآئمۃ، ص ۲۴۵۔ مفتاح النجانی مناقب آل عبا، ص ۱۷۸۔

شیعہ امامیہ کے منابع میں بھی یہی مطلب بہت وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے:
شیخ صدوق روایت نقل کرتے ہیں:

۱- عن یاسر ، قال لما ولی الرضا العهد سمعته ، وقد رفع یدیه الی السماء ، وقال :اللهم انك تعلم انی مکره مضطر فلا تواخذنی کما لم تواخذ عبدك و نبیك یوسف حین وقع الی ولایة مصر۔(۱)

یاسر سے روایت نقل ہوئی ہے کہ جب امام رضاؑ کے ولایت عہدی سپرد کی گئی تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور آپ نے فرمایا: پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں مجبور و مضطر ہوں مجھ سے اس امر کے متعلق مواخذہ نہ کرنا جیسے تو نے اپنے عبد و نبی حضرت یوسف سے مواخذہ نہیں کیا کہ جب مصر کی ولایت عہدی ان کے سپرد کی گئی۔

۲- محمد بن عرفہ کہتا ہے: قلت للرضا : یابن رسول الله ! ما حملك علی الدخول فی ولایة العهد ؟ فقال : ما حمل جدی امیر المؤمنین علی الدخول فی الشوری۔(۲)

میں نے حضرت امام رضاؑ سے عرض کی: اے فرزند رسول خدا، آپ نے کیوں ولایت عہدی کو قبول فرمالیا اور اس امر کا کیا سبب تھا؟ آپ نے فرمایا: جو میرے جد امیر المؤمنین کے لیے شوریٰ میں شرکت کا سبب بنا تھا۔

۳- ابوصلت ہروی کہتا ہے: واللہ ما دخل الرضا فی هذا الامر طائعاً وقد حمل الی الکوفة مکرهاً ثم اشخص منها علی طریق البصرة و فارس الی مرو۔(۳)

---

(۱) شیخ صدوق، الامالی، ص ۵۲۵، مجلس ۹۴، ح ۱۳۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۳۰۔
(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۴۰۔ ح ۴۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۴۰۔
(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۴۱۔ ح ۵۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۴۰۔

خدا کی قسم حضرت امام اس امر کو اپنی مرضی وخوشنودی سے قبول نہیں کیا، آپ کو زبردستی کوفہ لایا گیا اور پھر وہاں سے بصرہ اور بصرہ سے فارس کو ہوتے ہوئے مرو لے جایا گیا۔

۴-ریان کہتا ہے:

دخلت علی علی بن موسی الرضا فقلت له: یا بن رسول الله ان الناس یقولون انك قبلت ولایة العهد مع اظهارك الزهد فی الدنیا؟ فقال قد علم الله کراهتی لذالك فلما خیرت بین قبول ذالك و بین القتل، اخترت القبول علی القتل۔۔۔(۱)

میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت سے عرض کی: اے فرزند رسول خدا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس دنیا سے پرہیز اور زہد رکھتے ہوئے بھی ولایت عہدی کو قبول کرلیا؟

آپ نے فرمایا: خداوند عالم اس امر سے میری ناراضگی کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن چونکہ مجھ کو مامون کی جانب سے اس امر کو قبول کرنے اور قتل ہونے میں اختیار دیا گیا تھا تو میں نے قتل کے بدلے ولایت عہدی کو قبول کرلیا۔

۵-ابوصلت کہتا ہے: مامون کی جانب سے خلافت وولایت عہدی کے مسلسل اصرار کے بعد اور حضرت امام رضا کے انکار کے بعد آخرکار مامون نے آنحضرت سے مخاطب ہوکر اس طرح کہا:

فبالله اقسم لئن قبلت ولایة العهدو الا اجبرتك علی ذالك فان فعلت و الا ضربت عنقك ۔۔۔ فرضی منه بذالك و جعله ولی عهده علی کراهة منه لذالك۔(۲)

---

(۱) شیخ صدوق، الامالی، ص ۶۸، مجلس ۱۷، ح ۳۔ علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۳۹۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۳۹۔ ح ۲۔ بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۱۳۰۔

(۲) شیخ صدوق، علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۳۷۔ عیون اخبار الرضا، ج ۲، باب ۴۰، ص ۱۳۹، ح ۳۔ الامالی، ص ۶۵، مجلس ۱۶، ح ۳۔ بحارالانوار، ج ۴۹، ص ۱۲۸-۱۳۰۔

خدا کی قسم یا ولایت عہدی کو قبول کر لیجیے ورنہ آپ کو میں اس کے قبول کرنے پر مجبور کردوں گا کہ اگر قبول کر لیا تو صحیح ورنہ آپ کو قتل کردوں گا۔ پس امام نے مجبوراً اور نا چاہتے ہوئے ولایت عہدی کو قبول فرمالیا۔

حضرت امام رضا کی یہ رفتار چند نکات کی طرح متوجہ کرتی ہے:

۱۔ سب سے زیادہ اہم نکتہ یہ ہے کہ حضرت امام رضا نے اپنی اس روش سے مامون کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا ہے آنحضرت نے اپنے اس عکس العمل سے لوگوں اور تاریخ کو بتا دیا کہ مامون کی ظاہر سازی اور حیلہ ومکر کے جال میں نہ آئیں۔

۲۔ حضرت امام رضا مامون کی دھمکی وتہدید سے مجبور ہوئے کہ ولایت عہدی کو قبول فرمائیں لیکن اس ولایت عہدی کے قبول کرنے میں کچھ شرائط رکھیں کہ وہی شرائط سبب بنیں کہ مامون اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکے۔ اس لیے جوینی شافعی کی روایت کے مطابق مامون کا ولایت عہدی سپرد کرنے میں بہترین ہدف یہ تھا کہ امامؑ کی غلطیوں اور نقطہ ضعف لوگوں کو دکھائے اور یہ کہ امام سیاسی واجتماعی امور کی ذمہ داری کے قابل نہیں ہیں لیکن آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ میں نہ کسی کو معزول کروں گا اور نہ کسی کو کوئی منصب دوں گا، مامون کی تمام آرزوں اور چالاکیوں کو ختم کر دیا کہ نکتہ حضرت کی ہوشیاری اور عزت نفس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۳۔ حضرت امام رضا کی رفتار مامون کے ساتھ ہر مقام پر اس طرح رہی کہ ہر قدم پر اس کے اصلی چہرے سے نقاب اٹھتی جاتی تھی خواہ وہ نماز عید کا موقع ہو کہ آپ کو نماز عید پڑھانے کے لیے بھیجا گیا لیکن لوگوں کا استقبال دیکھ کر خود مامون نے آپ کو واپس بلا بھیجا کہ جس سے تاریخ کو معلوم ہو گیا کہ مامون امام رضا اور اہل بیت طاہرین کا دوست نہیں دشمن تھا اور اس کے تمام کام دکھاوے اور ظاہری ہیں خواہ ہرے رنگ کا اختیار کرنا ہو یا آپ سے نام سے سکے رائج کرانا ہو سب حیلہ وفریب ہے۔

نتیجہ

مذکورہ بالا مطالب سے چند نکات سامنے آتے ہیں:

اول: مامون کی جانب سے خلافت یا ولایت عہدی کی درخواست ایک دم اور اتفاقی نہیں تھی اور نہ ہی صدق دل وصادقانہ تھی بلکہ سوئے قصد اور فریب کاری کے تحت ایک چال چلنا چاہتا تھا لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ابتداء میں سچا وصادق تھا بعد میں منحرف ہو گیا۔

دوم: حضرت امام رضا کو ولایت عہدی سپرد کرنا نہ مامون کی جانب سے اخلاص عمل تھا اور نہ ہی امام رضاؑ کی جانب سے رضایت وخوشنودی تھی بلکہ مامون نے آپ کو دھمکی دی اور مجبور کیا اور آپ نے کراہت وناراضگی کے ساتھ اس امر کو قبول فرمایا۔

سوم: مامون کا اس کام سے اصلی ہدف خود امام رضاؑ کی ذات والاصفات تھی کہ وہ آنخضرت سے لوگوں کے رجحان ولگاؤ کو ختم کرنا چاہتا تھا علوی جگہ جگہ سے قیام کر رہے ہیں اور ان تمام قیام وداخلی جنگوں کا نتیجہ یہ ہے کہ امام کو بعنوان خلیفہ تسلیم کیا جائے گا لہذا پہلے ہی سے اس قیام کو ختم کر کے امام کو خلافت کے لیے نا اہل ثابت کر دیا جائے۔ لہذا مامون کے تمام اہداف کا نچوڑ لوگوں کو فریب دینا اور چالبازی تھی کہ جو مامون جیسے حیلہ گر ومکار سیاس سے بعید نہیں ہے۔

چہارم: حضرت امام رضاؑ کی روش ورفتار مامون کی درخواست وپیش کش کے مقابل مثلاً ابتداءً خلافت کو قبول نہ کرنا پھر ولایت عہدی سے بھی انکار کرنا پھر اگر ولایت عہدی کو قبول فرمایا تو اس کے ساتھ کچھ شرائط کا رکھنا اور نماز عید میں مامون کے اصلی چہرے کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ان تمام واقعات میں آپ نے لوگوں کو سمجھا دیا کہ مامون کا ہدف اہل بیت اور امام رضاؑ سے مقابلہ کرنا ہے۔

اور آپ کو لوگوں کی نظر سے گرانا ہے اور ظاہری رفتار آپ کے ساتھ مصالحت ومسالمت فقط عوام فریبی اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

بنابراین یہ نہیں کہا جا سکتا کہ امام کو ولایت عہدی سپرد کرنا بنی عباس اور اولاد علی کے درمیان ایک نقطہ وحدت تھا اور حضرت امام رضاؑ و مامون کا اتحاد اہل بیت و بنی عباس کے درمیان صلح وصفائی کا موقع تھا بلکہ وہ آنحضرتؑ کے لیے انتہائی مظلومیت اور غربت وتنہائی کا زمانہ ہے۔(۱)

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

---
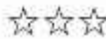
(۱) یہی وجہ ہے کہ مامون کی دورخی سیاست اور عوام فریبی کے متعلق بعض علماء اس طرح بیان فرماتے ہیں :المامون۔۔۔ وما جری منه علی ابی الحسن الرضا من النفاق و الشیطنة و سوء المعاشرة خفی علی کثیر من الناس و من تتبع الاحادیث الواردة فیها و تامل فیها، یظهر لك ذالك۔ مامون نے جو کچھ منافقت وبداخلاقی حضرت امام رضا کے ساتھ انجام دی بہت سے لوگوں پر مخفی رہ گئی ہے اور جو شخص بھی اس سلسلے میں احادیث پر تھوڑا سا بھی غور وفکر کرے تو حقیقت تک پہنچ جائے گا۔ سفینة البحار، ج۱، ص ۱۱۵۔ منتہی الآمال، ج۲، ص ۵۱۲۔ تتمة المنتہی، ص ۳۵۰۔ اور دیکھیے: مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۶، ص ۳۴۰، شمارہ ۱۲۱۳۲۔ سید جعفر مرتضی عاملی: الحیاة السیاسیه للامام رضا، ص ۲۵۳۔

چھٹا حصہ

کرامت

حضرت امام علی رضا کی کرامات خواہ قبل از ولادت ہوں یا اس کے بعد اور وہ واقعات بھی کہ جو آپ کے دوران امامت پیش آئے خصوصاً مدینے سے مرو تک کے سفر میں آپ کی بے پناہ عظمت وجلالت اور قدر و منزلت پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ ان واقعات وحوادث کی روایت اہل سنت کے علماء وبزرگوں کی زبانی سننے کے قابل بلکہ حیرت انگیز وشگفت آور ہیں، اس حصہ میں آنحضرت کی کرامات و معجزات اور فضائل وکمالات کا ایک مختصر سا گوشہ پیش کیا جائے گا، کہ جس کو اہل سنت نے قبول کیا اور اپنی عظیم وگرانقدر کتابوں میں نقل کیا ہے، کہ جو حضرت امام رضاؑ اور مشہد رضوی کے متعلق اہل سنت کے نظریات کی منظر کشی کو پیش کرتا ہے اس سے اہل سنت اور غریب طوس کے درمیان ایک معنوی رابطہ برقرار ہوگا اور فرقہ وہابیت کے سیاسی اہداف وتفرقہ اندازی کے بھی روک تھام اور مقابلہ کیا جا سکتا ہے نیز وہابیت کے منحرف عقائد جیسے اولیاء الٰہی کی کرامات سے نفی کرنا، شفاعت، توسل، زیارت قبور وغیرہ کا بھی تسلی بخش جواب مل جائے گا۔

یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ اگر چہ کرامت اور مناقب کے درمیان بہت فرق ہے لیکن اس تحریر میں یہ دونوں لفظ ایک ہی معنی میں بیان ہوئے ہیں کہ جن سے خارق العادہ امور اور معجزہ مراد لیا گیا ہے، اہل سنت کی نگاہ میں ان کو کرامت اور منقبت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت امام رضاؑ کی کرامت کے بارے میں اہل سنت کے نظریات

حضرت امام رضاؑ کی معنوی شخصیت اور بلند وبالا عظمت ومرتبت نے اہل سنت کے علماء کو آپ کی کرامات ومعجزات کے اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کی شان ومنزلت کو حیرت انگیز وشگفت آور کلمات وعبارات سے بیان کرتے ہیں کہ جن میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱-مجد الدین ابن اثیر جزری شافعی (۶۰۶ھ):

ھو ابو الحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب الھاشمی المعروف بالرضا ۔۔۔ و فضائلہ اکثر من ان تحصی۔(۱)

آپ ابوالحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہاشمی کہ جو رضا کے لقب سے مشہور ہیں آپ کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ شمار کیے جائیں۔

۲-محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ):

فکانت مناقبہ علیۃ و صفاتہ سنیۃ و مکارمہ خاتمیۃ و اخلاقہ عربیۃ و شنشنتہ اخرمیۃ و نفسہ الشریفۃ ھاشمیۃ و ارومتہ الکریمۃ نبویۃ، فمھما عد من مزایاہ کان اعظم منہ و مھما فصل من مناقبہ کان اعلی رتبۃ منہ۔(۲)

آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے اور اخلاق اصلی عربی ہے کہ جو آپ کو اپنے آباء و اجداد سے ورثے میں ملا ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

۳- شیخ الاسلام ابراہیم بن محمد جوینی خراسانی شافعی (۷۲۲ھ):

وہ اپنی عظیم کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم میں ایک حصہ کو امام رضاؑ سے مخصوص کرتا ہے اور اس میں آپ کی عظمت و شخصیت کے متعلق مذکورہ ذیل عبارت تحریر کرتا ہے:

---

(۱) تتمۃ جامع الاصول، ج۲، ص۷۱۵۔

(۲) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص۲۹۵۔

فی ذکر بعض مناقب الامام الثامن مظہر خفیات الاسرار و مبرز خبیات الامور الکوامن ،منبع المکارم و المیامن و متبع الاعالی الخضارم و الایامن،منیع الجناب رفیع القباب ، وسیع الرحاب ہموم السحاب ، عزیز الالطاف غزیر الاکفاف امیر الاشراف، قرۃ عین آل یاسین و آل عبد مناف ، السید الطاہر المعصوم و العارف بحقائق العلوم والواقف علی غوامض السر المکتوم ، والمخبر بما ھو آت و عما غبر و مضی ، المرضی عنداللہ سبحانہ برضاہ عنہ فی جمیع الاحوال ، ولذا لقب بالرضاعلی بن موسی ، صلوات اللہ علی محمد وآلہ ، خصوصاً علیہ ما سح سحاب و ھما ، وطلع نبات و نما۔وفی طرف من بیان اخلاقہ الشریفہ و اعرافہ المنیفہ و نبذ من کراماتہ الباہرہ ،و شمائل الزاہرہ ، ذکر بعض احادیثہ التی رواھا عن آبائہ حجج اللہ علی خلقہ و آبائہ، سلام اللہ علیھم و صلوات وصلواتہ و تحیات تحیاتہ۔(۱)

حضرت امام رضاؑ کے بعض مناقب کے بیان میں،آنحضرتؑ مظہر اسرار خفیہ اور پوشیدہ امور کو ظاہر کرنے والے، بزرگواری و برکت کی کان، بزرگوں کے آقا ورہبر، بلند و بالا بارگاہ والے، بے پناہ برکت والے بادل اور رحمت الٰہی سے برسنے والی بارش، کہ جن کے الطاف کم نظیر ہیں اور بہت زیادہ بخشش کرنے والے، اشراف و بزرگوں کے امیر اور خاندان یاسین وعبد مناف کے نور چشم، سید و سردار، معصوم و پاک و پاکیزہ حقائق علوم کے عارف اور مخفی اسرار سے واقف، ماضی و مستقبل کی خبر دینے والے، خداوند عالم کے پسندیدہ اور تمام حالات میں اس کی رضا میں راضی رہنے والے اسی وجہ سے خدا کی جانب سے آپ کا لقب رضا رکھا گیا یعنی حضرت علی بن موسی الرضاؑ۔ درود و سلام خدا ہو محمد اور ان کی آل پاک پر خصوصاً امام رضاؑ پر جب تک کہ بادل برستے رہیں، سبزہ ہرا ہوتا رہے اور شگوفے کھلتے رہیں۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج۲، ص۲۱۴، ح۴۹۰۔

آنحضرتؐ کے اخلاق شریفہ کے سلسلے میں کچھ بیان اور آپ کی بہت زیادہ خوبیوں کے متعلق اور کچھ آپ کے کرامات ومعجزات کے بارے میں، آپ کے نوارنی خلق وخو اور آپ کی بعض احادیث کہ جو آپ کے آباء واجداد- کہ جو خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر حجت ہیں، ان پر خدا کا درود وسلام ہو- کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔

۴- عبداللہ بن اسعد یافعی یمنی مکی شافعی (۷۶۸ھ):

الامام الجليل المعظم سلالة السادة الاكارم، ابوالحسن علی بن موسی الکاظم ... احد الآئمة الاثنا عشر، اولی المناقب الذين انتسب الاماميه اليهم فقصروا بناء مذهبهم عليه۔(۱)

امام رضاؑ، عظیم المرتبت وجلیل القدر امام ورہبر، اہل کرم بزرگوں کی نسل وذریت سے ہیں، ابوالحسن علی بن موسیٰ کاظمؑ بارہ اماموں میں سے ایک ہیں، آپ صاحب فضائل ومناقب ہیں، شیعہ مذہب کی بنیاد آپ پر ہی ہے اسی لیے شیعہ مذہب کو امامیہ کہا جاتا ہے۔

۵- عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

علی بن موسی الرضاؑ لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ گفتگو کرنے میں بہترین سخنور اور عقلمندترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد مقدس اور آپ کا مرقد منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز وملجأ ومأوی ہے۔(۲)

۶- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ):

---

(۱) مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، ج ۲، ص ۱۰۔

(۲) روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۲۳۔ تاریخ احمدی، ص ۳۶۔

مناقب علی بن موسی الرضا من اجل المناقب وامداد فضائله و فواصله متوالية كتوالى الكتائب و موالاته محمودة البوادى و العواقب و عجائب اوصافه من غرائب العجائب ، و سؤدده و نبله قد حل من الشرف فى الذروة و المغارب ، فلمواليه السعد الطالع و لمناوويه النحس الغارب۔(۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے مناقب عالی ترین فضائل وکمالات میں سے ہیں جیسا کہ لشکر کے سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے ترتیب کے ساتھ نکلتے ہیں اسی طرح فضائل ومناقب امام رضاؑ بھی مسلسل ہیں، آپ کی ولایت روز ازل ہی سے بہت پسندیدہ، آپ کے فضائل وکمالات بہت حیرت انگیز اور آپ کا مرتبہ بہت عظیم وبلند ہے، آپ کے دوست خوشحال اور آپ کے دشمن بد بخت ہیں۔

۷- میر محمد بن سید برھان الدین خواوندشاہ، معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ ھ):

ذکر احوال علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضاؑ (کہ جو بطور مطلق بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقد، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے وبڑے کی منزل مقصود ہے، امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں، اپنی آبرومند پیشانی کو آپؑ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم وقبر کا طواف انجام دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الٰہی کو دنیا وآخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضاؑ کے مناقب ومآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادۃ وعجیب وغریب واقعات میں سے کچھ کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمہ، ص ۲۵۱۔

پھر آپؑ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے۔(۱)

۸۔ فضل اللہ بن روزبہان خنجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ھ):

زیارت قبر مکرم و مرقد معظم حضرت امام آئمۃ الھدی، سلطان الانس والجن، امام علی بن موسی الرضاؑ الکاظمؑ بن جعفر الصادقؑ بن محمد الباقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن الحسین الشہیدؑ بن علی المرتضیٰؑ صلوات اللہ و سلامہ علی سیدنا محمد و آلہ الکرام، سیما الآیة النظام ستة آبائه کلهم افضل من یشرب صوب الغمام (درود و سلام ہو ہمارے سید و سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام رضا کے چھ آباء واجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے سے افضل ہیں)(آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل وجان کی زندگی کی باعث ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت و آمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرقد کسی وقت بھی نیازمندوں کی عبادت واطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرامگاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق و راہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت اور محکم واستوار حق وحقیقت ہے۔

هزار دفتر اگر در مناقبش گویند — هنوز ره به کمال علی نشاید برد۔(۲)

---

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ۴۱-۵۲۔

(۲) مہمان نامہ بخارا، ص ۳۳۶۔

۹- غیاث الدین بن ہمام الدین شافعی معروف بہ خواند امیر (۹۴۲ھ):

اس نے عنوان ''گفتار در بیان فضائل وکمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام'' کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضاؑ کے متعلق تحریر کرتا ہے:

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب وطاہر علی بن موسی بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔ آنحضرتؑ کی جود وسخا، بلند و بالا مقام اور عظمت واحترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرائے سب کو اعتراف تھا اور ہے۔ ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب وکمالات اور اوصاف حمیدہ پر صحائف وکتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے کہیں بلند و بالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء واجداد کی نص کے مطابق معین ہے۔

از آن زمان که فلك شد به نور مهر منور

ندید دیده کس چون علی موسی جعفر

سپهر عز وجلالت محیط علم و فضیلت

امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر

حریم تربت او سجده گاه خسرو انجم

غبار مقدم او توتیای دیدهٔ اختر

وفور علم و علو مکان اوست به حدی

که شرح آن نتواند نمود کلك سخنور

قلم اگر همگی وصف ذات او بنویسد

حدیث او نشود در هزار سال مکرر۔(۱)

---

(۱) تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۳۔

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علیؑ ابن موسیٰ ابن جعفرؑ جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت وجلالت کے آسمان ہیں اور علم وفضیلت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ آل رسولؐ میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق ومغرب کے امام، ان کے حرم مطہر کی خاک چاند کی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد وغبار ستاروں کی آنکھوں کا سرما ہے، ان کے علم کی کثرت اور شان ومنزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخنور آپ کی توصیف اور مدح وثناء نہیں کرسکتا، قلم اگر وہ تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہوسکتی ہیں)۔

۱۰- عبدالرحمٰن جامی حنفی (۹۸۹ھ):

وہ عنوان ''ذکر علی بن موسی بن جعفرؑ'' کے ذیل میں ایک مستقل باب تحریر کرتا ہے اور اس میں لکھتا ہے: آپ آٹھویں امام ۔۔۔ اگر چہ جو کچھ بھی آپ کے فضائل کمالات لوگوں کی زبانوں پر مذکور ہیں اور کتابوں میں مسطور ہیں یہ سب کچھ آپ کے فضائل وکمالات کے بحر زخار سے ایک قطرہ کی مانند ہیں اس مختصر رسالے میں گنجائش نہیں ہے کہ ان کو بیان کیا جائے لہذا آپ کی بعض خارق العادۃ کرامات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔(۱)

۱۱- احمد بن یوسف قرمانی دمشقی (۱۰۱۹ھ):

اس نے اپنی کتاب میں ایک فصل امام رضاؑ کے نام کی رکھی ہے اور کہتا ہے:

الفصل السابع فی ذکر شبه شجاعة جده علی المرتضی ، الامام علی بن موسی الرضا و کانت مناقبه علیّة و صفاته سنیّة ۔۔۔ و کراماته کثیرة و مناقبه شهیرة ۔۔۔ ۔(۲)

---

(۱) شواهد النبوۃ، ۳۸۰-۳۸۲۔

(۲) اخبار الدول وآثار الاول، ص۱۱۳-۱۱۵۔

ساتویں فصل آپ کی شجاعت کی تشبیہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰ کے بیان میں ہے امام علی بن موسی الرضا، آپ کے مناقب وفضائل بلند و بالا اور صفات عظیم ہیں۔ آپ کی کرامات بہت زیادہ اور فضائل مشہور ہیں۔

۱۲- عبدالروف مناوی شافعی (۱۰۳۱ھ):

علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق ، کان عظیم القدر مشھور الذکر --- ولہ کرامات کثیرۃ ۔(۱)

علی رضاؑ بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ ، آپ عظیم المرتبت ہیں، آپ کا ذکر مشہور ہے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۱۳ - عبداللہ بن محمد بن عامر شبراوی شافعی (۱۱۷۲ھ):

الثامن من الائمۃ علی الرضا کان کریماً جلیلاً مھاباً موقراً --- و کانت مناقبہ علیۃ و صفاتہ سنیۃ و نفسہ الشریفۃ ھاشمیۃ و ارومتہ الکریمۃ نبویۃ و کراماتہ اکثر من ان تحصر و اشھر من ان تذکر ۔(۲)

آٹھویں امام علی بن موسی الرضاؑ ہیں آپ کریم النفس جلیل القدر باعظمت و باوقار شخصیت کے مالک تھے --- آپ کے فضائل بہت زیادہ اور صفات بہت بلند و بالا ہیں آپ کی رفتار پیغمبرانہ ہے آپ کے نفسیات ہاشمی اور خاندان شریف نبوی ہے، آپ کی جو عظمت بھی بیان کی جائے کم ہے اور جو کوئی صفات بیان کی جائیں آپ ان سے کہیں بلند و بالا ہیں۔

---

(۱) الکواکب الدریۃ فی تراجم السادۃ الصوفیۃ ، ص ۲۵۶۔

(۲) الاتحاف بحب الاشراف ، ص ۳۱۲-۳۱۳۔

۱۴- عباس بن علی بن نورالدین مکی حسینی موسوی شافعی (۱۱۸۰ھ):

فضائل علی بن موسی الرضا لیس لها حد ولایحصرها عد ولله الامر من قبل ومن بعد۔(۱)

حضرت علی بن موسی الرضاؑ کے فضائل کی کوئی حدو اندازہ نہیں ہے اوران کو شمار نہیں کیا جا سکتا، ان کے بارے میں خدا بہتر جانتا ہے۔

۱۵- ابوالفوز محمد بن امین بغدادی سویدی شافعی (۱۲۴۶ھ):

ولد بالمدینه وکان شدید السمرة وکراماته کثیرة ومناقبه شهیرة ولایسعها مثل هذا الموضع۔(۲)

آنحضرتؑ مدینہ میں متولد ہوئے آپ کا رنگ گندمی تھا آپ کی کرامات بہت زیادہ اور مناقب مشہور ہیں کہ جس کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

۱۶- سید مصطفیٰ بن محمد عروسی مصری شافعی (۱۲۹۳ھ):

علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق، کان عظیم القدر، مشهور الذکر--- له کرامات کثیرة۔

علی بن موسی کاظمؑ بن جعفر صادقؑ، عظیم القدر اور مشہور و معروف شخصیت تھے اور آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔ اور پھر حضرت امام رضاؑ کی کرامات کا ذکر کرتا ہے۔(۳)

---

(۱) نزهة الجلیس ومنیة الادیب الانیس، ج۲، ص۱۰۵۔

(۲) سبائک الذهب فی معرفة قبائل العرب، ص۷۵۔

(۳) نتائج الافکار القدسیه فی بیان معانی شرح الرسالة القشیریه، ج۱، ص۸۰۔

۱۷- شیخ مومن بن حسن شبلنجی شافعی (۱۲۹۸ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کے تعارف کے بعد آپ کے کرامات ومناقب کو تفصیلاً ذکر کرتا ہے۔(۱)

۱۸- یوسف بن اسماعیل نبہانی شافعی (۱۳۵۰ھ):

علی الرضا بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق احد کبار الأئمة و مصابیح الامة من اهل بیت النبوة ومعادن العلم و العرفان والکرم والفتوة، کان عظیم القدر، مشهور الذکر و له کرامات کثیرة۔(۲)

علی رضاؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادق اہل بیت نبوت سے عظیم وبزرگ امام اور امت کے لیے چراغ ہدایت، علم وعرفان کرم وشجاعت کے خزینہ دار تھے آپ عظیم القدر اور مشہور الذکر تھے، آپ کی کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۱۹- شیخ یاسین بن ابراہیم سنہوتی شافعی (حدود ۱۳۴۴ھ):

الامام علی الرضا و له کرامات کثیرة۔(۳)

حضرت امام علی رضاؑ کے کرامات بہت زیادہ ہیں۔

۲۰- ڈاکٹر مصطفیٰ شیبی:

وہ کہتا ہے: علی بن موسی الرضا ... و کان صاحب کرامات و فراسة۔(۴)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا صاحب کرامات وہوشیار انسان تھے۔

---

(۱) نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص۲۳۲-۲۳۵۔

(۲) جامع کرامات الاولیاء، ج۲، ص۳۱۱۔

(۳) الانوار القدسیہ، ص۳۹۔

(۴) الصلة بین التصوف والتشیع، ج۱، ص۲۳۷۔

۲۱- ڈاکٹر عبدالحلیم محمود و محمود بن شریف:

یہ لوگ بھی حضرت امام رضاؑ کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں:

... و له كرامات كثيرة۔(۱)

آپ کے بہت زیادہ کرامت ہیں۔ اور پھر ان دونوں حضرات نے حضرت امام رضا کے فضائل وکرامات کو بیان کیا ہے۔

---

(۱) پاروقی الرسالۃ القشیریہ، ج۱، ص۶۵-۶۶۔

آنحضرتؑ کی کرامات کی کچھ جھلکیاں

طوس کی طرف ہجرت سے پہلے

ولادت سے پہلے

۱- حضرت رسول اکرمؐ کی حمیدہ خاتون کو بشارت

حضرت امام رضاؑ حضرت پیغمبر اکرم کی بشارت وعنایت سے دنیا میں تشریف لائے۔ اہل سنت کی کتب میں منقول ہے کہ جس وقت حضرت امام موسی کاظم کی والدہ ماجدہ حمیدہ خاتون نے نجمہ نامی کنیز کو خریدہ تب آپ حالت خواب میں حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہوئیں کہ آنحضرت فرمارہے ہیں: ''اس کنیز کو اپنے بیٹے موسی کاظم کو ہدیہ کردو کہ اس سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہونے والا ہے کہ جو روئے زمین پر سب برتر وافضل ہوگا''۔

حمیدہ خاتون نے ایسا ہی کیا اور امام موسی کاظمؑ نے آپ کا نام نجمہ سے طاہرہ تبدیل کردیا۔(۱)

---

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۲۱۔ تاریخ حبیب السیر، ج ۲، ص ۸۳-۸۴۔ مفتاح النجافی مناقب آل عبا، ص ۱۷۶۔ روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۲۳۔ تاریخ الاسلام والرجال، ص ۳۶۹۔ دیکھیے: احقاق الحق، ج ۱۲، ص ۳۵۰۔

۲-دوران حمل کا معجزہ

حضرت امام رضا کی والدہ ماجدہ فرماتیں ہیں:

حمل کے دوران میں نے حمل کے بوجھ کو قطعاً محسوس نہیں کیا اور سوتے وقت میں اپنے بیٹے (امام رضا) کی تسبیح وتہلیل کی آوازیں سنتی تھی۔(۱)

ولادت کے بعد

۳-بچپنے میں مناجات

حضرت امام رضا کی والدہ ماجدہ فرماتیں ہیں: جس وقت آپؑ دنیا میں تشریف لائے آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا، سر مبارک کو آسمان کی طرف بلند فرمایا اور آپ کے لبوں پر حرکت تھی گویا خداوند عالم سے مناجات کر رہے ہوں کہ اتنے میں آپ کے والد گرامی تشریف لے آئے اور فرمایا: ''هنیاءً لك كرامة ربك عز و حل'' آپ کو پروردگار کی جانب سے یہ کرامت مبارک ہو۔

اس وقت میں نے اپنے بیٹے کو حضرت کے سپرد کیا آپ نے ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر آپ کا دہن مبارک آب فرات سے دھویا۔(۲)

۴-ہارون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

روی عن صفوان بن یحی قال: لما مضی موسی الکاظم و ظهر ولده من بعده علی الرضا، خفنا علیه و قلنا له: انا نخاف علیك من هذا، یعنی هارون الرشید۔ قال لیهجدن جهده فلا سبیل له علی۔

---

(۱) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۲۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۴۔ ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ۱۶۶۔ روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ مفتاح المعارف، ص ۷۹۔

(۲) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۲۔ تاریخ حبیب السیر، ج ۲، ص ۸۴۔ ینابیع المودۃ لذوی القربی، ج ۳، ۱۶۶۔

قال صفوان : فحدثني ثقة ان يحي بن خالد البرمكي قال لهارون الرشيد : هذا علي بن موسى قد تقدم و ادعى الامر لنفسه ، قال هارون :يكفينا ما صنعنا بابيه ، تريد نقتلهم جميعا۔(۱)

صفوان بن یحیٰ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد اور حضرت امام علی رضا کی امامت کے آغاز میں ہم آنحضرت کے خلاف ہارون کی چالبازیوں سے ڈرنے لگے اور میں نے اس خوف کا تذکرہ خود حضرتؑ سے بھی کر دیا تب امام نے فرمایا ہارون اپنی پوری کوشش کرے گا لیکن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

صفوان دوسری روایت بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک قابل اعتماد شخص سے سنا کہ یحیٰ بن خالد برمکی نے ایک روز ہارون سے کہا علی بن موسیٰ الرضا امامت کا مدعی ہیں کہ اس باتوں سے ہارون کی ابھارنا و چڑھانا چاہتا تھا، ہارون نے جواب دیا ہم نے ان کے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا وہی کافی ہے کیا سب کو مجھ سے قتل کرانا چاہتا ہے۔

۵- میرا اور ہارون کا مقام دفن ایک ہی ہے

روى عن موسى بن عمران قال: رأيت علي بن موسى الرضا في مسجد المدينة و هارون الرشيد يخطب قال : تروني واياه ندفن في بيت واحد۔(۲)

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۴۔ البتہ بعض نسخوں میں ''نقتلهم جميعا'' کے بجائے ''نقتلهم جميعا'' درج ہوا ہے۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶ و ۲۳۷۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۴ و ۲۴۲۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۶ و ۳۱۷۔

موسی بن عمران کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت علی بن موسی الرضا کو مسجد مدینہ میں دیکھا اور ہارون تقریر کر رہا تھا، امام نے مجھ سے فرمایا ایک روز آئے گا کہ تم دیکھو گے کہ میں اور ہارون ایک گھر میں دفن ہونگے۔

البتہ مذکورہ روایت کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں موسی بن مروان سے نقل ہوئی ہے۔

۶-امین کا مامون کے ہاتھوں قتل ہونا

روی عن الحسین بن یسار قال : قال لی الرضاؑ ان عبدالله یقتل محمداً ـ فقلت : عبدالله بن ھارون یقتل محمد بن ھارون ؟ قال: نعم، عبد الله المامون یقتل محمد الامین فکان کما قال ـ (۱)

حسین بن یسار کہتا ہے: ایک روز علی بن موسی الرضا نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ، محمد کو قتل کرے گا میں نے حضرت سے سوال کیا کہ کیا عبداللہ المامون اپنے بھائی محمد الامین کو قتل کرے گا آپ نے فرمایا ہاں، اور پھر آپ کی پیشگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔

۷-بکر بن صالح کی بیوی کے یہاں دو جڑواں بچوں کا پیدا ہونا

روی عن بکر بن صالح قال: اتیت الرضا فقلت : امرأتی اخت محمد بن سنان ، وکان من خواص شیعتھم ، بھا حمل ، فادع الله ان یجعله ذکراً ، قال: ھما اثنان فولیت و قلت اسمی واحداً محمداً و الآخر علیاً فدعانی وردنی فأتیته فقال : سم واحداً علیاً و الاخری ام عمرو ، فقدمت فولدت لی غلاما و جاریة فسمیت الذکر علیا و الانثی ام عمرو ، کماامرنی وقلت لامی : ما معنی ام عمرو؟ قالت: جدتك تسمی ام عمرو ـ (۲)

---

(۱) و (۲) الفصول المھمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶ و ۲۳۷ ـ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۴ و ۲۴۲ ـ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲ ـ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۶ و ۳۱۷ ـ

بکر بن صالح کہتا ہے میں حضرت امام رضا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور حضرت سے عرض کی میری بیوی محمد بن سنان کی بہن ہے وہ آپ کے خاص شیعوں میں سے تھا میری بیوی حاملہ ہے آپ سے التجا ہے کہ خداوند عالم سے دعا فرمائیں کہ مجھ کو بیٹا عنایت فرمائے۔ امام نے فرمایا آپ کے یہاں دو جڑواں بچے آنے والے ہیں میں امام سے خداحافظی کر کے چلا اور خود ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا کہ حضرت نے مجھے واپس بلایا اور مجھ سے کچھ معلوم کیے بغیر فرمانے لگے کہ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمرو رکھنا۔ میں جب کوفہ پہنچا تو میری بیوی کے یہاں دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہو چکے تھے میں نے ان کے نام آنحضرت کی فرمائش کے مطابق رکھے اور اپنی ماں سے معلوم کیا ام عمرو کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ تیری دادی کا نام ام عمرو تھا

۸۔ جعفر کی ثروتمندی

روی عن الحسین بن موسی قال: کنا حول ابی الحسن علی الرضا بن موسی، و نحن شباب من بنی هاشم، اذمر علینا جعفر بن عمر العلوی و هو رث الهیئة، فنظر بعضنا الی بعض نظر مستهزی لهیئته و حالته، فقال الرضا: سترونه عن قریب کثیر المال کثیر الخدم حسن الهیئة فما مضی الا شهر واحد حتی ولی امر المدینة و حسنت حاله، و کان یمر بنا کثیرا و حوله الخدم و الحشم یسیرون بین یدیه فنقوم له و نعظمه و ندعو له۔ (۱)

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ہم کچھ بنی ہاشم کے جوان حضرت امام رضا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں سے جعفر بن عمر علوی کا گذر ہوا ہم میں سے بعض افراد نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی خستہ حالت اور فقر و تنگدستی پر مسکرائے۔

---

(۱) اخبار الدول وآثار الاول، ص ۱۱۴۔ نور الابصار، ص ۲۴۳۔ مفتاح النجا فی مناقب آل عبا، ص ۱۷۶۔

تب امام نے فرمایا وہ بہت جلد مالدار و ثروتمند ہو جائے گا اور اس کے حالات بدل جائیں گے اس کے پاس خادم و جاہ حشم بہت ہوگا۔

حسین بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا تھا کہ مدینہ کا حاکم تبدیل ہوا اور جعفر بن عمر علوی کو حاکم بنا دیا گیا، امام کی فرمائش کے مطابق اس کی زندگی تبدیل ہوگئی اس کے بعد وہ ہمارے پاس سے بہت زیادہ گزرا کرتا اس کے آگے پیچھے خادم حرکت کرتے ہوتے ہم اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے، اس کا احترام کرتے اور اس کو دعا دیتے تھے۔

کتاب الاتحاف بحب الاشراف میں یہ داستان حسن بن موسیٰ سے نقل ہوئی ہے۔(۱)

۹- موت کی تیاری

حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ سعید بن سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک روز امام رضا نے ایک شخص پر نگاہ ڈالی اور اس سے فرمایا: یا عبد اللہ اوص بما ترید واستعد لما لا بد منہ فمات الرجل بعد ذالک بثلاث ایام۔(۲)

اے بندہ خدا اپنی وصیت کو تحریر کر دو اور اپنے آپ کو اس چیز کے لیے آمادہ کر لو کہ جس سے کوئی چھٹکارہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ تین دن کے بعد وہ شخص مر گیا۔

---

(۱) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۸۔

(۲) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمہ، ص ۲۳۶۔ شواہد النبوۃ، ص ۳۸۷۔ الصواعق المحرقہ، ج ۲، ص ۵۹۴۔ اخبار الدول وآثار الاول، ص ۱۱۴۔ الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ، ج ۱، ص ۲۲۶۔ شمارہ ۲۶۵۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۸۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ الانوار القدسیہ، ص ۳۹۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۱۔ نتائج الافکار القدسیہ، ج ۱، ص ۸۰۔

۱۰- بغیر سوال معلوم کیے امام کا جواب دینا

راوی کہتا ہے کہ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں سفر حج کے لیے آمادہ ہوا اور میری کنیز نے میرے احرام کے لیے کپڑے کے دو ٹکڑے آمادہ کر رکھے تھے۔ احرام کا وقت آ گیا ناگہان مجھ پر ایک عجیب سا کا اضطراب طاری ہوا اور ایک تشویش میں گرفتار ہو گیا کہ کیا پیوند لگے کپڑے کا احرام باندھا جا سکتا ہے یا نہیں لہذا میں نے اس کپڑے کا احرام نہیں باندھا اور جس وقت مکہ پہنچا ایک خط حضرت امام رضا کی خدمت میں ارسال کیا اور اس خط کے ساتھ کچھ ہدایا بھی حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور یہ میرے ذہن میں تھا کہ جب حضرت سے ملوں گا تو سوال بھی کروں گا کہ کیا پیوند لگے کپڑے کا احرام باندھا جا سکتا ہے یا نہیں لیکن میں بھول گیا اور یہ سوال میں نے اس خط میں بھی تحریر نہیں کیا کچھ ہی دیر گذری تھی کہ حضرت کی جانب سے ایک خط مجھے موصول ہوا کہ جس میں لکھا تھا کہ پیوند لگے کپڑے سے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

۱۱- چڑیا کا حضرت امام رضا سے پناہ چاہنا

حضرت امام رضا کا ایک چاہنے والا کہتا ہے کہ ایک روز ہم لوگ ایک باغ میں آپس میں ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے اپنے آپ کو حضرت کے سامنے زمین پر گرا دیا اور شور و غل مچانے لگی۔ حضرت امام رضا نے مجھ سے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے عرض کی صرف خدا اور اس کے رسول و آپ حضرات جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا یہ چڑیا کہہ رہی ہے میرے گھونسلے کے نزدیک ایک سانپ آ گیا ہے اور میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ امام نے مجھ سے فرمایا: اس چڑیا کے گھونسلے کی طرف جاؤ اور اس سانپ کو مار دو۔

---

(۱) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۸۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس چڑیا کے گھونسلے کے قریب گیا تو دیکھا ایک سانپ اس کے گھونسلے کے چاروں طرف گھوم رہا ہے میں نے امام کے حکم پر اس کو مار دیا۔(۱)

۱۲- ابوحبیب کے خواب کی تعبیر

روی الحاکم عن محمد بن عیسی بن ابی حبیب قال رائت النبی فی المنام فی المنزل الذی ینزل الحجاج ببلدنا فسلمت علیه فوجدت عنده طبقا من حوض المدین فیه تمر صیحافی فناولنی منه ثمانی عشر فتاولت ان اعیش بکل تمر سن فلما کان بعد عشرین یوما قدم ابوالحسن علی الرضا من المدین و نزل ذالك المسجد و رائت الناس یسعون الی السلام علیه ، فمضیت نحوه فاذا هو جالس فی الموضع الذی رائت النبی جالسا فیه و بین یدیه طبق من حوض المدنی فیه تمر صیحافی فسلمت علیه ، فاستدنانی و ناولنی قبض من ذالك التمر فاذا عدتها بعدد ما ناولنی النبی فی النوم فقلت زدنی فقال لوزادك رسول الله لزدناك۔(۲)

حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی سند کے ساتھ ابوحبیب سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک شب خواب دیکھا کہ ہمارے علاقہ میں کہ جہاں حاجیوں کے قافلے پڑاؤ ڈالتے ہیں وہیں رسول خدا بھی ان حاجیوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں آپ کے پاس صیحانی خرموں سے ایک طشت بھرا رکھا ہے۔

---

(۱) شواہد النبوۃ،ص ۳۸۸۔(۲) اثبات الوصیہ،ص ۱۷۸۔الفصول المھمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ،ص ۲۳۶۔شواہد النبوۃ،ص ۳۸۶۔وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم،ص ۲۲۴-۲۲۵۔الصواعق المحرقہ،ج ۲،ص ۵۹۴۔اخبار الدول وآثار الاول،ص ۱۱۴۔الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ،ج ۱،ص ۲۶۶۔الاتحاف بحب الاشراف،ص ۳۱۷۔نور الابصار،ص ۲۴۳۔جامع کرامات الاولیاء،ج ۲،ص ۳۱۱۔نتائج الافکار القدسیہ،ج ۱،ص ۸۰۔مفتاح النجا فی مناقب آل عبا،ص ۲۷۶۔وسیلۃ النجا،ص ۳۸۵۔وسیلۃ المآل،ص ۲۱۲۔

آنحضرت نے مجھ کو ۱۸ عدد خرمے عطا فرمائے اور وہ میں نے تناول کر لیے۔ بیدار ہونے کے بعد اپنے اس خواب کی اس طرح تعبیر کی کہ میں ہر خرمے کے عوض ایک سال گویا ۱۸ سال کی اور عمر پاؤں گا اس خواب کے بیس دن کے بعد حضرت امام رضا مدینہ سے مکہ تشریف لائے اور اسی جگہ قیام فرمایا لوگ زیارت کی خاطر آپ کے قریب جاتے اور حضرت کی خدمت سلام عرض کرتے میں بھی گیا تو دیکھا کہ حضرت اسی جگہ اور اسی طرح تشریف فرما ہیں کہ جیسے خواب میں حضرت رسول خدا کو دیکھا تھا اور آپ کے سامنے بھی مدینہ کے صیحانی کھجوروں سے بھرا طشت رکھا ہوا ہے میں نے آنحضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے بعد از جواب سلام مجھ کو اپنے قریب بلایا اور ایک مٹھی بھر کر خرمے مجھے عطا فرمائے کہ جب میں نے ان کو شمار کیا تو وہ ۱۸ عدد تھے جتنے خواب میں مجھ کو رسول خدا نے عطا فرمائے تھے میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ اور زیادہ عنایت فرمائیں۔ امام نے جواب دیا کہ اگر رسول خدا اس سے زیادہ تجھے دیتے تو ہم بھی زیادہ دیدیتے۔

۱۳- برمکیوں کی حکومت کا سقوط کرنا

حمزہ بن جعفر الارجانی قال: خرج هارون الرشید من المسجد الحرام من باب و خرج علی بن موسی الرضا من باب فقال الرضا و هو یعنی هارون الرشید یا بعد الدار و قرب الملتقی یا طوس !ستجمعینی و ایاہ۔(۱)

حمزہ بن جعفر ارجانی کہتا ہے ھارون الرشید مسجد حرام کے ایک دروازے سے اور علی بن موسی الرضا مسجد حرام کے دوسرے دروازے سے باہر نکلے اس وقت امام رضا نے ہارون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ای طوس ہمارے گھر تجھ سے کس قدر دور ہیں اور ہماری ملاقات کا وقت کس قدر نزدیک ہے کہ ہم دونوں وہاں پر ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔

---

(۱) الاغانی، ج ۷، ص ۲۶۶۔ الاتحاف ،ص ۳۱۶۔ نور الابصار، ص ۲۴۴۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

قال مسافر : كنت مع ابى الحسن على الرضا بمنى فمر يحى بن خالد البرمكى وهو مغط وجهه بمنديل من الغبار فقال مساكين هولا ما يدرون ما يحل بهم فى هذه السن فكان من امرهم ما كان قال : واعجب من هذا انا و هارون كهاتين و ضم اصبعيه السباب و الوسطى قال مسافر : فوالله ما عرفت معنى حديثه فى هارون الا بعد موت الرضا و دفن بجانبه۔(۱)

مسافر کا بیان ہے کہ میں سرزمین منی پر حضرت امام رضا کی خدمت میں شرفیاب ہوا کہ اچانک یحیٰ بن خالد برمکی کو دیکھا کہ وہ گردوغبار کی وجہ سے اپنے چہرے کو رومال سے ڈھکے ہوئے تھا حضرت نے فرمایا یہ لوگ کتنے بیچارے ہیں کہ ان کو نہیں معلوم کہ اس سال ان کے ساتھ کیا اتفاق پیش آئے گا۔ مسافر کہتا ہے کہ اسی سال برمکیوں کی حکومت سقوط کر گئی اور حضرت کی پیشنگوئی محقق ہو گئی۔ پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ امام نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون دونوں اس طرح ہیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا ایک سبابہ اور ایک درمیانی انگلی کہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ مسافر کا بیان ہے کہ میں ہارون کے متعلق حضرت کے کلام کو نہیں سمجھا یہاں تک کہ حضرت کا انتقال ہوا اور آپ ہارون کی قبر کے کنارے دفن کر دیے گیے۔

۱۴- حضرت امام محمد تقی کی ولادت اور واسطی کے دعوی کا بطلان

حضرت امام رضا کے ایک خاص محب کا بیان ہے کہ ایک روز مسلک واقفی کے ایک رئیس حسین واسطی نے ہم سے بہت زیادہ اصرار کیا کہ ہم اس کو حضرت امام رضا سے ملاقات کرا دیں۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۰۹، ح ۴۸۷۔ الفصول المھمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۳۶۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۵۔ نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۳۔ جامع کرامات الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۲۔

جس وقت امام نے ملاقات کی اجازت دی اور حسین واسطی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔(۱)

تب اس نے امام سے عرض کی اے ابوالحسن آپ امام ہیں؟ امام نے فرمایا: ہاں حسین نے کہا لیکن میرے لیے واضح ہو چکا ہے کہ آپ امام نہیں ہیں۔ حضرت کچھ لحہ کے لیے ٹھہرے اور پھر فرمایا آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں امام نہیں ہوں، حسین نے کہا: حضرت امام جعفر صادق سے ہمارے پاس ایک حدیث ہے کہ جس میں حضرت نے فرمایا ہے امام عقیم نہیں ہوتا جب کہ آپ کی یہ عمر ہو گئی ہے اور آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ امام نے پھر کچھ لمحے کے لیے توقف فرمایا پھر کہا اس سال کے تمام ہونے سے پہلے خداوند متعال ہم کو ایک بیٹا عنایت فرمائے گا۔

اس واقعہ کا ایک شاہد عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابھی سال تمام نہیں ہوا تھا کہ حضرت امام محمد تقی (۲) کی ولادت باسعادت ہو گئی۔(۳)

طوس کی طرف ہجرت کے بعد

۱۵- زبان کی لکنت کا علاج

منقول ہے کہ ایک تاجر کو کرمان کے راستے میں موسم سرما میں کچھ ڈاکوں نے پکڑ لیا

---

(۱) حسین بن قیاما واسطی صیرفی حضرت امام موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے ہے وہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی امامت پر متوقف ہو گیا اور واقفی مذہب اختیار کر لیا اس کا شمار مذہب واقفی کے بزرگوں میں سے ہونے لگا، شیعہ علماء نے اس کی مذمت کی ہے۔ دیکھیے: مستدرکات علم رجال الحدیث، ج ۳، ص ۱۸۲، شمارہ ۴۶۱۵۔

(۲) یہ بات بھی قابل عرض ہے کہ حضرت امام محمد تقی کی ولادت باسعادت کے بعد حسین واسطی حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا تب آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''ان اللہ قد وھب لی من یرثنی و یرث آل داؤد'' خداوند عالم نے میرا اور آل داؤد کا وارث مجھ کو عطا فرما دیا ہے۔ دیکھیے: بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۱۸۔

(۳) تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۶-۴۷۔

اور اس کے اموال کو لوٹ لیا اور اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے منہ میں برف بھر دیا یہاں تک کہ اس کی زبان اکڑ گئی اور کلام کرنے سے معذور ہو گیا۔ جب وہ خراسان پہنچا اس کو خبر ملی کہ حضرت امام رضا نیشاپور میں تشریف فرما ہیں اس نے اپنے آپ سے کہا کہ آنحضرت اہل بیت نبوت سے ہیں آپ کے پاس چلوں شاید اس مرض و مشکل کا کوئی علاج آپ کے پاس موجود ہو اس نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت امام رضا تشریف لائے ہیں اور اس نے اپنے زبان کی مشکل کو بیان کیا تب آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی کمیونی گھاس، سعتر اور کچھ نمک لے اور ان کو پانی میں ملا لے، دو تین بار اس کو منہ میں رکھ تا کہ تیری زبان صحیح ہو جائے۔ وہ لٹا ہوا تاجر خواب سے بیدار ہوا اور اس خواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اور نیشاپور کی طرف چل دیا جس وقت نیشاپور پہنچا تو خبر دار ہوا کہ حضرت شہر سے باہر تشریف لے گئے ہیں تاجر نے اپنے آپ کو حضرت کی خدمت میں پہنچایا اور اپنی زبان کی مشکل اور راہزنی کے واقعہ کو بیان کیا لیکن اپنے خواب کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ امام نے فرمایا اس کی دوا تو وہی ہے کہ میں نے تجھے خواب میں بتائی تھی تاجر نے عرض کی اے فرزند رسول خدا میں چاہتا ہوں دوبارہ اس کو آپ کی زبان سے سنوں امام نے فرمایا تھوڑی سی کمیونی گھاس، سعتر اور کچھ نمک کو لیکر پانی میں گھول کر اپنے منہ میں دو تین مرتبہ رکھے تو صحیح ہو جائے گا۔ اس تاجر نے امام کے دستور کے مطابق عمل کیا اور شفایاب ہو گیا۔ (۱)

۱۶- میری ولایت عہدی باقی نہیں رہے گی

ذکر المدائنی قال: لما جلس الرضا ذالك المجلس }ای مجلس بیع الناس له وهو لابس تلك الخلع و الخطبا یتکلمون و تلك الالوی تخفق علی راسه، نظر ابو الحسن الرضا الی بعض موالیه الحاضرین ممن کان یختص به و قد داخله من السرور مالا علیه مزید،

---

(۱) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۷۔

وذالك لما راء فاشار اليه الرضا فدنا منه وقال له فى اذنه سرا لا تشتغل قلبك بشيم ماترى من هذا الامر ولا تستبشر، فانه لايتم۔(۱)

مدائنی نقل کرتا ہے جس وقت حضرت امام رضا اس مجلس میں تشریف فرما تھے کہ جس میں آپ کے ہاتھوں پر ولایت عہدی کی بیعت ہو رہی تھی اور آپ نے مخصوص لباس پہن رکھا تھا، خطبا و ذاکرین تقریروں میں مشغول تھے، امام نے اپنے ایک چاہنے والے پر نگاہ ڈالی کہ جو بہت ہی خوش تھا آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے اس کے کان میں فرمایا اپنے دل کو اس ولایت عہدی کی وجہ سے مشغول مت کرو اور اتنی خوشحالی نہ کرو کہ یہ امر باقی رہنے والا نہیں ہے

۱۷- دشمنوں کی ذلت وخواری

محمد بن طلحہ شافعی نے اس کرامت کو حضرت امام رضا کی عظمت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل کے طور پر نقل کیا ہے اور اس سلسلے میں کہتا ہے:

واما مناقبه و صفاته ما خص الله تعالى به ويشهد له بعلو قدره و سمو شانه و هو ----

لیکن وہ کمالات و مناقب وصفات کہ جو خداوند عالم نے آپ کو عطا فرمائے ہیں کہ جو آپ کی عظمت و بلندی اور شان و شوکت پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ----۔

پھر اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے:

لما جعله المامون ولى عهده و اقامه خليف من بعده كان فى حاشى المامون اناس كرهوا ذالك و خافوا على خروج الخلاف من بنى العباس و عودها لبنى فاطم،

---

(۱) الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الآئمہ، ص ۲۴۵۔ مفتاح النجانی مناقب آل عبا، ص ۱۷۸۔

فحصل عندهم من علی الرضا بن موسی نفور و کان عاد الرضا اذا جا الی دار المامون لیدخل من فی الدهلیز من الحجاب و اهل النوب من الخدم و الحشم بالقیام له والسلام علیه و یرفعون له الستر حتی یدخل ، فلما حصلت لهم هذه النفر و تفاوضوا فی امر هذه القص و دخل فی قلوبهم منها شیء قالوا فیما بینهم : اذا جا یدخل علی الخلیف بعد الیوم نعرض عنه و لا نرفع له الستر و اتفقوا علی ذالك فبینما هم جلوس اذ جا علی الرضا علی جاری عادته فلم یملکوا انفسهم ان قاموا و سلموا علیه و رفعوا له الستر علی عادتهم ، فلما دخل اقبل بعضهم علی بعض یتلاومون لکونهم ما فعلوا ما اتفقوا علیه و قالوا الکر الآتی اذا جا لا نرفعه۔فلما کان فی الیوم الثانی و جا الرضا علی عادته قاموا و سلموا علیه و لم یرفعوا الستر فجائت ریح شدید فرفعت الستر اکثر مما کانوا یرفعونه فدخل ثم عند خروجه جائت ریح من جانب الآخر فرفعته له و خرج فاقبل بعضهم علی بعض و قالوا ان لهذا الرجل عند الله منزل و له منه عنایة انظروا الی الریح کیف جائت و رفعت له الستر عند دخوله و عند خروجه من الجهتین ارجعوا الی ما کنتم علیه من خدمته فهو خیر لکم ۔(۱)

جس وقت مامون نے ولایت عہدی حضرت امام رضا کے سپرد کی اور آپ کو اپنا جانشین قرار دیا تو مامون کے طرف دار افراد کو یہ تشویش ہوئی کہ کہیں امر خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہ کی طرف منتقل نہ ہو جائے ۔لہذا حضرت امام رضا سے متنفر تھے اور آپ سے حسد کرنے لگے پھر اس کینہ و حسد کے اظہار کے لیے کسی فرصت کے منتظر رہتے تھے۔

---

(۱) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول ،ص ۲۹۶ ۔الفصول المہمہ ،ص ۲۳۴ و ۲۳۵ ۔شواہد النبوۃ ،ص ۳۸۲ و ۳۸۳ ۔تاریخ روضۃ الصفا ، ج ۳ ،ص ۴۷ ۔اخبار الدول و آثار الاول ،ص ۱۱۴ ۔جامع کرامات الاولیاء ، ج ۲ ،ص ۳۱۱ ۔

حضرت امام رضا ہمیشہ جب بھی مامون کے دربار میں وارد ہوتے تو اس دالان سے گذرتے کہ جس کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے اور وہاں پر خدام و پہرے دار آپ کا احترام کرتے تعظیم کو کھڑے ہوتے سلام کرتے اور حضرت کے لیے پردے کو اٹھاتے تھے یہاں تک کے حضرت گذر جائیں۔ پھر انہوں نے آپس میں یہ اتفاق کیا کہ کوئی بھی امام کو سلام نہیں کرے گا اور آپ کا احترام و تعظیم نہیں کی جائے گی آپ کے لیے پردہ بھی کوئی نہیں اٹھائے گا اس اتفاق کے بعد حضرت امام رضا اپنے معمول کے مطابق اسی دروازے سے گذرے لیکن تمام خادمین بے اختیار آپ کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے سب نے سلام کیا اور آپ کے لیے پردے کو اٹھا دیا اور حضرت وارد ہو گئے، اس کے بعد سب نے ایک دوسرے کی ملامت کی برا بھلا کہا کہ کیوں پردے کو اٹھایا، پھر طے پایا کہ اگلے روز ایسا نہیں کیا جائے گا۔

اگلے روز امام پھر وارد ہوئے تب سب نے آپ کو سلام کیا لیکن پردے کو کسی نے نہیں اٹھایا اسی وقت ایک تیز ہوا آئی اور پردہ اتنا اٹھا کہ ہر روز خادم بھی نہیں اٹھاتے تھے امام دربار میں داخل ہوئے اور پھر حضرت دربار سے باہر تشریف لائے تو دوسری طرف سے ہوا اسی تیزی سے چلی کہ پردہ پھر اٹھا اور آپ گذر گئے اس کے بعد ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی اور حضرت امام رضا کے بارے میں کہنے لگے کہ خداوند عالم کے نزدیک اس شخص کی بہت عظمت ہے اور اس کی اس پر عنایت خاص ہے۔ آپ لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ کس طرح آپ کی تشریف آوری پر تیز ہوا آئی کہ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا اور پھر آپ کے نکلتے وقت دوسری طرف سے ہوا آئی اور پھر پردہ اٹھا لہذا اب کوئی ایسی جرئت نہ کرے اپنے اپنے وظیفہ کو صحیح انجام دیتے رہیں، حضرت کی خدمت کرنے میں آپ لوگوں کا فائدہ ہے۔

اس واقعہ کو شبراوی شافعی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔(۱)

---

(۱) الاتحاف بحب الاشراف، ص ۳۱۳۔

۱۸- بغیر سوال معلوم کیے امام کا جواب دینا

کوفہ کا رہنے والا ایک شخص کہتا ہے میں نے خراسان کی غرض سے کوفہ سے سفر کیا میری بیٹی نے مجھ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کپڑے کو بیچ کر میرے لیے ایک فیروزہ خرید لانا۔ راوی کا بیان ہے کہ جس وقت میں مرو پہنچا حضرت امام رضا کے غلام میرے پاس آئے کہنے لگے کہ حضرت امام رضا کے ایک غلام کا انتقال ہوگیا ہے اگر تیرے پاس کپڑا ہو تو ہم کو بیچ دے تاکہ اس کا کفن بنائیں۔

میں نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے وہ لوگ چلے گئے اور پھر دوبارہ واپس آئے اور کہنے لگے ہمارے مولا نے تجھے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تیرے پاس کپڑا کہ جو تیری بیٹی نے تجھ کو دیا ہے کہ اس کو بیچ کر فیروزہ خریدنا۔ راوی نے کہا اس کے بعد میں نے وہ کپڑا بیچ دیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ آنحضرت سے کچھ سوالات بھی کرنے تھے کہ اگر ان کا جواب دے دیا تو یقیناً وہ صاحب امر و ولایت اور امام وقت ہیں، میں نے اپنے سوالات کو ایک جگہ لکھا اور صبح سویرے امام کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوا وہاں جا کر دیکھا تو لوگوں کی بہت بھیڑ تھی اور میں حضرت سے ملاقات نہ کر سکا چہ جائیکہ حضرت سے سوالات کرتا، حیران و پریشان کھڑا تھا کہ حضرت کے خانہ اقدس سے ایک خادم باہر آیا اور میرا نام لے کر آواز دی اور مجھ کو ایک تحریر پیش کی اور کہا اے شخص اس میں تیرے سوالات کے جواب موجود ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے رقعہ کو کھولا اپنے تمام مسائل کے جوابات اس میں تحریر تھے جب تمام جوابات کو اپنے تمام سوالات کے مطابق پایا اس کے بعد مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت امام رضا خداوند عالم کی حجت اور عظیم المرتبت ولی ہیں۔ (۱)

---

(۱) اثبات الوصیہ، ص ۱۸۰-۱۸۱۔ شواہد النبوۃ، ص ۳۸۶۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳ ص ۴۶۔

۱۹-ریان کی اندرونی خواہشات کی اطلاع

حضرت امام رضا کے ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک روز ریان بن صلت نے مجھ سے کہا کہ میرے لیے حضرت امام رضا سے میرے لیے ملاقات کو وقت لے لو میں چاہتا ہوں کہ حضرت اپنا ایک لباس اور چند سکے کہ جن پر آپ کا اسم مبارک درج ہے مجھے عنایت فرمادیں۔

راوی کہتا ہے میں حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا ابھی زبان کھولی بھی نہ تھی کہ حضرت نے فرمایا ریان بن صلت ہمارے پاس آنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ ہم اس کو اپنا ایک لباس اور چند سکے کہ جن پر ہمارا نام کندہ ہے دیں اس کو اجازت دیں کہ وہ ہمارے پاس آجائے۔ ریان امام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنے دو لباس اور تیس درھم اس کو عطا فرمائے۔(۱)

۲۰-حضرت کی چوکھٹ پر حیوانات

زینب کذابہ کا واقعہ اور اس کا جانوروں کے سامنے ڈالا جانا سنی وشیعہ سب کے یہاں مشہور و معروف ہے کہ جس سے حضرت کی عظمت، مقام امامت اور ولایت تکوینی کی طرف اشارہ ملتا ہے اگر چہ اس واقعہ کے نقل کرنے میں اختلاف ہے کہ یہ اختلاف اس واقعہ کے حقیقی ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا چونکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام رضا کے زمانے میں رونما ہوا یا حضرت امام علی نقی کے زمانے میں کہ یہاں پر دونوں واقعہ کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

پہلی روایت

انه كان بخراسان امرأة تسمى زينب فادعت انها علوية من سلالة فاطمة وصارت تصول على اهل خراسان بنسبها، فسمع بها على الرضا فلم يعرف نسبها فاحضرت اليه فرد نسبها و قال هذه كذابة۔

---

(۱) اثبات الوصیۃ، ص۱۸۰۔ شواہد النبوۃ، ص۳۸۶-۳۸۷۔

فسفهت عليه ، و قالت : كما قدحت فى نسبى فانا اقدح فى نسبك فاخذته الغيرة العلوية فقال لسلطان خراسان و كان لذالك السلطان بخراسان موضع واسع فيه سباع مسلسلة للانتقام من المفسدين ، يسمى ذالك الموضع بركة السباع ، اذا اراد الانتقام من بعض المجرمين الخارجين عليه القاه بينهم فافترسوه لوقته فاخذالرضا بيدتلك المرأة و احضرها عندذالك السلطان وقال هذه كذابة على على وفاطمة وليست من نسلهما فان من كان حقا صوابابضعة من فاطمة و على ، فان لحمها حرام على السباع فالقوها فى بحر السباع ، فان كانت صادقة فان السباع لا تقربها و ان كانت كاذبة فتفترسها السباع ۔ فلما سمعت ذالك منه قالت : فانزل انت الى السباع فان كنت صادقا لا تقربك والا فتفترسك فلم يكلمها وقال فقال له ذالك السلطان : الى اين ؟ فقال له : الى بركة السباع والله لانزلن اليها۔

فقام السلطان و الناس والحاشية و فتحوا باب تلك البركة فنزل الرضا و الناس ينظرون من اعلى البركة فلما حصل بين السباع اقعت جميعا الى الارض على اذنابها فصار ياتى الى واحد واحد يسمح وجهه و رأسه و ظهره والسبع يبصبص له هكذا الى ان اتى على الجميع ثم طلع و الناس يبصرونه ، فقال لذالك السلطان انزل هذه الكذابة على على و فاطمة ليبين لك فامتنعت فالزمها السلطان بذالك و انزلها اعوانه فقذ رآها السباع وثبوا اليها وافترسوها فاشتهر اسمها بخراسان۔(۱)

---

(۱) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول،ص۲۹۶۔اوردیکھیے: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم،ج۲،ص۲۰۹،ح۴۸۷۔الفرج بعدالشدۃ،ج۴،ص۱۷۲-۱۷۳۔

ایک عورت کہ جس نام زینب تھا اس نے یہ دعوی کیا کہ میں علویہ و فاطمہ زہرا کی نسل سے ہوں یہ خبر سارے خراسان میں پھیل گئی حضرت امام رضا کو بھی اطلاع ملی آپ نے اس کے علویہ ہونے سے انکار کر دیا اور اس کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا وہ جھوٹ بول رہی ہے اس عورت نے امام کا مذاق اڑایا اور امام سے کہا کہ آپ کو میرے نسب پر اعتراض ہے تو مجھ کو بھی آپ کے حسب ونسب پر اعتراض ہے اس وقت غیرت علوی جوش میں آئی اور آپ نے سلطان خراسان سے فرمایا اس کو درندہ جانوروں کے درمیان ڈالدو، سلطان خراسان کے پاس درندوں کے لیے ایک خاص مکان تھا کہ جس میں اس نے مختلف قسم کے درندے جمع کر رکھے تھے کہ جب بھی کوئی اس کے خلاف قیام کرتا تو وہ انتقام کی غرض سے مفسدین و مجرمین کو ان درندوں کے سامنے ڈالدیتا تھا۔ امام نے اس عورت کو سلطان کے حضور پیش کیا اور فرمایا یہ عورت جھوٹی ہے اور علی و فاطمہ پر جھوٹ بول رہی ہے وہ ان کی نسل سے نہیں ہے اگر یہ عورت اپنے دعوے میں کہ علی و فاطمہ کی نسل سے ہے سچی ہے تو اس کے بدن کا گوشت درندوں پر حرام ہے لہذا اس کو جانوروں کے سامنے ڈالدو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ جس وقت اس زینب کذابہ نے یہ بات سنی تو کہنے لگی کہ آپ بھی تو نسل علی و فاطمہ سے ہیں آپ اگر سچے ہیں تو آپ ان درندوں کے درمیان چلے جائیں، امام بغیر کچھ کہے ان درندوں کے درمیان تشریف لے گئے لوگ اور سلطان حصار کے چاروں طرف سے یہ نظارہ کرنے لگے کہ جب امام ان جانوروں کے درمیان پہنچے تمام جانور آرام ہو گئے امام ایک ایک جانور کے قریب جاتے اور ہر ایک کے سر و صورت اور کمر پر ہاتھ پھیرتے اور جانور بھی اپنی اپنی دموں کو تسلیم ہونے کی صورت میں ہلاتے تھے یہاں تک کہ امام وہاں سے باہر تشریف لائے۔

اس کے بعد امام نے سلطان سے کہا کہ اس جھوٹی عورت کو ان درندوں کے درمیان ڈالدو تا کہ سب کو حقیقت کا علم ہو جائے، عورت نے انکار کیا لیکن سلطان نے حکم دیا تو زبردستی اس کو جانوروں کے درمیان پھینک دیا گیا جانوروں نے جیسے ہی اس کو دیکھا اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ عورت سارے خراسان میں زینب کذابہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

دوسری روایت

ابن حجر ہیثمی شافعی نے بھی اس روایت کو بعض حفاظ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے:

ان امرأة زعمت انها شريفة بحضرة المتوكل، تسأل عمن يخبره بذالك فدل على علي الرضا، فجاء فاجلسه معه على السرير و سأله فقال: ان لله حرم لحم اولاد الحسنين على السباع، فلتلق للسباع فعرض عليها بذالك فاعترفت بكذها ثم قيل للمتوكل: الا تجرب ذالك فيه؟ فامر بثلاثة من السباع فجيء بها في صحن قصره ثم دعاه، فلما دخل بابه اغلق عليه والسباع قد اصمت الاسماع من زئيرها، فلما مشى في الصحن يريد الدرجة مشت اليه وقد سكنت و تمسحت به و دارت حوله و هو يمسها بكمة ثم ربضت فصعد للمتوكل و تحدث معه ساعة ثم نزل ففعلت معه كفعلها الاول حتى خرج فاتبعه المتوكل بجائزة عظيمة فقيل للمتوكل: افعل كما فعل ابن عمك فلم يجسر عليه و قال اتريدون قتلي ثم امرهم ان لايفشوا بذالك۔(۱)

متوکل خلیفہ عباسی کے زمانے میں ایک عورت اس کے پاس آئی اور اس نے دعوی کیا کہ وہ علوی سادات سے ہے متوکل نے اس خبر کے سچ یا جھوٹ ہونے کے سلسلے میں حضرت علی بن موسی الرضا کو طلب کیا اور اس کے بارے میں معلوم کیا امام نے فرمایا خداوند عالم نے حضرات حسنین کی اولاد کے گوشت کو درندوں پر حرام کردیا ہے اس کے کلام کی تصدیق کے لیے طریقہ یہ ہے کہ اس کو درندوں کے سامنے ڈالدیا جائے متوکل نے ایسا ہی کرنا چاہا، لیکن عورت نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کرلیا اور درندوں کے سامنے جانے کو تیار نہیں ہوئی۔

---

(۱) الصواعق المحرقۃ، ج۲، ص۵۹۶-۵۹۵۔

بعض افراد نے متوکل سے کہا کہ اسی کام سے حضرت کا بھی امتحان لیا جائے تب اس نے حکم دیا کہ تین شیروں کو قصر میں لایا جائے دروازوں کو بند کر دیا گیا اور پھر حضرت کو بلوایا، حضرت قصر میں وارد ہوئے جب کہ حالت یہ تھی کہ شیروں کے دہاڑنے کی آواز سے کان پھٹ رہے تھے جیسے ہی آپ قصر میں وارد ہو کر زینہ کے ذریعہ اوپر جانا چاہتے تھے کہ شیر خاموش ہو گئے اور آپ کے قریب آ گئے اور اپنے آپ کو حضرت کے پیروں سے ملنا شروع کر دیا اور آپ کا طواف کرنے لگے آپ نے بھی اپنے مبارک ہاتھ ان کے بدن و کمر پر پھیرے اس وقت کو آپ کے حضور بیٹھ گئے حضرت زینہ کے ذریعہ اوپر تشریف لائے اور کچھ دیر متوکل کے پاس بیٹھے گفتگو فرمائی پھر نیچے تشریف لائے اور پہلے کی طرح شیروں کے سروں اور کمروں پر ہاتھ پھیرا اور قصر سے باہر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد متوکل نے حکم دیا کہ بہت بڑا جائزہ امام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ اس کے بعد متوکل سے کہا گیا کہ تو بھی اپنے چچا زاد بھائی کی طرح یہ کارنامہ انجام دے چونکہ متوکل بھی سادات بنی عباس میں سے تھا لیکن متوکل نے اس طرح کی جرئت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا مجھے قتل کرانا چاہتے ہو اور حکم دیا کہ اس قصے کو کسی سے بھی بیان نہ کریں۔

نقل المسعودي : ان صاحب هذه القصة هو ابن علي الرضا هو علي العسكري لان الرضا توفي في خلافة المامون اتفاقاً ولم يدرك المتوكل۔(۱)

مسعودی کہتا ہے کہ یہ واقعہ امام علی رضا کے فرزند علی عسکری کا ہے اس لیے کہ امام رضا تمام مورخین کے مطابق مامون کے زمانے میں انتقال فرما گئے تھے اور آپ نے متوکل کا زمانہ درک نہیں کیا تھا۔

---

(۱) مروج الذهب ومعادن الجوهر، ج ۴، ص ۸۶۔

اگر چہ یہ واقعہ اہل سنت کی تعبیر میں شیعوں کے نزدیک خبر مشہور ہے۔(۱)
لیکن فریقین کے نزدیک یہ واقعہ مسلم ہے جیسا کہ اہل سنت کے بزرگوں نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ جیسے ابن حجر ھیثمی نے اس کو بعض حفاظ سے نقل کیا(۲) اور ابو علی عمر بن یحیٰ علوی نے بھی اس کو یقینی جانا ہے اور اہل سنت کی روایت کے مطابق اس کی تائید کی ہے اور وہ اسی طرح کا قصہ اپنے بارے میں بھی نقل کرتا ہے اور اس طرح کے واقعات کو مجربات میں سے جانتا ہے۔(۳)

اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ واقعہ حضرت امام رضا کے زمانے میں پیش آیا یا حضرت امام محمد تقیؑ کے یا حضرت امام علی نقیؑ کے زمانے میں، جب کہ مورخین نے خلیفہ وقت کا نام متوکل تحریر کیا ہے۔ لیکن بعض اس بات کے معتقد ہیں کہ یہ نسخ خطی کی وجہ سے دھوکا ہوا ہے ورنہ متوکل نہ امام رضاؑ کے زمانے میں تھا اور نہ امام محمد تقیؑ کے زمانے میں بلکہ وہ امام علی نقیؑ کے زمانے میں تھا۔

یہی وجہ ہے مسعودی کہتا ہے کہ: هو وجيه لان المتوكل لم يكن معاصراً لمحمد الجواد بل لولده ۔(۴)

یہی حق ہے اس لیے کہ متوکل امام محمد تقی کے زمانے میں نہیں تھا بلکہ امام علی نقی کے زمانے میں تھا اسی وجہ سے زینب کذابہ کے واقعہ کی نسبت حضرت امام علی نقیؑ کی طرف دی جاتی ہے۔

---

(۱) الفرج بعد الشدۃ، ج ۴، ص ۱۷۲۔

(۲) الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۶-۵۹۵۔

(۳) الفرج بعد الشدۃ، ج ۴، ص ۱۷۳۔

(۴) نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، ص ۲۴۸۔

۲۱- ایسا سفر کہ جس میں پلٹنا نصیب نہ ہو

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام رضا کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جس وقت مجھ کو مدینہ سے مرو طلب کیا گیا میں نے اپنے تمام اہل وعیال کو جمع کیا اور ان کو سفارش کی کہ مجھ پر بلند آواز سے گریہ وزاری کریں تاکہ تمہاری آواز کو سن سکوں پھر ان کے درمیان بارہ ہزار درھم تقسیم کیے اور ان سے کہا کہ میں اب کبھی بھی تمہارے پاس واپس نہیں آسکتا۔(۱)

۲۲- حضرت امام رضا کی سندی زبان میں گفتگو

ابو اسماعیل سندی کہتا ہے: میں نے سند میں سنا کہ خداوند عالم نے عرب میں اپنی ایک حجت کو بھیجا ہے میں نے اس حجت خدا کی زیارت کی غرض سے سفر کیا مجھ کو علی بن موسیٰ کی طرف راہنمائی کی گئی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے میں نے سندی زبان میں ہی سلام کیا تو آپ نے سندی زبان میں میرا جواب سلام دیا۔ اور پھر میں نے سوالات بھی امام سے سندی زبان میں کیے امام میرا اسی طرح جواب دیتے رہے لہذا میں نے اپنے سفر کا مقصد آپ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے میں وہی حجت خدا ہوں کہ جس کی زیارت کے لیے تو نے سفر کیا ہے اب جو کچھ بھی تجھے سوال کرنا ہے مجھ سے معلوم کر۔ ابو اسماعیل کا کہنا ہے کہ مجھے جو کچھ بھی معلوم کرنا تھا آپ سے معلوم کیا اور خدا حافظی کے وقت حضرت سے عرض کیا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا آپ سے گذارش ہے کہ میرے حق میں دعا کریں کہ خداوند عالم مجھ پر عربی زبان الہام فرمادے۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے ہونٹوں پر پھیرا اور اسی وقت سے میں عربی زبان میں گفتگو کرنے لگا۔(۲)

---

(۱) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹۔

(۲) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۸۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۴۔

۲۳-حضرت امام رضا تمام زبانوں سے واقف تھے

ابوصلت ہروی کہتا ہے کہ علی بن موسیٰ الرضا لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے، خدا کی قسم لوگوں سے گفتگو فرماتے ہوئے ان سب سے بہتر اس زبان کو جانتے تھے۔ایک روز میں نے حضرت امام رضا سے عرض کیا اے فرزند رسول خدا میں اس بات سے حیرت زدہ ہوں کہ آپ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف ہیں؟ امام نے جواب دیا اے ابوصلت میں خداوند عالم کی طرف سے اس کی مخلوق پر حجت ہوں لہذا یہ ممکن نہیں ہے کہ خدا کسی کو اپنی مخلوق پر حجت بنائے اور اس کو اس مخلوق کی زبان سے آشنا نہ کرائے کیا امیر المومنین علی علیہ السلام کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ آپ نے فرمایا:

اوتینا فصل الخطاب و هل فصل الخطاب الا معرف اللغات۔(۱)

ہم کو خداوند عالم نے فصل خطاب عطا فرمایا ہے اور کیا فصل خطاب تمام زبانوں کی آشنائی کے علاوہ کچھ اور ہے۔

۲۴ نماز عید فطر کے لیے عظیم استقبال

مامون نے اپنی چالاکی ومکاری سے حضرت امام رضا پر ولایت عہدی تو تحمیل کر ہی دی تھی جب کہ حضرت امام رضا بھی اپنی جانب سے مکمل کوئی آنچ نہ آنے والی روش سے اقدام نہ فرما رہے تھے یہاں تک عید سعید فطر کا چاند نمودار ہوگیا، مامون نے حضرت امام رضا کو خبر دی کہ بہتر ہے کہ نماز عید فطر اور خطبات نماز آپ انجام دیں گے،امام نے انکار فرمایا لیکن مامون کی طرف سے اصرار بڑھتا گیا اور کہتا رہا کہ آپ کے نماز پڑھانے سے لوگ آپ کی ولایت عہدی سے مطمئن ہو جائیں گے اور آپ کے فضل وکمالات سے بھی آگاہ ہوں گے بہر حال مامون کے مسلسل اصرار پر حضرت امام رضا نے فرمایا کہ اگر مجھے اس امر سے معاف رکھو تو زیادہ بہتر ہے۔

---

(۱) شواہد النبوۃ،ص ۳۸۸۔تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر،ج ۲،ص ۸۴۔

لیکن اگر اصرار ہے ہی تو پھر میں اس طرح نماز اور خطبات انجام دوں گا کہ جیسے رسول خدا انجام دیتے تھے مامون نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے جیسے آپ چاہیں انجام دیں اور پھر مامون نے حکم دیا کہ تمام اشراف و اعیان اور تمام وزراء و حکام بلکہ تمام لوگ حضرت امام رضا کے بیت الشرف کی ارد گرد جمع ہو جائیں تب بہت سے حکام طلوع آفتاب سے بھی پہلے آپ کے در پر حاضر ہو گئے لوگ اپنے بچوں اور خواتین کے ساتھ آمادہ ہو کر اپنے اپنے گھروں کے سامنے حضرت امام رضا کی آمد کے راستے میں آپ کے انتظار میں کھڑے ہو گئے طلوع آفتاب کے وقت آپ نے غسل عید انجام دیا اور نئے زیب تن کیے خوشبو سے خود کو معطر کیا عمامہ سر پر رکھا تحت الحنک ڈالی لوہے کا عصا دست مبارک میں لیا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے سارے چاہنے والے بھی اسی طرح کریں اور میرے ساتھ ساتھ چلیں تب امام برہنہ پا مصلے کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے پیروں کو پنڈلیوں تک کھول رکھا تھا اس طرح اپنے بیت الشرف سے باہر تشریف لائے مامون کی جانب سے مامور، حکام و اشراف آپ کی یہ حالت دیکھ کر مبہوت ہو گئے اور سب سواری سے نیچے اتر گئے، امام کی طرح برہنہ پا ہو گئے حضرت نے تکبیر کہی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہنی شروع کی، راوی کہتا ہے میں نے اس ماحول کو ایک لحہ کے لیے ایسا محسوس کیا کہ گویا زمین و آسمان آپ کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہوں، در و دیوار اور درختوں سے تکبیروں کی آوازیں آ رہی ہوں تمام شہر تکبیروں کی آواز سے گونج اٹھا لوگوں نے جب امام کی یہ ہیبت دیکھی اور آپ کی تکبیر کی آواز کو سنا ساری فضا گریہ و زاری اور نالہ و شیون سے بھر گئی۔

مامون کو اس حالت کی اطلاع دی گئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر اسی صورت میں امام رضا مصلے تک پہنچ جائیں، لوگ حضرت کے گرویدہ ہو جائیں گے اور تیرا تخت و تاج خطرے میں پڑ جائے گا۔ لہذا مصلحت اس میں ہے کہ امام کو واپس بلا لیا جائے مامون نے ایک شخص کو امام کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا: کہ آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ زحمت میں پڑ گئے ہم آپ کی اس تکلیف و زحمت سے راضی نہیں ہیں۔

لہذا برائے کرم آپ گھر تشریف لے جائیں اور نماز جیسے پہلے انجام پاتی تھی اس طرح آج بھی انجام پائے گی۔ امام نے مامون کا یہ پیغام سنا اپنی سواری پر سوار ہو کر بیت الشرف کی طرف واپس ہو گئے اور لوگ اس حالت سے بہت غمزدہ ہوئے۔(۱)

۲۵ نماز استسقا اور حضرت کی استجابت دعا

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے: جس وقت مامون نے حضرت امام رضا کو اپنا ولی عہد بنایا تو فصل کے اعتبار سے بارش کا موسم تھا لیکن بارش نہیں ہوئی اور یہی مسئلہ بہت سے ایسے افراد کے لیے کہ جو آپ کی ولایت عہدی سے ناراض اور آپ کے مخالف تھے سخت اور پریشان کن ثابت ہوا ان لوگوں نے اس حادثہ کو اذیت کرنے کے لیے مناسب سمجھا لہذا مذاق و مسخرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارے ولی عہد علی بن موسی الرضا نے ہم سے بارش کو بھی لے لیا ہے، یہ خبر مامون کے کانوں تک بھی پہنچی یہاں تک کہ مامون کو بھی اس بات کا احساس ہونے لگا لہذا ایک دن روز جمعہ اس نے امام سے کہا: کہ کافی مدت ہوگئی ہے بارش نہیں ہوئی اگر آپ بارش کے لیے دعا فرمائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ امام نے فرمایا میں دعا کروں گا، مامون نے کہا: کس وقت دعا فرمائیں گے امام نے فرمایا: پیر کے دن، میں نے کل رات رسول خدا اور امیر المومنین کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ بیٹا پیر تک صبر کرو اور پھر اس دن بیابان میں جانا اور بارش کے لیے خداوند عالم سے دعا کرنا خداوند عالم اپنی رحمت کو ان لوگوں پر نازل فرمائے گا اے میرے بیٹے خداوند عالم کی نظر میں اپنی عظمت و وقار اور منزلت و مقام کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا۔

پیر کا دن نمودار ہوا حضرت امام علی رضا لوگوں کے ساتھ صحرا کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ایک بلندی پر جا کر کھڑے ہو گئے اور خدا کی حمد و ثنا کرنے کے بعد اس کے حضور عرض کی:

---

(۱) اثبات الوصیۃ، ص ۱۷۹۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۴۔

اللھم یا رب انت عظمت حقنا اهل البیت فتوسلوا بنا کما امرت واملوا فضلك و رحمتك و توقعوا احسانك و نعمتك فاسقهم سقیا نافعا عاما غیر ضار، ولیکن ابتدا مطرهم بعد انصرافهم من مشهدهم هذا الی منازلهم و مقارهم۔

پروردگارا! اے میرے پالنے والے تو نے ہم اہل بیت کے حق میں عظمت عطا فرمائی ہے اور لوگوں کو حکم دیا کہ ہمارے ذریعہ و توسل سے تیرے حضور دعا کریں لہذا یہ لوگ تیرے فضل و رحمت کے منتظر ہیں اور تیری نعمت و احسان کے متوقع ہیں پس ان کو عام نفع بخش و بدون ضرر بارش سے سیراب فرما کہ بارش کی ابتداء ان کے اوپر اور پھر ان کے گھر پہنچنے کے بعد نازل فرما۔

راوی کہتا ہے اس خدا کی قسم کہ جس نے محمد کو رسالت کے ساتھ مبعوث کیا حضرت علی موسی الرضا کے کلمات ابھی تمام بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک دم بادل گھر آئے اور بجلی گرجنے لگی اور یہ حالت ہوگئی کہ لوگ بارش کے تصور سے اپنا سر چھپانے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگے، امام رضا نے فرمایا اے لوگو یہ بادل تمہارے لیے نہیں ہے بلکہ یہ فلاں علاقہ میں برسے گا، یہ اتفاق اسی طرح دس مرتبہ ہوا اور امام ہر مرتبہ فرماتے رہے کہ یہ بادل فلاں علاقہ میں برسے گا گیارہویں مرتبہ جب بادل نمودار ہوا تب امام رضا نے فرمایا اے لوگوں خداوند متعال نے اس بادل کو تمہارے لیے بھیجا ہے پس خداوند عالم کا اس نعمت پر شکر ادا کرو جب تک تم اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ ہو جاؤ بارش نہیں برسے گی لہذا آپ سب اپنے گھروں میں واپس چلے جاؤ تا کہ رحمت خدا برسنا شروع ہو جائے۔

راوی کہتا ہے: حضرت امام علی رضا منبر سے نیچے تشریف لائے اور منزل کی طرف روانہ ہوئے لوگ بھی اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے جس وقت سب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے تب بارش شروع ہوئی اور سارے شہر کو سیراب کر دیا لوگ حضرت امام رضا کی عظمت و تجلیل کرتے اور بہت زیادہ اشتیاق سے کہتے ''هنیا لولد رسول الله کرامات الله''

فرزند رسول خدا پر خداوند عالم کی کرامات مبارک ہوں۔

حضرت نے بھی فرصت کو مناسب سمجھا اور لوگوں کو موعظ ونصیحت فرمائی اور اس طرح ارشاد فرامایا:

یا ایھا الناس اتقوا اللہ فی نعم اللہ علیکم فلا تنفروا ھا عنکم بمعاصیہ ، بل استدیموھا بطاعتہ و شکرہ علی نعمہ و ایادیہ واعلموا انکم لا تشکرون اللہ عزوجل بشئی بعد الایمان باللہ و بعد الاعتراف بحقوق الیا اللہ من آل محمد رسول اللہ احب الیہ من معاونتکم لاخوانکم المومنین علی دنیاھم التی ہم معبر لھم تعبر بھم الی جنان ربھم فان من فعل ذالک کان من خاص اللہ تعالی۔

اے لوگو ! خداوند عالم کی نعمتوں کے مقابل تقوی اختیار کرو اور گناہ انجام دے کر اپنے آپ سے ان نعمتوں کو دور نہ کرو بلکہ خداوند عالم کی اطاعت کر کے اور شکر نعمت بجالا کے اپنی نعمتوں میں اضافہ کرو اور یہ جان لو کہ کوئی شکر بھی خداوند عالم پر ایمان اور اس کے الیا کہ جو آل محمد ہیں ان کی معرفت اور ان کے حقوق کے اعتراف کے بعد برادران ایمانی کی امور دنیا میں ان کی مدد سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے کہ یہ دنیا عبرت کی جگہ ہے اور جنت کے لیے گذرگاہ ہے پس جو شخص ان کارناموں کو انجام دے وہ خاصان خدا میں سے ہے۔

اس کے امام نے حضرت رسول خدا کی زندگی کے دوران کا ایک عبرتناک واقعہ بیان فرمایا کہ رسول خدا کو خبر دی گئی کہ فلاں صحابی ہلاک ہو گیا چونکہ وہ فلاں گناہ میں ملوث تھا رسول خدا نے فرمایا:

بل قد نجا و لا یختم اللہ عملہ الا بالحسنی و سیمحو اللہ عنہ السیات و یبدلھا لہ حسنات۔

بلکہ وہ نجات پا گیا خداوند عالم نے اس کی بخشش کردی اور اس کے تمام گناہوں کو پاک فرما کر اس کے اعمال میں نیکیاں بھر دی ہیں۔

ایک روز وہ شخص ایک راستے سے گذر رہا تھا اس نے ایک مرد مومن کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اور اس کی شرمگاہ کھلی ہوئی ہے اس شخص نے اس مومن کی شرمگاہ کو اس طرح ڈھکا کہ وہ بھی متوجہ نہیں ہوا لیکن جب بعد میں متوجہ ہوا اور اس شخص کی نیت و خیر خواہی کو دیکھا اور اس کے لیے اس طرح دعا کی:

اجزل لله لك الثواب و اکرم لك المآب و لا ناقشك الحساب۔

خدوند تجھ کو بہترین جزا عنایت کرے اور تیرے لیے حساب و کتاب کو آسان کر دے۔

رسول خدا نے فرمایا یہ شخص اس مومن کی دعا سے عاقبت بخیر ہو گیا حضرت رسول خدا کے اس کلام کی اس شخص گناہگار کو خبر ہوئی اس نے آنحضرت کے اس کلام مبارک کی برکت سے اپنے گناہ سے توبہ کی اور پھر اس کام کو انجام نہیں دیا خداوند عالم نے بھی اس کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ آخر کار رسول خدا کی ہمراہی میں شہید ہو گیا۔

حضرت امام رضا نے اس واقعہ کو بیان فرمایا اور رخصت ہو گے۔

راوی کا بیان ہے فعظم الله تعالی البرك من البلاد بدعا الرضا رضوان الله علیہ۔(۱)

خداوند عالم نے خصرت امام رضا کی دعا کے صدقے کہ خدا کی رحمت آپ پر نازل ہو اس سرزمین کو بہت زیادہ برکتوں سے نوازا۔

حضرت امام رضا کی یہ کرامت لوگوں کے لیے آشکار ہوئی، اس سے آپ کے علم مبارک کا ایک گوشہ لوگوں پر روشن ہوا اور اس سے زیادہ یہ کہ لوگوں کے دل کلام نبوی کی طرف مائل ہو گئے۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۲-۲۱۴، ح ۴۹۰۔ بنقل از تاریخ نیشاپور۔

۲۶ - شیر کی تصوی کا اصلی شیر میں تبدیل ہونا

مذکورہ ذیل کرامت حضرت امام رضا کے تاریخی معجزات وکرامات میں سے ایک ہے کہ جو آپ کی مختصر مدت ولایت عہدی کے دوران ایک عجیب وغریب انقلاب لایا کہ جس کو حاکم نیشاپوری شافعی نے اس طرح ذکر کیا ہے:

ومن کرامات اولیا اللہ التی شاھدوا لعلی بن موسی الرضا صلوات اللہ علیہ۔(۱)

اولیاالٰہی کی کرامات میں سے کہ جو لوگوں نے حضرت علی بن موسی الرضا سے مشاہدہ کیا وہ یہ ہے

حضرت امام علی رضا کی دعا کی برکت سے بارش کے برسنے کی حیرت انگیز وتاریخی کرامت کے بعد مخالفین وحاسدین اور دشمنوں کا حیلہ وفریب رکھا رہ گیا چونکہ اس فرصت کو انہوں نے حضرت امام رضا کی شہادت اور شیعوں سے ان کے عقیدے کے بارے میں سوالات کر کے اور ان کو قتل کرنے کا پروگرام بنا رکھا تھا لیکن استجابت دعا سے نقشہ بدل گیا اور حضرت امام رضا کی عظمت اور دوبالا ہوگئی حتی دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا لیکن اب دوسرے بہانوں سے مامون سے کٹ حجتی کرنے لگے اور کہتے تھے کیوں آپ نے ولایت عہدی علی بن موسی الرضا کے سپرد کی؟ کیوں آپ بنی عباس کے دیرینہ شرافت وافتخار اور خلافت کہ جو سالوں سے بنی عباس کے ہاتھوں میں ہے علوی خاندان اور ان کے شیعوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں؟ علی بن موسی جادوگر وساحر ہے آپ نے دیکھا کہ کس طرح جادو وسحر سے آسمان سے بارش نازل کرائی لہذا یہ ڈر ہے کہ کہیں اپنے اس جادو سے بنی عباس سے خلافت ومملکت وحکومت کو بھی نہ چھین لے اور اپنے خاندان والوں کے سپرد کر دے۔ اے مامون کیا تیری طرح کوئی اپنے حق اور اپنی خلافت کے امور میں مرتکب گناہ وغلطی ہوا ہے؟

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذرتھم، ج ۲، ص ۲۰۸، ح ۴۸۷۔

مامون نے اپنے بھی اہداف بیان کیے کہ کس وجہ سے ولایت عہدی ان کو دی ہے لہذا وہ کہتا ہے: میں نے علی بن موسیٰ الرضا کو اس لیے ولایت عہدی کے لیے انتخاب کیا ہے کہ تا کہ ان پر نظارت کرسکوں اس لیے کہ وہ مدینہ میں رہ کر ہمارے خلاف لوگوں کو ابھار رہے تھے اور اپنی طرف دعوت دے رہے تھے میں نے ان کو اس منصب کے لیے انتخاب کیا تا کہ لوگ جان لیں کہ علی بن موسیٰ الرضا جس چیز کا دعوی کرتے ہیں ایسا نہیں اور خلافت اصل میں ہمارا حق ہے اگر میں یہ کام نہ کرتا اور وہ اپنے کام کو ادامہ دیتے رہتے تو پھر ان سے مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا لیکن اب میں بھی اپنے اس کام سے شرمندہ ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ یہ کام اس سے بھی زیادہ ہمارے حق میں نقصان دہ ثابت ہوا ہے اگر یہ ولایت عہدی اسی طرح باقی رہی تو یقیناً ہمارے لیے ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے لیکن پھر بھی اتنے سادگی سے اس حادثے سے نہیں گذرا جاسکتا اس کے لیے کوئی بنیادی فکر کرنی ہوگی کہ جس کے لیے کچھ وقت درکار ہے تا کہ تھوڑا تھوڑا علی بن موسیٰ الرضا کو لوگوں کی نظروں سے گرائیں اور ان کے مقام و منزلت کو کم کریں تا کہ ثابت کرسکیں کہ وہ اس منصب کے اہل نہیں ہیں۔

حضرت امام رضا کا ایک دشمن حمید بن مہران مامون سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین آپ مجھ کو اجازت دیں کہ میں علی بن موسیٰ الرضا سے گفتگو کروں اور ان کو اور ان کے چاہنے والوں کو مغلوب کردوں اور ان کی تحقیر کروں اگر آپ کی ہیبت نہ ہوتی تو میں لوگوں کو دکھا دیتا کہ وہ اس منصب کے لائق نہیں ہیں، مامون نے خوشحال ہو کر حمید بن مہران کی پیشکش کو قبول کرلیا اور کہا "ماشیء احب الیّ من ھذا" میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی چیز بھی محبوب تر نہیں ہے۔

مامون نے حکم دیا کہ ایک بحث و مباحثہ کا جلسہ رکھا جائے اور اشراف و بزرگ شخصیتیں، وزراء و حکام کو جلسے میں دعوت دی جائے۔

وعدہ کا دن آ گیا پروگرام کے مطابق تمام مدعو افراد حاضر ہو گئے حمید بن مہران نے اپنی گفتگو بغیر کسی تمہید کے شروع کی اور امام رضا سے مخاطب ہو کے کہنے لگا:

ان الناس قد اکثروا علیک الحکایات و اسرفوا فی وصفک۔ لوگ آپ کے بارے میں بہت زیادہ داستانیں بنا رہے ہیں اور بہت ہی زیادہ مبالغہ گوئی سے کام لے رہے ہیں کہ اگر آپ ان سے مطلع ہوں تو یقیناً انکار کرو گے مثلاً لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے خداوند عالم سے بارش کی دعا کی اور آپ کی دعا سے بارش ہوگئی جب کہ اس بارش کا وقت آچکا تھا اور وہ بارش ہی کا موسم تھا جب کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہ آپ نے کیا ہے اور یہ معجزہ ہے آپ بے نظیر اور صاحب معجزہ شخصیت ہو جب کہ آپ کا مقام امیر المومنین مامون- کہ اس کی مملکت مستدام رہے- کے مقابل کچھ بھی نہیں ہے اس نے آپ کو ولایت عہدی سپرد کی ہے لہذا یہ صحیح نہیں ہے کہ مامون کے مقابل آپ کی اتنی مدح ثنا کی جائے کہ جس سے خلیفہ کی ہتک حرمت اور اس کے بارے میں نامناسب باتیں کہی جائیں۔

امام رضا نے بہت ہی متانت و وقار کے ساتھ اس طرح جواب دیا:

ما ادفع عباد اللہ عن التحدث بنعم اللہ علی وان کنت لا ابغی اشرا ولا بطرا۔

میں لوگوں کو خداوند عالم کی مجھ پر نعمتوں کے تذکرہ کرنے سے نہیں روک سکتا اگر چہ میں غرور وتکبر بھی نہیں کر رہا ہوں۔

لیکن یہ مقام کہ جس کا تو تذکرہ کر رہا ہے کہ مامون نے مجھ کو دیا ہے یہ میرے نزدیک حضرت یوسف و بادشاہ مصر سے زیادہ نہیں ہے۔

حمید بن مہران حضرت امام علی رضا کے اس کلام سے غصہ میں آ گیا اور کہا اے فرزند موسیٰ آپ نے اپنی حد سے بڑھ کر قدم رکھا ہے اور اپنی حیثیت سے زیادہ بول رہے ہو وہ بارش خدا کے حکم سے اسی وقت آنی تھی اس میں نہ کچھ تاخیر ہوتی اور نہ ہی جلدی لیکن آپ نے اس کو اپنے حق میں منوایا اس کو اپنے تسلط ونفوذ کے لیے بہانہ بنالیا گویا یہ آپ کا معجزہ حضرت ابراہیم کی طرح کا معجزہ تھا کہ انہوں نے چار پرندوں کو پکڑا ذبح کیا پھر سب کے گوشت کو قیمہ بنا کر پہاڑوں کی چوٹی پر رکھ آئے اس کے بعد ایک ایک کر کے آواز دی وہ خدا کے حکم سے زندہ ہو کر چلے آئے۔

اگر آپ بھی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان دو شیروں کی تصویروں کو زندہ شیروں کی شکل میں تبدیل کریں اور ان سے کہیں کہ مجھ کو کھا جائیں اس طرح کر دیا تو یقیناً یہ معجزہ ہو گا لیکن وہ بارش تو اپنے موسم میں طبیعی طور سے برسنی ہی تھی کہ جس کو آپ نے اپنی دعا کے طور پر منوایا ہے شاید کسی اور کی دعا مستجاب ہوئی ہو۔

حمید بن مہران یہ گفتگو کرتے ہوئے دربار میں رکھے ہوئے دو شیروں کی تصویروں کی طرف اشارہ کر رہا تھا اور امام کا مذاق و مسخرہ کرتے ہوئے ان کو زندہ کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

حضرت امام علی رضا کو حمید بن مہران کی بات ناگوار گذری اور ان دونوں شیروں کی تصویروں کی طرف دیکھ کر فرمایا: دونکما الفاجر فافترساه و لا تبقیا له عینا و لا اثرا۔

اے دو شیروں اس فاسق و فاجر کو پھاڑ کھاؤ اس طرح کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ دو تصویریں اصلی شیر میں تبدیل ہو گئیں اور حمید بن مہران پر حملہ کیا اس کو پھاڑ کھایا اور اس کا اثر بھی زمین پر نہ رہنے دیا تمام حاضرین جلسہ حیرت زدہ ہو گئے اور اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے کہ وہ دونوں شیر حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن خدا سے زبان پائی اور وہ یوں گویا ہوئے: یا ولی الله فی ارضه ماذا تامرنا ان نفعل بهذا (ویشیران الی مامون)

اے روی زمین پر ولی خدا اس مامون کے بارے میں ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

جس وقت مامون نے یہ کلمات سنے احساس کیا کہ میرا حشر بھی حمید بن مہران کی طرح ہونے والا ہے بے ہوش ہو گیا حضرت امام رضا نے فرمایا ٹھہرو اور حکم دیا کہ پانی لایا جائے اور مامون کے چہرے پر تھوڑا سا پانی چھڑکیں اس طرح اس کو ہوش میں لایا گیا جس وقت وہ ہوش میں آیا ان دونوں شیروں نے امام سے عرض کی :اتاذن لنا ان نلحقه بصاحبه الذی افنیا ه ؟

کیا آپ کی اجازت ہے کہ اس کو بھی اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دیں کہ جس کو ہم نے ابھی فنا کیا ہے۔

امام نے اجازت نہیں دی اور فرمایا: فان الله تعالی تدبیرا هو ممضیه۔

خداوند عالم کا ارادہ جس امر سے متعلق ہوتا ہے وہ خود بخود انجام پا جاتا ہے

ان دونوں شیروں نے امام سے اپنے بارے میں معلوم کیا اور امام نے ان کو حکم دیا کہ تم اپنی اصلی حالت میں چلے جاؤ وہ یہ حکم سن کر پھر دوبارہ تصویر بن گئے۔

مامون کہ جو ترس وخوف سے وحشت زدہ تھا، کہنے لگا:

الحمد لله الذی کفانی شر حمید بن مهران۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو حمید بن مہران کے شر سے نجات دی۔

پھر امام سے مخاطب ہو کر کہا: هذا الامر لجدکم ثم لکم فلو شئت لنزلت لک عنه۔(۱)

یہ مقام خلافت آپ کے جد رسول خدا کا ہے اور ان کے بعد آپ کا ہے اگر آپ مائل ہوں تو میں ہٹ جاؤں اور آپ امر خلافت کو سنبھالیں۔

۲۷۔ حضرت امام رضا کی اپنی شہادت اور مقام دفن کے بارے میں پیشنگوئی

حضرت امام رضا کی بہترین اور اپنی زندگی کی آخری کرامت اپنی شہادت کے متعلق پیشنگوئی اور اس کی کیفیت و جزئیات کے بارے میں خبر دینا ہے۔

ابن حجر هیثمی شافعی اس سلسلے میں کہتا ہے:

۔۔۔و اخبر قبل موته بانه یاکل عنبا و رمانا مبثوثا و یموت، ان المامون یرید دفنه خلف الرشید فلم یستطع وفکان ذالک کله کما اخبربه۔(۲)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۴-۲۱۶، ح ۴۹۰۔

(۲) الصواعق المحرقۃ، ج ۲، ص ۵۹۳۔

آپ نے اپنی موت سے پہلے ہی خبر دی کہ آپ انگور وانار تناول فرمائیں گے اور اسی کے اثر سے انتقال فرما جائیں گے، مامون آپ کو ہارون الرشید کے پیچھے دفن کرنا چاہے گا لیکن کامیاب نہیں ہو پائے گا۔ آپ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

آنحضرت کی اپنی شہادت اور مقام دفن کے متعلق پیشنگوئی اور باقی تمام واقعات کو ابوصلت ہروی اور ہرثمہ بن اعین نے علیحدہ علیحدہ نقل کیا ہے کہ جو دونوں روایات یہاں درج کی جارہی ہیں۔

روایت ابوصلت ہروی:

ابوصلت حضرت امام رضا کا ایک غلام ہے اس نے آپ کی وصیت اور پیشنگوئی عجیب وحیرت انگیز طریقہ سے بیان کیا ہے کہ جو حضرت امام رضا کے پاس علم غیب اور آئندہ کے حالات سے باخبر ہونے کا پتا دیتا ہے اور یہ واقعہ ان لوگوں کا بھی جواب ہے کہ جو مامون کی طرفداری اور اس کا امام کے قاتل ہونے سے انکار کرتے ہیں اور بہت سے تاریخی واقعات کو جھٹلاتے ہیں۔ جب کہ یہ روایت شیعہ وسنی دونوں طریقوں سے نقل ہوئی ہے کہ جس سے حضرت امام رضا کی مظلومیت صاف وشفاف آشکار ہو جاتی ہے۔

یہ واقعہ اس قدر حیرت انگیز ہے کہ ملا عبدالرحمٰن جامی حنفی اس کو نقل کرنے سے پہلے کہتا ہے کہ" آنحضرت کے خوارق العادت کرامات میں سے ایک یہ روایت ہے کہ جس کو ابوصلت ہروی نے نقل کیا ہے"(۱) اور اس کے بعد روایت کو نقل کرتا ہے۔

ابوصلت کہتا ہے ایک روز میں حضرت امام رضا کے پاس کھڑا ہوا تھا آنحضرت اس گنبد کی طرف نظارہ فرمارہے تھے کہ جو ہارون کی قبر پر بنایا گیا تھا اس وقت مجھ سے فرمایا وہاں جاؤ اور اس کے چاروں طرف سے کچھ مٹی اٹھا کر لاؤ۔

---

(۱) شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹۔

ابوصلت کہتا ہے کہ میں امام کے دستور کے مطابق گیا اور تھوڑی سی خاک اٹھا کر لے آیا امام نے خاک کو سونگھا اور زمین پر ڈال دیا اور فرمایا عنقریب میرے لیے اس سرزمین میں قبر کھودیں گے لیکن اس میں ایک بہت بڑا پتھر نکلے گا اس کو توڑنے کے لیے بہت کوشش کی جائے گی لیکن خراسان کا کوئی سا بھی ہتوڑا اس کو نہیں توڑ پائے گا ، پھر حضرت نے فرمایا فلاں جگہ سے خاک اٹھا کر لا میں گیا اور مٹی اٹھا کر لے آیا امام نے فرمایا میری قبر اس مقام پر کھودی جائے گی تو ان سے کہنا کہ سات زینے گہری قبر کھودیں اور ایک انسان کے دفن ہونے کے اندازے کے مطابق وسیع کریں اور اگر وہ لوگ اس کام سے پرہیز کریں تو ان سے کہنا کہ لحد کو تھوڑا کشادہ رکھیں تقریبا دو ذراع اور ایک بالشت یعنی حدود ا ایک میٹر چوڑی رکھیں۔ خداوند عالم اس کو اپنی رحمت وعنایت سے وسیع کردے گا میری قبر کو کھودتے وقت اس میں سے پہلے کچھ مقدار میں پانی نکلے گا۔ میں کچھ کلمات آپ کو بتاتا ہوں تم ان کو پڑھنا تو وہ پانی اور زیادہ جوش میں آئے گا اور پوری قبر پانی سے بھر جائے گی اس میں کچھ چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدہ ہونگی ، میں آپ کو یہ روٹی دیتا ہوں اس کو چور کے ان کے سامنے پانی میں ڈال دینا وہ مچھلیاں اس روٹی کو کھا جائیں گی یہاں تک کہ روٹی کا نشان بھی نہیں رہے گا پھر اچانک ایک بڑی مچھلی نظر آئے گی کہ جو ان تمام چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی اور پھر غایب ہوجائے گی آپ پانی کو ہاتھ نہ لگانا اور میں جو کلمات آپ کو بتاؤں ان کو پڑھتے رہنا پانی تھوڑا تھوڑا ختم ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ بالکل خشک ہوجائے گا یہ جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے مامون کے سامنے انجام دینا۔

امام نے فرمایا: ابوصلت میں کل مامون کے پاس جاؤں گا میں جس وقت مامون کے پاس سے واپس آؤں تو دیکھنا کہ اگر میں نے اپنے سر کو کسی چیز سے ڈھانپ نہیں رکھا ہے تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر کسی چیز سے سر کو چھپا رکھا ہے تو ہرگز بات نہ کرنا۔ ابوصلت کہتا ہے اگلے روز صبح کے وقت حضرت امام رضا نے اپنا لباس زیب تن کیا اور منتظر بیٹھ گئے یہاں تک کہ مامون کا غلام آیا اور اس نے مامون کی دعوت کو پیش کیا۔

آپ مامون کے پاس پہنچے مامون کے سامنے مختلف قسم کے پھلوں سے بھرے ہوئے ظرف رکھے ہوئے تھے اور انگور کا ایک گچھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے کھانے میں مشغول تھا جیسے ہی آنحضرت اندر وارد ہوئے وہ کھڑا ہوا امام سے معانقہ کیا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا بوسہ لیا آپ کو بٹھایا انگور کا گچھ کہ جو ہاتھ میں لیے ہوئے تھا وہ امام کو دیا اور کہا اے فرزند رسول خدا ان انگوروں سے اچھے بھی کہیں دیکھے ہیں امام نے جواب دیا اچھے انگور جنت میں ہیں، مامون نے کہا ان انگوروں کو کھایئے امام نے فرمایا مجھ معاف رکھو۔

مامون نے اصرار کیا اور کہا آپ کیوں نہیں کھارہے ہیں کیا آپ کو ہم پر شک ہے؟ یہ جملے کہے اور امام کے ہاتھ سے وہ انگور کا گچھ لے لیا اور کچھ انگور کے دانے اس میں سے توڑ کر کھا لیے اور پھر وہ امام کو دے دیا حضرت نے اس میں سے دو تین انگور کھائے اور باقی کو پھینک دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے مامون نے معلوم کیا کہاں جارہے ہیں؟ امام نے فرمایا: جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔
ابوصلت کہتا ہے: امام اپنے سر مبارک پر کچھ رکھے ہوئے باہر تشریف لائے میں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی، آپ اپنے بیت الشرف میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا گھر کے دروازے کو بند کردو اور پھر آپ اندر جاکر آرام فرمانے لگے، میں بھی گھر میں غم ورنجیدہ کھڑا ہوا تھا اچانک ایک خوبصورت کالے بالوں والے نوجوان کو دیکھا کہ جو ہو بہو بالکل امام رضا سے مشابہ تھا گھر میں وارد ہوا میں جلدی سے اس کے پاس گیا اور پوچھا؟ آپ کیسے گھر میں وارد ہوئے؟ جب کہ دروازہ بند ہے؟ اس نوجوان نے فرمایا جو ذات مجھے مدینہ سے چند لمحوں میں یہاں لاسکتی ہے وہ اندر بھی وارد کرسکتی ہے۔ میں نے معلوم کیا کہ آپ کون ہو؟ تو فرمایا میں خداوند عالم کی جانب سے مخلوق پر حجت ہوں، میرا نام محمد بن علی ہے پھر آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں تشریف لے گئے اور مجھے بھی اندر حجرے میں آنے کی دعوت دی، حضرت امام رضاؑ نے جیسے ہی ان کو دیکھا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور معانقہ فرمایا، سینے سے لگا لیا اپنے بیٹے کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا بوسہ لیا پھر دونوں نے خاموشی سے کچھ گفتگو کی۔

اس کے بعد حضرت امام رضا کے لبوں پر برف سے زیادہ سفید رنگ کے جھاگ نمودار ہوئے، امام محمد تقی نے اپنے لبوں کو حضرت کے لبوں پر رکھ دیا پھر حضرت کے سینے کے اندر سے ایک چڑیا کے مانند کوئی چیز نکلی اور پرواز کر گئی اس وقت حضرت امام رضا انتقال فرما گئے۔

حضرت امام محمد تقی نے مجھ سے فرمایا: اے ابوصلت اٹھو اور خزانہ میں سے پانی اور تختہ لے آؤ، میں نے عرض کی خزانہ میں نہ پانی موجود ہے اور نہ کوئی تختہ، امام نے فرمایا: جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں انجام دو، میں خزانہ میں گیا وہاں پر پانی اور تختہ دونوں کو پایا ان کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

میں نے چاہا کہ غسل دینے میں حضرت کی مدد کروں، آپ نے فرمایا میری مدد کرنے والے اور افراد موجود ہیں۔ حضرت امام محمد تقی نے آنحضرت کو غسل دیا پھر مجھ سے فرمایا خزانہ میں ایک جامہ دانی ہے اس میں کفن اور حنوط ہے اس کو لے آؤ، ابوصلت کا بیان ہے کہ میں خزانہ میں گیا وہاں پر جامہ دانی کو دیکھا جب کہ پہلے وہاں کوئی چیز نہیں تھی میں کفن و حنوط کو بھی لے آیا حضرت امام محمد تقی نے اپنے والد بزرگوار کو کفن پہنایا حنوط کیا اور آپ کے بدن شریف پر نماز جنازہ پڑھی پھر مجھے حکم دیا کہ ایک تابوت لے کر آؤ، میں نے عرض کی کہ جاتا ہوں کسی نجار سے کہتا ہوں کہ ایک تابوت بنائے، امام نے فرمایا خزانہ میں جاؤ میں وہاں گیا تابوت کو رکھا دیکھا کہ جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں اس کو اٹھا لایا آپ نے امام کے جنازے کو تابوت میں رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی کہ اچانک نماز کے دوران تابوت اپنی جگہ سے بلند ہوا حجرے کی چھت شگافتہ ہوئی اور تابوت وہاں سے آسمان کی طرف چلا گیا۔ میں نے عرض کی اے فرزند رسول خدا، مامون آئے گا اور مجھ سے جنازے کے بارے میں معلوم کرے گا۔ امام نے فرمایا خاموش رہو تابوت واپس آ جائے گا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے ابوصلت اگر کوئی پیغمبر مشرق میں انتقال کر جائے اور ان کا وصی مغرب میں دنیا سے رخصت ہو تو بھی خداوند عالم ان کے بدنوں اور روحوں کو ایک جگہ جمع فرما دے گا۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ امام کی فرمائش ابھی تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ حجرے کی چھت دوبارہ کھلی اور تابوت واپس آ گیا امام محمد تقی نے جنازے کو تابوت سے باہر نکالا اور آپ کے بستر پر زمین میں لٹا دیا بلکل ایسے کہ گویا ابھی ابھی امام کا انتقال ہوا ہے اور آپ کو غسل وکفن نہیں دیا گیا، پھر مجھ سے فرمایا اب تم اٹھو دروازے کو کھولو۔ ابوصلت کا بیان ہے جب میں نے دروازے کو کھولا تو مامون اور اس کے سپاہی و غلام روتے پیٹتے ہوئے گھر میں وارد ہوئے اپنے گریبانوں کو چاک کیے ہوئے تھے اپنا سر و سینہ پیٹ رہے تھے اور مامون یاسیداہ فجعت بك یا سیداہ اے میرے سید و سردار آپ کی موت سے میں بے چارہ ہوگیا'' کہہ کہہ کر چیخ رہا تھا۔ اس کے بعد امام کے بدن مبارک کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوگئے، اس نے حکم دیا کہ حضرت امام رضا کے لیے قبر کھودی جائے۔ ابوصلت کہتا ہے میں وہیں حاضر تھا اور جو کچھ امام نے فرمایا تھا وہی سب کچھ رونما ہوا جس وقت مامون نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا امام رضا مرنے کے بعد بھی اپنی زندگی کی طرح خوارق عادت معجزات رکھتے ہیں۔ مامون کے ایک طرفدار نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ اس واقعہ کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بنی عباس کی حکومت وخلافت کثرت وطولانی مدت اس مچھلیوں کی طرح ہے، مامون نے اس تفسیر کی تائید میں کہا کہ ہاں تم سچ کہہ رہے ہو۔

ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا کے حکم کے مطابق عمل کیا اور وہ کلمات کہ جن کی مجھ کو تعلیم دی تھی میں نے قبر میں پانی ظاہر ہوتے وقت پڑھے۔ جس وقت مامون حضرت امام رضا کے دفن سے فارغ ہوا، اس نے کہا کہ وہ کلمات مجھ کو بھی تعلیم دو میں نے کہا کہ میں ان کلمات کو اسی وقت بھول گیا اور واقعا میں ان کو پڑھنے کے بعد بھول گیا تھا۔ مامون اس بات سے بہت غصہ ہوا اور حکم دیا کہ مجھ کو زندان میں ڈالدیا جائے، میں نے ایک سال بہت سختی و مشکلات کے ساتھ زندان میں گذارا، یہاں تک کہ میری حالت بہت خراب ہوگئی میں نے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کی پروردگارا تجھے محمد وآل محمد کا واسطہ میری مشکل آسان کردے اور مجھ کو اس زندان سے رہا فرما۔

ابوصلت کہتا ہے کہ ابھی میری دعا تمام نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت امام محمد تقی میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: کیا خستہ ہو گئے ہو؟ ابوصلت نے کہا ہاں خدا کی قسم، آپ نے فرمایا اٹھو اور اسی طرح مجھ کو زندان سے باہر لے آئے جب کہ نگہبان اور زندان کی سپاہی مجھے دیکھ رہے تھے لیکن کسی میں کچھ کہنے یا ہم کو روکنے کی جرئت نہیں تھی۔ جس وقت حضرت امام محمد تقی نے مجھ کو زندان سے آزاد کیا مجھ سے فرمایا تم جاؤ کہ تم خداوند متعال کی پناہ میں ہو اس کے بعد نہ تم مامون کو دیکھو گے اور نہ وہ تمہیں دیکھ پائے گا۔ ابوصلت کا بیان ہے کہ میں نے اس کے بعد سے کبھی مامون کو نہیں دیکھا۔(۱)

روایت ہرثمہ ابن اعین:

هرثمة بن اعين ، و كان من خدام الخليفة عبدالله المامون ، الا انه كان محبا لاهل البيت الغاية و يعد نفسه من شيعتهم و كان قائما بخدمة الرضا و جمع مصالحه مؤثراً لذالك على جميع اصحابه مع تقدمه عند المامون و قربه منه ۔ قال طلبنى سيد ابو الحسن الرضا فى يوم من الايام ۔

فقال لى يا هرثمة مطلعك على امر يكون سراً عند ك لا تظهره لاحد مدة حياتى ، فان اظهرته حال حياتى كنت خصيما لك عندالله فحلفت له انى لا اتفوه بما يقوله لى مدة حياته ۔

فقال لى : اعلم يا هرثمة انه قد دنى رحيلى و لحوقى بجدى و آبائى و قد بلغ الكتاب اجله وانى اطعم عنبا و رمانا مفتونا ، فاموت و يقصد الخليفة ان يجعل قبرى خلف قبر ابيه الرشيد و ان الله لايقدره على ذالك۔

---

(۱) اثبات الوصیۃ، ص ۱۸۱-۱۸۲۔ شواہد النبوۃ، ص ۳۸۹-۳۹۲۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۴۹-۵۲۔ تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۸-۹۱۔

وان الارض تشتد عليهم فلا تعمل فيها المعاول ولا يستطيعون حفرها ـ فاعلم يا هرثمة ، انما مدفنى فى الجهة الفلانية من الحد الفلانى بموضع عينه له عنده ، فاذا انامت و جهزت فاعلمه بجميع ما قلته لك ليكونوا على بصيرة من امرى و قل له : ان اوضعت فى نعشى وارادوا الصلاة على فلا يصلى على وليتيان بى قليلا ، فانه ياتيكم رجل عربى متلثم على ناقة له مسرع من جهة الصحراء عليه وعثاالسفر ، فينيخ راحلته و ينزل عنها فيصلى على و صلوا معه على ، فاذا فرغتم من الصلاة على وحملتونى الى مدفنى الذى عينته لك ، فاحفر شيأ يسيرا من وجه الارض تجد قبرا مطبقا معمورا فى قعره ماء ابيض اذا كشف عنه الطبقات تضب الماء فهذا مدفنى فادفنونى فيه ـ الله الله يا هرثمة ان تخبر بهذا او بشئ منه قبل موتى ـ قال هرثمة فوالله ماطالت ايامه حتى اكل الرضا عند الخليفة عنبا ورمانا مفتونا فمات۔۔۔(الى ان قال)

قال هرثمة : فدخلت على عبدالله المامون لما رفع اليه موت ابى الحسن الرضا فوجدت المنديل فى يده وهو يبكى عليه فقلت : يا اميرالمؤمنين ! ثم كلام أ تاذن لى ان اقوله لك؟

قال : قل، قلت: ان الرضا اسرالى فى حياته بامر و عاهدنى ان لا ابوح به لاحد الالك عند موته ـ و قصصت عليه القصة التى قالها من اولها الى آخرها ، وهو متعجب من ذالك ، ثم امر بتجهيزه و خرجنا بجنازته الى المصلى و تانينا بالصلاة عليه قليلا ، فاذا بالرجل قد اقبل على بعير من جهة الصحراء كما قال و نزل و لم يكلم احداً فصلى عليه الناس معه و امر الخليفة بطلب الرجل فلم يرو اله اثر و لا بعيره۔

ثم ان الخليفة قال: نحفر له من خلف الرشيد ، فقلت له : يا اميرالمؤمنين! ألم نخبرك بمقالته ؟ قال نريد ننظر الى ماقاله لك۔

فعجز الحافرون فکانت الارض اصلب من الصخر الصوان و عجزوا عن حفرها و تعجب الحاضرون من ذالک۔ وتبین للمامون صدق ما قلته له عنه ، فقال : ارنی الموضع الذی اشار الیه فجئت بهم الیه فما کان الا ان کشف التراب عن وجه الارض فظهرت الاطباق فرفعنا ها فظهر من تحتها قبر معمول و اذا فی قعره ماء ابیض و علمت الخلیفة فحفروا قبره علی الصفة التی ذکرتها له اشرف علیه المامون وابصره ، ثم ان ذالک الماء تشف من وقته فوارینا و رددنا فیه الاطباق علی حالها و التراب ولم یزل الخلیفة المامون یتعجب بما رأی و مما سمعه منی ویتأسف علیه و یندم و کلما خلوت فی خدمته یقول لی : یاهرثمة ! کیف قال لک ابوالحسن الرضا ؟ فاعیدعلیه الحدیث فیتلهف و یتاسف و یقول : انالله و انا الیه راجعون۔(۱)

جس وقت مامون اپنی بیماری کی وجہ سے نماز تک پڑھنے سے مجبور ہوگیا اس وقت اس نے حضرت امام رضا سے خواہش کی کہ حضرت نماز جماعت پڑھائیں حضرت سفید عمامہ ایک سفید اور چھوٹا کرتا زیب تن کر کے اور ہاتھ میں ایک عصا لے کر نماز کے لیے روانہ ہوئے دوران راہ آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ ’’السلام علی ابوی ابراهیم و اسماعیل ، السلام علی ابوی محمد و علی ، السلام علی عباد الله الصالحین‘‘

سلام ہو میرے دونوں باپ ابراہیم واسماعیل پر اور سلام ہو میرے دونوں والد ماجد محمد وعلی پر اور سلام ہو تمام نیک خدا کے بندوں پر۔

---

(۱) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول،ص۳۰۰-۳۰۲۔الفصول المہمہ فی معرفۃ احوال الائمہ،ص۲۵۰۔ الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ،ج۱،ص۲۶۲۔نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار،ص۲۴۴۔الانوار القدسیہ،ص۳۹۔مفتاح النجا فی مناقب آل عبا،ص۸۲۔

اس وقت امام کے چاروں طرف لوگوں کی بھیڑ ہوگئی اور وہ آپ کے دست مبارک کے بوسے لے رہے تھے اور آپ کا بہت زیادہ احترام و تعظیم کر رہے تھے۔ یہ خبر مامون تک پہنچی کہ اگر یہ حالت اسی طرح باقی رہی تو خلافت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی، اس وقت خود شخصا میدان میں وارد ہوا اور بہت جلدی اپنے آپ کو امام تک پہنچا دیا اور حضرت کو نماز جماعت سے پڑھانے سے انکار کر دیا اس واقعہ کے بعد امام نے اپنا مہم راز ہرثمہ بن اعین سے بیان کیا کہ جو مامون کا خادم تھا اور اہل بیت کا چاہنے والا محبّ تھا۔ ہرثمہ کا بیان ہے ایک روز میرے سید و سردار ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا نے مجھ کو طلب کیا اور فرمایا: اے ہرثمہ میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو ایک ایسی بات کی خبر دوں کہ جو صرف تجھ ہی تک محفوظ رہے جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان نہ کرنا اگر تو نے کسی سے یہ راز فاش کر دیا تو میں خدا کے حضور تیرا دشمن ہوں گا، ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ زندہ ہیں میں اس راز کو کسی پر بھی آشکار نہیں کروں گا اور کسی سامنے بھی زبان نہیں کھولوں گا۔

امام نے فرمایا: اے ہرثمہ میرا سفر آخرت اور میرے جد بزرگوار و آباء واجداد طاہرین سے ملاقات کا وقت نزدیک آ گیا ہے، مجھ کو زہریلے انگور و انار کھلا کر شہید کیا جائے گا، خلیفہ چاہے گا کہ میری قبر ہارون الرشید کے پیچھے کھدوائے لیکن اس کام سے خدا راضی نہیں ہوگا اور زمین کو اجازت نہیں ہوگی مامون یہ کام کرے اور جتنی بھی کوشش کی جائے گی ناکام رہیں گے۔

اے ہرثمہ میرا مدفن فلاں جگہ پر ہے پس میری وفات اور تجہیز و تکفین کے بعد مامون کو اس بات سے باخبر کر دینا اور اس کو اچھی طرح آگاہ کر دینا تاکہ مجھ کو خوب پہچان جائے اور اس سے کہنا کہ جب مجھ کو تابوت میں رکھ کر نماز کے لیے آمادہ ہوں تو تھوڑا سا صبر کرنا اس وقت ایک عرب کہ جس کو کوئی نہیں جانتا ہوگا چہرے پر نقاب ڈالے بہت جلدی سے جنگل کی طرف سے آئے گا اپنی سواری کو بٹھائے گا نیچے اترے گا اور میرے جنازے پر نماز پڑھے گا تم سب اس کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا اس کے بعد مجھے اس مقام پر دفن کرنا کہ جو میں نے معین کیا ہے۔

وہاں سے جیسے ہی تھوڑی سی مٹی اٹھاؤ گے ایک قبر آمادہ نظر آئے گی کہ جس میں صاف وشفاف پانی بھرا ہوا ہوگا اگر اس پر سے ڈھکے ہوئے پتھر کو اٹھاؤ گے تو پانی اور جوش میں آئے گا یہی میرے دفن کی جگہ ہے یہیں مجھے دفن کرنا۔اے ہرثمہ اس خبر کو میری زندگی میں کسی سے نہ کہنا ورنہ تمہیں خدا سمجھے!

ہرثمہ کہتا ہے کچھ عرصہ کے بعد یہ تمام واقعات رونما ہوئے حضرت امام رضا خلیفہ کے دربار میں انگور وانار تناول فرما کر مسموم ہو گئے اور شہید ہو گئے۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا کی فرمائش کے مطابق آپ کی شہادت کے بعد غسل وکفن ودفن کے متعلق مامون سے بیان کرنے کے لیے دربار میں وارد ہوا، دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ رومال لیے ہوئے امام رضا کے فراق میں گریہ کر رہا ہے میں نے اس سے کہا: اے خلیفہ اجازت ہے کہ میں آپ سے ایک بہت مہم مطلب امام رضا کے بارے میں بیان کروں، مامون نے کہا: کہ کہیے تب میں نے اس کہا: کہ حضرت امام رضا نے اپنی زندگی میں ایک راز مجھ سے بیان فرمایا اور مجھ سے عہد لیا کہ جب تک وہ زندہ ہیں کسی سے نہ کہوں اور ان کے انتقال کے بعد آپ سے بیان کروں لہذا میں وہ راز بیان کرنا چاہتا ہوں، اور پھر میں نے تمام قصہ مامون سے بیان کر دیا جب مامون نے یہ راز سنا تو بہت تعجب کیا پھر حضرت کے جنازے کو غسل وکفن کے لیے حکم دیا پھر اس کے بعد ہم سب حضرت کے جنازے پر نماز پڑھنے کے لیے آمادہ ہوئے اسی وقت ایک اجنبی شخص کو آتے دیکھا کہ جو جنگل کی طرف سے بہت تیزی کے ساتھ ہماری طرف آرہا ہے اور اس نے کسی سے کوئی گفتگو کیے بغیر امام کے جنازے کی نماز پڑھائی ہم سب نے اس کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی، نماز کے بعد مامون نے حکم دیا کہ اس شخص کو لے کر دربار میں آؤ لیکن اس شخص کا کوئی نام ونشان نہ مل سکا اور اس کی سواری بھی نظر نہ آئی، پھر مامون نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے حضرت کے لیے قبر کھودی جائے ہرثمہ نے خلیفہ سے کہا کہ کیا میں نے حضرت امام رضا کے راز کے بارے میں نہیں بتایا ہے؟

مامون نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں کہ کیا وہ باتیں ساری صحیح ہیں یا نہیں۔

قبر کھودنے کا حکم پا کر قبر کھودنے والے اپنے کام میں مشغول ہو گئے لیکن اسی جگہ پر ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا کہ جس کو توڑنے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی گئی لیکن ناکام رہے لہذا حضرت امام رضا کی فرمائش پر تمام حاضرین اور مامون سب کو بہت حیرت ہوئی اور پھر مامون نے حضرت امام رضا کی فرمائش پر یقین کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ وہ جگہ کہ جو امام رضا نے مجھ سے بتائی ہے وہ کہاں ہے میں نے وہ مقام مامون کو دکھایا اور پھر وہاں سے تھوڑی سی ہی مٹی اٹھائی کہ وہاں پر ایک آمادہ قبر نظر آئی اور بالکل جو علامات حضرت امام رضا نے مجھ سے فرمائے تھے سب کچھ نمودار ہوئے۔

جب مامون نے یہ حالت دیکھی تو بہت تعجب کیا پھر اچانک قبر میں بھرا ہوا پانی خشک ہو گیا ہم نے امام کے جنازے کو قبر میں رکھ دیا اور حضرت کو دفنا دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے بہت افسوس اور تعجب کیا پھر جب کبھی بھی مجھے دیکھتا اور ہم تنہا ہوتے تو مجھ سے کہتا کہ ہرثمہ امام رضا نے تم سے کیا کہا تھا اور میں اس کے جواب میں ساری داستان سنا دیتا تو وقت اس کا تعجب و حیرت اور زیادہ ہوتی اور زبان پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" جاری کرتا۔

محمد بن طلحہ شافعی کا کلام

وہ اس داستان کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

فانظر الی هذه المنقبة العظيمة و الكرامة البالغة التي تنطق بعناية الله عز و جل، و ازلاف مكانته عنده۔(۱)

اس عظیم فضیلت و باکمال کرامت کو دیکھیے کہ جو حضرت امام رضا کو خداوند عالم نے عطا فرمائی ہے کہ جو آپ کے خداوند عالم سے قربت پر دلیل ہے۔

---

(۱) مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، ص ۳۰۲۔

حضرت امام علی رضا کی عظمت کے متعلق بہترین نکتہ

یہ مسلم ہے کہ حضرت امام علی رضا طوس کی طرف با اجبار ہجرت کے بعد دو یا تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے اور آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ مدینہ میں گذرا جب کہ اگر غور کیا جائے تو آپ کی ہجرت کے بعد کی کرامات ہجرت سے پہلے سے اگر زیادہ نہ ہوں تو کم بھی نہیں ہیں اس لیے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ہجرت سے پہلے کے معجزات و کرامات ۱۳ عدد ہیں جب کہ ہجرت کے بعد کے معجزات و کرمات ۱۴ عدد ہیں کہ جس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مامون نے حضرت کو مدینہ سے تحقیر اور آپ کی شخصیت کو کم کرنے کے لیے بلایا تھا لیکن ان معجزات و کرامات نے حضرت کی شخصیت و عظمت کو دو بالا کر دیا اس لیے کہ اولاً، یہ معجزات و کرامات ہجرت سے پہلے معجزات و کرامات سے زیادہ ہیں۔ ثانیاً، ہجرت کے بعد معجزات از لحاظ ولایت تکوینی زیادہ مہم و موثر ہیں۔

لہذا حضرت امام علی رضا کی ہجرت کے بعد معجزات کیفیت و کمیت کے اعتبار سے بہت عظیم اور آپ کے خراسان، ایران و ہند میں مشہور و مقبول ہونے کا سبب بنیں لیکن پھر یہی وجہ رہی کہ مامون نے اس مختصر سی مدت میں حضرت کو شہید کر دیا۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

ساتواں حصہ

زیارت

اس حصہ میں سب سے پہلے حضرت امام علی رضاؑ کے روضہ منورہ کی زیارت کی فضیلت حضرت رسول اکرم اور اہل بیت طاہرین کی زبانی بیان کی جائے گی، اس کے بعد اہل سنت کے علماء و بزرگوں کا حضرت کی قبر مطہر کی زیارت سے مشرف ہونا اور آپ سے توسل کرنا یا وہ واقعات کہ جو انہوں نے آپ کی زیارت کے متعلق دوسرے لوگوں اور عوام الناس سے نقل کیے ہیں اور پھر آخر میں حضرت کے روضہ مقدس کے گنبد و بارگاہ کی تاریخ یہ کہ حضرت امام علی رضا کا روضہ، گنبد اور بارگاہ ابتدائی دور سے آج تک کس کس کیفیت میں گذرا بیان ہوگا۔

زیارت کی فضیلت

روضہ مبارکہ حضرت امام علی رضاؑ کی زیارت، اور اس کے متعلق پیغمبر اکرمؐ و اہل بیتؑ کی روایات میں تاکید، خصوصاً اہل سنت کی کتابوں میں آپؑ کی قبر پاک کی زیارت کے سلسلے میں معصومینؑ کی سفارشات آنحضرتؑ کی بلندی مقام کی نشاندہی اور آپؑ کے پاک مرقد کی زیارت کے سنت ہونے کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہیں جبکہ افسوس ان روایات سے چشم پوشی کی گئی ہے۔

اس حصہ میں حضرت پیغمبر اکرمؐ، امام موسیٰ کاظمؑ امام علی رضاؑ، امام محمد تقی اور امام علی نقی سے منقول گیارہ احادیث کی طرف کہ جو اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہیں اشارہ کیا جائے گا۔

پیغمبر اکرمؐ کی نگاہ میں

۱- حاکم نیشاپوری شافعی اپنی سند کے ساتھ حضرت امام رضاؑ سے روایت نقل کرتا ہے:

"روی عن الامام علی الرضا عن آبائه عن النبیؐ انه قال: ستدفن بضعة منی بخراسان، مازارها مکروب الانفس الله کربته ولا مذنب الا غفر الله ذنوبه" (۱)

حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: عنقریب میرے بدن کا ٹکڑا سرزمین خراسان میں دفن ہوگا، جو کوئی مشکلوں میں گرفتار شخص اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کی مشکلوں کو برطرف فرمائے گا اور جو کوئی گنہگار اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

۲- حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے، انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے، انہوں نے امیر المؤمنینؑ سے اور آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا:

"ستدفن بضعة منی بخراسان، لایزورها مؤمن الا اوجب الله له الجنة و حرم جسده علی النار"۔ (۲)

عنقریب میرے بدن کا ایک ٹکڑا سرزمین خراسان میں دفن ہوگا جو مؤمن بھی اس کی زیارت کو جائے گا خداوند عالم اس پر جنت کو واجب کردے گا اور اس کے بدن کو آتش دوزخ پر حرام کردے گا۔

---

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والائمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۱۹۰، ح ۴۶۷ بنقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔ قندوزی حنفی: ینابیع المودة لذوی القربی، ج ۲، ص ۳۴۱۔

(۲) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والائمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۱۸۸، ح ۴۶۴ بنقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

۳- عایشہ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:

''من زار ولدی بطوس فانما حج مرة ، قالت مرة ؟ فقال مرتین ، قالت : مرتین؟ فقال : ثلاث مرات۔ فسکتت عایشه ، فقال: ولو لم تسکتی لبلغت سبعین''۔(۱)

جو شخص میرے بیٹے کی طوس میں زیارت کرے گا گویا اس نے ایک حج انجام دیا، عایشہ نے کہا: ایک حج؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: دو حج، عایشہ نے کہا دو حج؟ آپؐ نے فرمایا: تین حج۔ عایشہ خاموش ہوگئیں، رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اگر خاموش نہ ہوتیں تو میں ستر حج تک بیان کر دیتا۔

اس روایت میں اگر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عایشہ کے لیے حضرت امام رضاؑ کی شخصیت اور طوس کا علاقہ اتنا مانوس اور مشخص و واضح تھا کہ کلمہ ''ولدی'' و ''طوس'' کے معنی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا بلکہ آپؑ کی زیارت کے ثواب کے بارے میں تعجب کیا۔ (۲)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی نگاہ میں

۴- حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی زبانی سنا کہ آپ نے فرمایا:

''من زار قبر ولدی علی کان له عند الله سبعین حجة ، ثم قال ورب حجة لاتقبل ۔ من زاره او بات عنده لیلة کان کمن زار اهل السموات و اذا کان یوم القیامة ، وجد معنا زوار آئمتنا اهل البیت واعلاهم درجة و اقربهم حیوة زوار ولدی علی''۔(۳)

---

(۱) قندوزی حنفی: ینابیع المودة لذوی القربی، ج ۲، ص ۳۴۱۔

(۲) البتہ ممکن ہے کہ رسول اکرمؐ سے سوال کیا ہو لیکن روایت کا اگلا حصہ حذف ہوگیا ہے یا راوی نے ذکر نہیں کیا ہے۔

(۳) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۱۹۴، ح ۴۷۱ نقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

جو شخص بھی میرے بیٹے علی کی قبر کی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کو ستر حج کا ثواب عطا کرے گا، پھر فرمایا اور نہ معلوم کتنے حج ہیں کہ جو قبول حق بھی نہیں ہوتے۔ جو شخص ان کی قبر کی زیارت کرے یا ایک رات ان کی قبر کے قریب گزارے وہ ایسے ہے گویا تمام اہل آسمان کی زیارت کی ہے اور جب قیامت کا دن برپا ہوگا ہم آئمہ اہل بیتؑ کے زائرین کو دیکھیں گے کہ وہ ہمارے اطراف میں ہیں لیکن میرے بیٹے علی کے زائر کا مرتبہ بلندتر اور حیات معنوی کے لحاظ سے نزدیک تر ہوگا۔

حضرت امام علی رضاؑ کی نگاہ میں

۵- جوینی شافعی اپنی اسناد کے ساتھ فضال سے روایت نقل کرتا ہے اس نے کہا:

"سمعت علی بن موسی الرضا علیه التحیة والثناء ۔ و جائه رجل فقال له : یا بن رسول الله رأیت رسول الله فی المنام کان یقول لی : کیف انتم اذا دفن فی ارضکم بضعتی و استحفظتم ودیعتی و غیب فی ثراکم لحمی ۔ فقال له الرضا: انا المدفون فی ارضکم وانا بضعة نبیکم وانا الودیعة و اللحم ، من زارنی وهو یعرف ما اوجب الله من حقی و طاعتی ، انا وآبائی شفعاؤه یوم القیامة ومن کنا شفعاؤه نجا، ولو علیه مثل وزر الثقلین الجن والانس"۔(۱)

حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ التحیۃ والثناء سے سنا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام سے عرض کی: اے فرزند رسول میں نے حالت خواب میں پیغمبر اکرمؐ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: آپ کی حالت کیا ہوگی جب میرے بدن کا ٹکڑا تمہاری سرزمین میں دفن ہوگا، میری امانت تمہارے سپرد کی جائے گی اور تمہاری مٹی میں میرے گوشت کا ٹکڑا غائب ہوگا؟۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین، ج ۲، ص ۱۹۱، ح ۴۶۸ بنقل از تاریخ نیشاپور۔ اور دیکھیے:- تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۶۔ وسیلة الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چهارده معصومؑ، ص ۲۲۳۔

امام رضاؑ نے جواب دیا: میں وہی شخص ہوں کہ جو تمہاری سرزمین میں دفن ہوگا اور میں تمہارے رسولؐ کے بدن کا ٹکڑا اور میں ہی وہ امانت اور گوشت کا ٹکڑا ہوں کہ جو شخص بھی خدا کی طرف سے واجب کردہ میری اطاعت اور میرے حق کی معرفت کے ساتھ میری زیارت کرے گا تو میں اور میرے آباء و اجداد روز قیامت اس شخص کی شفاعت کریں گے اور جس شخص کی ہم شفاعت کریں وہ یقیناً نجات پائے گا چاہے اس کے گناہ جن و انس کے گناہوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت امام رضاؑ مذکورہ واقعہ کی تائید میں حضرت پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل فرماتے ہیں:

"و لقد حدثنی ابی ، عن جدی ، عن ابیه ، عن آبائه ان رسول اللهؐ قال: من رآنی فی منامه فقد رآنی ، فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی و لا فی صورة احد من اوصیائی ، ان رؤیا الصادقة جزء من سبعین جزأ من النبوة"۔(۱)

حضرت امام رضاؑ نے اپنے اجداد طاہرینؑ سے اور انہوں نے حضرت رسول اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں: جو کوئی بھی مجھے خواب میں دیکھے اس نے واقعاً مجھے خواب میں دیکھا ہے چونکہ شیطان میری صورت میں اور میرے اوصیاء کی صورت میں نہیں آسکتا، سچا خواب، نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

اس روایت کی بنیاد پر تمام وہ خواب کہ جو اس قسم کے ہوں یعنی رسول اکرمؐ یا آپؐ کے کسی جانشین کو دیکھا ہو وہ حجیت رکھتے ہیں۔

۶- حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے حضرت امام علی بن موسی الرضاؑ نے فرمایا:

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۱، ح ۴۶۸۔

"انی مقتول مسموم مدفون بارض غربة ، اعلم ذالك بعهد عهده الی ابی عن ابيه عن آبائه عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللهؐ ، الافمن زارنی فی غربتی كنت اناو آبائی شفعاؤه يوم القيامة،ومن كنا شفعاؤه نجا و لو عليه مثل وزر الثقلين"۔(۱)

میں زہر سے مقتول اور سرزمین غربت کا مدفون ہوں، میں اس عہد سے واقف ہوں کہ یہ مجھ سے میرے باپ نے اوران سے ان کے آباء واجداد نے، ان سے علیؑ ابن ابی طالبؑ نے اور آپؑ سے رسول اکرمؐ نے عہد کیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص بھی عالم غربت میں میری زیارت کرے گا میں اور میرے آباؤ اجداد اس کے شفیع ہوں گے اور جس کے ہم شفیع ہوں اس کی نجات یقینی ہے، چاہے اس کے گناہ جن وانس کے گناہوں کے برابر ہوں۔

جوینی نے اس روایت کو بہت زیادہ تعجب کے ساتھ اس طرح یاد کیا ہے:

"كرامة يا لها من كرامة باهرة! و بشارة لشفاعة الذنوب ماحية غافرة" ۔(۲) واہ! کیا کرامت ہے،نورانی کرامت اور بشارت ہے گناہوں کی بخشش وشفاعت اور خاتمے کے لیے۔

۷۔ حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا:

"من زارنی علی بعد داری أتيته يوم القيامة فی ثلاثة مواطن حتی اخلصه من اهوالها : اذا تطايرت الكتب يمينا و شمالا ، و عند الصراط و عند الميزان"۔(۳)

جو شخص عالم غربت میں میری زیارت کے لیے آئے گا میں روز قیامت تین مقامات پر اس کی فریادرسی کو پہنچوں گا: اس وقت کہ جب نامہ اعمال داہنے و بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، پل صراط سے گذرتے وقت اور جب اعمال تولے جائیں گے۔

---

(۱) و(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲،ص ۱۹۲، ح ۴۶۹۔

(۳) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲،ص ۱۹۵، ح ۴۷۲۔

۸-اسی طرح حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام رضا کے خادم یاسر سے روایت نقل کی ہے، امام رضا نے فرمایا:

''لاتشد الرحال الی شیء من القبور الا الی قبورنا، الا و انی مقتول بالسم ظلماً و مدفون فی موضع غربة ، فمن شد رحله الی زیارتی استجیب دعائه و غفرذنوبه''۔(۱)

ہم اہل بیت کی قبروں کی زیارت کے علاوہ کسی کی بھی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنا صحیح نہیں ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ میں زہر سے قتل کیا جاؤں گا اور عالم غربت میں دفن کیا جاؤں گا، پس جو بھی میری زیارت کے لیے رخت سفر باندھے گا اس کی دعا مستجاب ہوگی اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۹-محمد خواجہ پارسای بخاری حنفی کہتا ہے کہ جس وقت مامون عباسی نے دھمکی کے ساتھ امام رضا کو ولایت عہدی کے قبول کرنے پر مجبور کیا تب امام رضا نے مامون سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''والله ! لقد حدثنی ابی عن آبائه عن رسول اللهؐ : انی اخرج من الدنیا قبلك مظلوماً ، تبکی علیّ ملائکة السماء و الارض، و ادفن فی الارض الغربة''۔(۲)

خدا کی قسم! میرے والد بزرگوار نے اپنے آباء و اجداد سے انہوں نے رسول خداؐ سے نقل فرمایا ہے کہ میں تجھ سے پہلے اس دنیا سے مظلومیت کے عالم میں رخصت ہو جاؤں گا، آسمان و زمین کے فرشتے مجھ پر گریہ کناں ہوں گے اور سرزمین غربت میں دفن کیا جاؤں گا۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۸، ح ۴۹۲۔

(۲) ینابیع المودة لذوی القربیٰ، ج ۳، ص ۱۶۷ بنقل از فصل الخطاب لوصل الاحباب۔

حضرت امام محمد تقیؑ کی نگاہ میں

۱۰- حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام محمد تقیؑ نے فرمایا: "من زار قبر ابی غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تأخر ، و اذا کان یوم القیامة ینصب لہ منبرا بحذاء منبر رسول اللهؐ حتی یفرغ الله من حساب عبادہ"۔(۱)

جو شخص بھی میرے والد گرامی کی قبر اطہر کی زیارت کرے خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دے گا اور جب قیامت کا دن طلوع ہوگا تو اس کا مقام رسول خداؐ کے منبر کے سامنے ہوگا یہاں تک کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کے حساب سے فارغ ہو جائے۔

حضرت امام علی نقیؑ کی نگاہ میں

۱۱- حاکم نیشاپوری شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ صقر بن دلف سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے امام علی نقیؑ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: "من کانت لہ الی اللہ حاجة فلیزر قبر جدی الرضا بطوس ، و ھو علی غسل ولیصل عند رأسہ رکعتین و یسأل اللہ تعالی حاجتہ فی قنوتہ ، فانہ یستجاب لہ ما لم یسألہ فی مأثم اوقطیعةرحم، و ان موضع قبرہ لبقعةمن بقاع الجنة، لا یزورھامؤمن الا اعتقہ اللہ من النار و ادخلہ القرار"۔(۲)

جس شخص کو کوئی حاجت پیش آئے وہ طوس میں میرے جد بزرگوار حضرت امام رضاؑ کی قبر کی زیارت کرے، اس حال میں کہ غسل کئے ہوئے ہو، آپ کے سرہانے دو رکعت نماز بجالائے اور نماز کے قنوت میں پروردگار سے اپنی حاجت طلب کرے۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم ، ج ۲،ص ۱۹۵، ح ۴۷۳۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم ، ج ۲،ص ۱۹۳، ح ۴۷۰۔

وہ دعاؤں کے مستجاب ہونے کا مقام ہے بشرطیکہ اس کی دعا قطع رحم یا گناہ کے سلسلے میں نہ ہو، جس مکان میں امام رضاؑ مدفون ہیں وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس مقام کی جو مؤمن بھی زیارت کرے گا خداوند عالم اس کو جہنم سے آزاد کرے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

مشہد الرضا

ایک بات کہ جس کی طرف بہت کم توجہ ہوئی ہے جب کہ اس کو بیان کرنے کی بہت زیادہ ضرورت تھی وہ ہے حضرت امام علی رضا کی بارگاہ اور آپ کے روضہ منورہ کے گنبد کی تاریخ نیز آپ کے روضہ مبارکہ پر تیسری صدی ہجری سے آج تک امت اسلامی کے عوام وخواص خصوصاً اہل سنت کی توجہ کا مرکز بنا رہنا اور تمام مسلمان دور و نزدیک سے کسی بھی فرقہ و مذہب سے تعلق رکھتے ہوں آپ کی زیارت اور قدم بوسی کے لیے آپ کے مرقد مطہر کی جانب سیل کی طرح رواں دواں رہنا پھر آپ کے روضہ کی زیارت کے ساتھ ساتھ، آپ سے توسل، مریضوں کے لیے شفا طلبی، مشکلوں کی برطرفی اور آپؑ کے روضہ منورہ سے متبرک ہونا جیسا کہ مورخین ومحدثین نے اپنی اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے۔

یہ بیانات اس مسئلہ کو بھی روز روشن کی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ اہل بیت علیہم السلام کی قبور کی زیارت ایک تاکید شدہ سنت نبوی ہے کہ جو وہابیت کے بے بنیاد توہمات پر خط بطلان کھینچتا ہے۔

علماء و عوام اہل سنت کا مشہد الرضا کی زیارت سے مشرف ہونا

حضرت امام علی رضاؑ اپنی بابرکت زندگی میں بہت زیادہ فضائل و کرامات رکھتے تھے کہ جن میں نقطہ اوج و کمال وہ وقت ہے کہ جب آپ نیشاپور میں وارد ہوئے اور آپ کی قدم بوسی کے لیے اس علاقے کے علماء اور اہل سنت آپ کے مرکب وسواری کی خاک پا سے متبرک ہوئے۔

لیکن یہ کرامات و برکات فقط آپ کی نورانی زندگی ہی سے مخصوص نہ تھیں بلکہ شہادت کے بعد بھی علماء اہل سنت کی تصریح کے مطابق حضرت امام رضاؑ کی قبر مبارک اسی تیسری، چوتھی صدی سے آج تک علماء اہل سنت کے توسل و زیارت کا مقام رہا ہے اور تمام لوگ اس روضہ مبارکہ سے شفا حاصل کرتے ہیں، انہیں کے بیانات کے مطابق لوگوں کی زیارت و توسلات میں ہر سال اضافہ ہوتا جارہا ہے گویا کہ جو روایات حضرت پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام کی جانب سے حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کی زیارت، اور آپ کی مظلومیت وغربت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، سبب قرار پائیں کہ آپؑ کے مرقد مطہر کی طرف لوگوں کا سیل رواں ہو اور رسول اکرمؐ کے جگر گوشہ اور پارہ تن کے خصوصی احترام کا سبب بنے۔

چوتھی صدی

۱۔ابوبکر بن خزیمہ شافعی (۱) (۳۱۱ھ) اور ابو علی ثقفی شافعی (۲) (۳۲۸ھ)۔

حاکم نیشاپوری شافعی کا بیان ہے: "سمعت محمد بن المؤمل بن حسن بن عیسی یقول : خرجنا مع امام اهل الحدیث ابی بکر بن خزیمة و عدیله ابی علی الثقفی مع جماعة من مشایخنا ، وهم اذذالک متوافرون الی زیارة قبر علی بن موسی الرضا بطوس ،

---

(۱) ابن خزیمہ، اہل سنت کے نزدیک ایک خاص اہمیت و مقام رکھتا ہے اس طرح کہ اس کو "شیخ الاسلام، امام الامۃ، حافظ، حجۃ، فقیہ، بے نظیر اور سنت رسول کو زندہ کرنے والا جیسے القاب والفاظ سے نوازا جاتا ہے۔ اور علم، حدیث، فقہ و اتقان میں اس کی مثالیں دی جاتی ہیں (ذہبی شافعی: سیر اعلام البلاء، ج ۱۴، ص ۳۶۵-۳۷۷)۔

(۲) ابو علی ثقفیؒ کو 'امام، محدث، فقیہ، علامہ، شیخ خراسان، خراسان میں مدرس فقہ شافعی، اپنے زمانے میں مخلوق پر اللہ کی حجت جیسے الفاظ والقاب سے یاد کیا جاتا ہے کہ جو اس کی عظمت واہمیت پر دلالت کرتا ہے (ذہبی شافعی: سیر اعلام البلاء، ج ۱۴، ص ۲۸۰-۳۸۲)۔

قال : فرأیت من تعظیمه (ابن خزیمه) لتلك البقعة و تواضعه لها و تضرعه عندها ما تحیرنا"۔(۱)

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن مؤمل سے سنا وہ کہتا ہے کہ ہم ایک روز اہل حدیث کے امام و رہبر ابوبکر بن خزیمہ و ابوعلی ثقفی اور دیگر اپنے اساتید و بزرگوں کے ہمراہ حضرت امام علی رضاؑ کے مرقد مبارک پر زیارت کے لیے گئے، وہ لوگ شہر طوس میں آپؑ کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جاتے تھے۔

محمد بن مؤمل کا بیان ہے کہ ابن خزیمہ کا حضرت رضاؑ کی قبر مبارک پر گریہ وزاری اور توسل و احترام وتواضع اس قدر زیادہ تھا کہ ہم سب لوگ تعجب وحیرت میں پڑے ہوئے تھے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز راوی کا یہ جملہ ہے کہ جو مذکورہ روایت کا تسلسل ہے لیکن افسوس کہ بہت سے مورخین ومحدثین نے اس کو نقل نہیں کیا، راوی کا بیان ہے:

"ذالك بمشهد من عدة من آل السلطان و آل شاذان ابن نعیم و آل الشنقشین و بحضرة جماعة من العلویة من اهل نیسابور و هرات و طوس و سرخس، فدوّنوا شمائل ابی بکر محمد بن اسحاق عند الزیارة و فرحوا و تصدقوا شکراً لله علی ما ظهر من امام العلماء عند ذالك الامام و المشهد و قالوا باجمعهم : لو لم یعلم هذا الامام انه سنة و فضیلة لما فعل هذا۔"(۲)

راوی کہتا ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کے مرقد مطہر پر ابن خزیمہ کا یہ گریہ وزاری اور احترام و تواضع اور تعظیم، سلطان کے خاندان کے حضور اور خاندان شاذان وخاندان شنقشین نیز نیشاپور، ہرات و سرخس کے شیعوں وعلویوں کے سامنے انجام پایا اور سب نے ابن خزیمہ کی یہ حرکات وسکنات کو کہ جو اس نے حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ پر انجام دیں، دیکھا اور ثبت وضبط کیا۔

---

(۱) و (۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۱۹۸، ح ۴۷۷۔

ابن خزیمہ کی اس روش اور آنحضرتؑ کی قبر مطہر کی زیارت سے تمام افراد بہت خوش ہوئے نیز امام العلماء کی اس روش پر خوشی اور شکر خدا میں صدقات دیئے اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ اگر یہ کام (اہل بیتؑ کی قبروں کے سامنے گریہ وزاری، احترام وتواضع اور تعظیم) سنت نہ ہوتا اور فضیلت نہ رکھتا تو کبھی بھی ابن خزیمہ اس طرح انجام نہ دیتے۔

۲-ابن حبان بستی شافعی (۱) (۳۵۴ھ):۔

"علی بن موسی الرضا ابو الحسن من ساداة اهل البیت و عقلائهم و جلة الهاشمیین و نبلائهم، یجب ان یعتبر حدیثه اذا روی عنه ۔ ۔ ۔قد زرته (قبره) مرارا کثیرة وما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی موسی الرضا ،صلوات الله علی جده و علیه ، و دعوت الله ازالتها عنی الا استجیب لی ، زالت عنی تلك الشدة و هذا شیٔ جربته مرارا فوجدته کذالك ، اماتنا الله علی محبة المصطفی و اهل بیته"۔(۲)

---

(۱) ابن حبان بستی شافعی اہل سنت کے نزدیک ایک خاص اہمیت ومقام کا حامل ہے اس طرح کہ اس کو 'امام، علامہ، حافظ، شیخ خراسان، علم فقہ، لغت وحدیث کا ستون اور عقلاء رجال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (سمعانی شافعی: الانساب ج ۲، ص ۲۰۹۔ ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶، ص ۹۲۔ صفدی شافعی: الوافی بالوفیات، ج ۲، ص ۳۱۷۔ سبکی شافعی: الطبقات الشافعیۃ الکبری، ج ۳، ص ۱۳۱۔ ابن تغری حنفی: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر وقاہرہ، ج ۳، ص ۳۴۲) جب کہ یہ بات بھی واضح رہے کہ ابن حبان وہ شخص ہے کہ جس نے اپنی کتاب الثقات میں فرزند رسول خداؐ امام حسینؑ کے قاتل یزید بن معاویہ کو افراد ثقہ میں سے شمار کیا ہے! (ابن حبان بستی شافعی: الثقات، ج ۲، ص ۳۰۶) اور اسی شخص نے امیر المومنینؑ کے اصحاب کو اپنی کتاب المجروحین میں ضعفاء ومتروکین میں سے شمار کیا ہے (المجروحین، ج ۱، ص ۲۲۲، و ۲۶۷ و ۲۹۸۔ ج ۲، ص ۱۷۶)۔

(۲) ابن حبان بستی شافعی: کتاب الثقات، ج ۸، ص ۴۵۷۔

حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضا، اہل بیتؑ کے بزرگان وعقلاء اور ہاشمی خاندان کے بزرگوں اور شرفاء میں سے ہیں، جب ان سے کوئی روایت نقل ہوتو اس پر اعتبار کرنا واجب ہے۔۔۔ میں نے کئی مرتبہ ان کی قبر مطہر کی زیارت کی ہے۔ اور شہر طوس میں میرے قیام کے دوران جب کبھی بھی مجھ پر کوئی مشکل پڑی تو میں نے حضرت علی بن موسی رضا- آپ اور آپ کے جد بزرگوار پر خدا کا درود وسلام ہو- کی قبر پاک کی زیارت کی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی مشکل کے حل کے لیے دعا مانگی تو میری دعا مستجاب ہوگئی اور وہ مشکل حل ہوگئی، یہ تجربہ میں نے وہاں پر کئی مرتبہ کیا اور ہر مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ خداوند عالم ہمیں محبت رسولؐ وآل رسولؐ پر موت عطا کرے۔

۳-محمد بن علی بن سہل شافعی (۱) (۴۰۵ھ):

حاکم رقمطراز ہے: "سمعت ابا الحسن محمد بن علی بن سهل الفقیه یقول: ما عرض لی مهم من امر الدین والدنیا، فقصدت قبر الرضا لتلك الحاجة، ودعوت عند القبر الا قضیت لی تلك الحاجة، وفرج الله عنی ذالك المهم۔۔۔ وقد صارت الی هذه العادة ان اخرج الی ذالك المشهد فی جمیع ما یعرض لی، فانه عندی مجرب"۔(۲)

میں نے ابوالحسن محمد بن علی بن سہل فقیہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ مجھ کو جب کبھی بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیش آئی میں نے اس حاجت کی طلب کے لیے حضرت علی رضاؑ کی قبر مطہر کا ارادہ کیا اور آپؑ کی قبر کے قریب جا کر دعا کی وہ حاجت برآئی اور خداوند عالم نے میری وہ مہم ومشکل آسان کردی۔۔۔

---

(۱) محمد بن علی بن سہل، شافعی مذہب کے بزرگوں میں سے ہے اس کی شخصیت کے بارے میں ذہبی شافعی نے اس طرح تحریر کیا ہے "العلامه، شیخ الشافعیة ۔۔۔ وهو من اصحاب الوجوه" یہی ذہبی، حاکم نیشاپوری شافعی سے محمد بن علی بن سہل شافعی کے بارے میں اس طرح نقل کرتا ہے: "کان اعرب الاصحاب بالمذهب و ترتیبه" وہ مذہب اور اس کی ترتیب میں تمام علماء سے زیادہ عقلمند شخص ہے۔ دیکھیے: -ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج۱۶، ص ۴۴۶-۴۴۷۔ (۲) فرائد السمطین، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۴۹۶ بنقل از تاریخ نیشاپور۔

یہ میری عادت بن چکی تھی کہ میں ہر مشکل مسئلہ میں آپ کی زیارت کے لیے جاتا اور حاجت طلب کرتا اور یہ چیز میرے نزدیک تجربہ شدہ ہے۔

پانچوی صدی

۴-حاکم نیشاپوری شافعی (۱) (۴۰۵ھ)۔

”وقد عرفنی الله من کرامات التربة خیر کرامة ، منها : انی کنت متقرساً لا اتحرك الا بجهد فخرجت وزرت و انصرفت الی نوقان بخفین من کرابیس ، فاصبحت من الغد بنوقان و قد ذهب ذالك الوجع وا نصرفت سالما الی نیسابور“۔(۲)

خداوند عالم نے مجھے اس تربت اقدس اور قبر مطہر کی کئی کرامات دکھائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب میں جوڑوں کی خشکی و درد میں مبتلا ہوا اور بڑی مشکل سے چلتا پھرتا تھا تو گھر سے باہر آیا اور حضرتؑ کی قبر پاک کی زیارت کے لیے کرابیس کے جوتے پہن کر پاپیادہ نوقان پہنچا، زیارت سے مشرف ہوا، رات وہیں گذاری صبح نمودار ہوئی تو میرا تمام درد ختم ہو چکا تھا اور میں صحیح وتندرست نیشاپور واپس آیا۔

حاکم نیشاپوری شافعی اپنے مذکوہ کلام کے ساتھ اہل سنت کے بزرگوں کے آنحضرتؑ کے دربار میں شفا پانے کو بطور شہادت پیش کرتا ہے اور ان کے اعترافات کا ذکر کرتا ہے کہ جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کریں گے۔

---

(۱) ذہبی شافعی اس کے بارے میں کہتا ہے”الامام ، الحافظ ، الناقد، العلامه ، شیخ المحدثین--- کان من بحور العلم“ سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷، ص ۱۶۳-۱۶۵۔ سبکی شافعی کا بیان ہے”کان اماما جلیلا و حافظا حفیلا ، اتفق علی امامته و جلالته و عظیم قدره“ الطبقات الشافعیة الکبری، ج ۴، ص ۱۵۶، نمبر ۳۲۸۔

(۲) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتهم، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۴۹۶۔

۵- ایک مصری مسافر بنام حمزہ:

حاکم نیشاپوری نے اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے:

''کنت بمرو الرود ، فلیقت بھا رجلاً من اھل مصر مجتازاً اسمه حمزه ، وقد ذکر انه خرج من مصر زائراً لمشھد الرضاؑ بطوس ، و (ذکر) انه لما دخل المشھد کان قرب غروب الشمس فزار (الامام) وصلی ولم یکن (فی) ذالك الیوم زائر غیره ، فلما صلی العتمة اراد خادم القبر ان یخرجه (أ) و یغلق علیه الباب ، فسأله ان یغلق علیه الباب و یدعه فی المسجد لیصلی فیه ، فانه جاء من بلد شاسع ، ولا یخرجه ، فانه لا حاجة له فی الخروج فترکه وغلق علیه الباب ، فانه کان یصلی وحده الی ان اعیا، فجلس و وضع رأسه علی رکبتیه لیستریح ساعة ، فلما رفع رأسه رأی فی الجدار مواجه وجهه رقعة علیھا ھذا البیتان:

من سره ان یری قبراً برؤیته	یفرج الله عمن زار(ه) کربة
فلیأت ذاالقبر ان الله اسکنه	سلالة من رسول الله منتجبه

قال: فقمت و اخذت فی الصلوة الی وقت السحر ، ثم جلست کجلستی الاولی و وضعت رأسی علی رکبتیه ، فلما رفعت رأسی لم أر علی الجدار شیاً ۔

و کان الذی رأه مکتوباً رطباً ، کانه کتب فی تلك الساعة ۔ قال فانفلق و فتح الباب و خرج ھناك ''۔(۱)

---

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمة من ذریتھم ، ج ۲، ص ۱۹۶، ح ۴۷۴ ، نقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

میں مرورود میں تھا کہ حمزہ نامی ایک مصری مسافر سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ وہ مصر سے حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ کی زیارت کے ارادے سے طوس میں آیا ہے اور کہا کہ جیسے ہی اس روضے میں وارد ہوا غروب آفتاب کا وقت قریب تھا، حضرتؑ کی قبر مطہر کی زیارت کی اور نماز پڑھی، اس روز اس کے علاوہ کوئی اور زائر نہ تھا، جب نماز عشاء سے فارغ ہوا تو خادم قبر نے چاہا کہ اس کو روضے سے باہر نکال دے یا اس کو روضے کے اندر ہی بند کر دے اس نے خادم سے چاہا کہ اس کو روضے کے اندر ہی بند کر دے اس کو باہر نہ نکالے چونکہ وہ دور سے آیا ہے اور اس کو باہر کوئی کام بھی نہیں ہے، پس خادم نے اس کو وہیں چھوڑ دیا اور روضے کو بند کر کے چلا گیا وہ بالا سر مسجد میں تنہا مشغول نماز رہا یہاں تک کہ تھک گیا اور اپنے سر کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر آرام کرنے لگا، جب سر کو اٹھایا تو اپنے سامنے کی دیوار پر ایک تحریر شدہ رقعہ دیکھا کہ جس پر مندرجہ ذیل دو شعر لکھے ہوئے تھے:

؎ من سره ان يرى قبراً برؤيته　　　يفرج الله عمن زار(ه) كربة

فليأت ذاالقبر ان الله اسكنه　　　سلالة من رسول الله منتجبه

(جو شخص اس قبر کی زیارت کرنے سے خوشحال ہوتا ہے خداوند عالم اس کی تمام پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے پس اس صاحب قبر کے پاس آؤ کہ اس کو خداوند متعال نے یہاں سکونت عطا کی ہے اور یہ اللہ کے رسول کا منتخب وسلالہ پاک ہے)۔

حمزہ مصری کا بیان ہے کہ میں کھڑا ہوا اور نماز میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ سحر ہو گئی اور میں پھر تھک گیا اپنے سر کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور بیٹھ گیا پھر جب میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو دیکھا کہ وہ تحریر شدہ رقعہ دیوار پر نہیں ہے۔ جبکہ وہ تحریر تازہ روشنائی سے لکھی ہوئی تھی گویا کہ اسی وقت کسی نے تحریر کی ہے۔ اس کا کہنا کہ صبح ہوئی دروازہ کھلا اور وہ باہر نکلا۔

۶۔ محمد بن قاسم شافعی:

جوینی شافعی نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن قاسم نیشاپوری سے نقل کیا ہے:

"سمعت الشیخ ابا الحسن محمد بن القاسم الفارسی بنیسابور قال: کنت (أنکر) علی من قصد المشهد بطوس للزیارة او اصررت علی هذا الانکار، فاتفق انی رأیت لیلة ،فیمایری النائم کانّی بطوس فی المشهد (و) رأیت رسول الله قائماً صندوق القبر یصلی فسمعت هاتفاً من فوق و (هو) ینشد و یقول:

من سره ان یری قبراً برؤیته   یفرج الله عمن زار(ه) کربة

فلیأت ذاالقبر ان الله اسکنه   سلالة من رسول الله منتجبه

و کان یشیر فی الخطاب الی رسول الله قال : فاستیقظت من نومی کانّی غریق فی العرق فنادیت غلامی بسرح دابتی فی الحال فرکبتها و قصدت الزیارة و تعودت فی کل سنة مرتین ، قلت اروی هذه الرویا و جمیع مرویات السلار ابی الحسن مکی بن منصور بن علان الکرجی ، عن الشیخ محی الدین عبد المحی بن ابی البرکات الحربی اجازة بروایته عن الامام مجد الدین یحی بن الربیع بن سلیمان بن حزار الواسطی اجازة ابی زرع طاهر بن محمد بن طاهر بن علی المقدسی ، عنه اجازة "۔(۱)

محمد بن قاسم کہتا ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا کہ جو حضرت امام رضاؑ کی زیارت کے قائل نہ تھے اور لوگوں کو آپ کی زیارت سے منع کرتا تھا، ایک شب خواب دیکھا کہ میں مشہد میں ہوں اور حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کے پاس حضرت پیغمبر اکرمؐ نماز میں مشغول ہیں اسی وقت اچانک ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے: جو شخص چاہتا ہے کہ کسی قبر کو دیکھے اور اس کی زیارت کرے کہ خداوند عالم اس کی مشکلات کو برطرف کردے تو اس صاحب قبر کے پاس آئے، خداوند عالم نے اس کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ یہ رسول خداؐ کے سلالہ و ذریت اور منتخب افراد میں سے ہے۔

---

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۱۹۷، ح ۴۷۵۔

اس وقت پیغمبر اکرم کی طرف اشارہ تھا۔محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں خواب سے اٹھا تو پسینے میں شرابور تھا میں نے اسی وقت اپنے غلام کو آواز دی اور کہا ابھی میری سواری کو آمادہ کرو، میں سوار ہوا اور زیارت کو نکل پڑا، اس کے بعد میں ہر سال دو مرتبہ حضرتؑ کی زیارت کو آتا ہوں۔

میں نے اس خواب اور تمام مرسلات سلار ابی الحسن مکی بن منصور بن علان کرجی کو شیخ محی الدین عبدالحی بن ابی البرکات حربی کے ذریعے کہ جن کو اجازہ روایت حاصل ہے امام مجد الدین ۔یحی بن ربیع بن سلیمان بن حزار واسطی سے اور خود ان کو اجازہ حاصل ہے ابوزرعہ طاہر بن محمد بن طاہر بن علی مقدسی سے، نقل کیا ہے۔

۷- فخر الدین ادیب جندی شافعی:

جوینی شافعی کہتا ہے: "لقد انشدنا الامام الفاضل الحسن الاخلاق والشمائل فخرالدین هبة الله بن محمد بن محمود الادیب الجندی رحم الله تعالی ، لنفسه بالمشهدالمقدس الرضوی علی مشرفه السلام فی زیارتنا الاولی لها، جعلها الله مبرورة وفی صحائف الاعمال المقبولة مسطورة :

ایا من مناه رضی ربه تهیا و ان منکر الحسن لام

فزر مشهداً للامام الرضا علی بن موسی علیه السلام"۔(۱)

ہمارے لیے فاضل ارجمند رہبر خوش اخلاق وخوب صورت وخوب سیرت فخر الدین ہبۃ اللہ بن محمد بن محمود ادیب جندی نے –خدا ان پر رحمت نازل فرمائے– ہماری مشہد مقدس رضوی –اس صاحب قبر پر درود وسلام ہو - کی پہلی زیارت میں کہ خداوند اس کو نیک قرار دے اور اعمال مقبولہ میں سے شمار فرمائے۔اسطرح شعر لکھے:

---

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذرتھم ،ج ۲،ص ۱۹۸، ح ۴۷۶۔

اے وہ شخص کہ جس کی آرزو خداوند عالم کی رضایت ہے، آمادہ رہ، یہ واضح رہے کہ اچھائیوں کے منکر کی ملامت ہوتی ہے لہذا حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے روضہ مبارکہ کی زیارت کر۔

۸- ابونصر موذن نیشابوری شافعی:

جوینی شافعی نے ابونصر موذن نیشابور سے نقل کیا ہے:

''اصابتني علة شديدة ثقل فيها لساني فلم اقدر منها على الكلام ،فخطر ببالي زيارة الرضا و الدعا عنده و التوسل به الى الله تعالى ، ليعافيني ، فخرجت زائراً وزرت الرضا و قمت عند راسه و صليت ركعتين ، و كنت في الدعا و التضرع مستشفعا صاحب القبر الى الله عزو جل ، ان يعافيني من علتي و يحل عقدة لساني اذا ذهب بي النوم في سجودي ، فرأيت في منامي كانّ القمر قد انفرج فخرج منه رجل آدم كهل شديد الادمة فدنا مني فقال : يا ابالنضر! قل "لااله الا الله" قال : فأومأت اليه كيف اقول ذالك و لساني منغلق؟ فصاح عليّ صيحة و قال : تنكر الله القدرة ؟ قل : "لا اله الا الله" قال: فانطلق لساني فقلت: "لااله الا الله" و رجعت الى منزلي راجلا و كنت اقول : "لااله الا الله" ولم ينغلق لساني بعد ذالك''۔(۱)

میں ایک بہت سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ جس کے اثر سے میری زبان بند ہوگئی اور گفتگو کرنے پر قادر نہ رہا، میرے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت امام رضا کی زیارت کو جاؤں اور آپ کی قبر مطہر کے قریب جا کر دو رکعت نماز بجالاؤں حضرتؑ کو وسیلہ قرار دوں کہ خداوند عالم مجھے اس بیماری سے نجات دے، میں زیارت کی نیت سے نکلا اور حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوا۔

---

(۱) جوینی شافعی: فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۷، ح ۴۹۱ بنقل از تاریخ نیشاپور، حاکم نیشاپوری شافعی۔

آپ کے سرہانے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی، اسی دوران خداوند عالم سے گریہ زاری کی حالت میں صاحب قبر کا واسطہ دے کر دعا مانگتا رہا اور شفا طلب کرتا رہا کہ پروردگار مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرمائے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے کہ اچانک مجھے حالت سجدے میں نیند آ گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا چاند شق ہوا، اس میں سے ایک انتہائی خوبصورت بزرگ برآمد ہوئے اور میرے قریب آ کر کہا اے ابونصر کہو: ''لا الہ الا اللہ'' میں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ میں یہ کلمہ کیسے کہہ سکتا ہوں میں گونگا ہوں بول نہیں سکتا وہ بزرگ سخت لہجے میں بولے کہ تم قدرت خدا سے انکار کر رہے ہو کہو'' لا الہ الا اللہ'' اچانک میری زبان کھل گئی اور میں نے کہا'' لا الہ الا اللہ'' تب میں خداوند عالم کے شکرانے کے طور پر مشہد سے اپنے گھر نیشاپور تک پیدل آیا اور تمام راستے میری زبان پر یہی کلمہ تھا'' لا اله الا الله'' اور اس کے بعد کبھی بھی میری زبان بند نہ ہوئی۔

۹- ایک نامعلوم شخص

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتا ہے:

''سمعت رجلاً ذهب عنى اسمه عند قبر الرضا (يقول : كنت) افكر فى شرف القبر و شرف من توارى فيه فتخالج فى قلبى الانكار على بعض من بها فضربت بيدى الى المصحف متفألا ، فخرجت هذه الآية: ﴿ و يستنبؤنك أحق هو قل اى و ربى انه لحق ﴾ (سوره يونس (۱۰) آیت ۵۳) حتى ضربت ثلاث مرات فخرج فى كلها هذه الآية''(۱)

ایک مرد سے کہ جس کا نام میرے ذہن سے نکل گیا ہے سنا کہ جو قبر امام رضا کے نزدیک کھڑا ہوا کہہ رہا تھا کہ میں اس قبر اور صاحب قبر کی عظمت و شرافت و بزرگی کے بارے میں سوچتا تھا کہ میرے دل میں صاحب قبر کے متعلق کچھ چیزوں کے بارے میں شک و شبہ ہوا اور ان کا انکار کر بیٹھا۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۸، ح ۴۹۳۔

لہذا میں نے قرآن کریم سے تفأل واستخارہ کیا تو یہ آیت آئی کہ "تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے تو کہدے کہ ہاں خدا کی قسم وہ حق ہے"۔

یہاں تک کہ میں نے تین مرتبہ قرآن سے فال واستخارہ کیا ہر مرتبہ یہی آیت آئی۔

۱۰- زید فارسی:

حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ زید فارسی سے نقل کرتا ہے: "کنت بمرو الرود منقرساً مدة سنتين لا اقدر ان اقوم قائماً و لا ان اصلی قائماً ، فأريت فی المنام: ألا تمر بقبر الرضا وتمسح رجليك به و تدعوالله تعالى عند القبرحتى يذهب ما بك ؟(قال)فاكتريت(دابة)و جئت الى طوس و مسحت رجليّ بالقبرو دعوت الله عزوجل فذهب عنى ذالك النقرس و الوجع فأنا هاهنا منذ سنتين و ما نقرست"۔(۱)

میں مرورود میں تھا کہ مرض نقرس (پیروں کے درد) میں مبتلا ہوا یہاں تک کہ مجھ سے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا تھا اور کھڑے ہو کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتا تھا کہ ایک شب مجھے خواب میں بشارت ہوئی کہ قبر امام رضا پر کیوں نہیں جاتا اور ان کی قبر سے اپنے آپ کو کیوں مس نہیں کرتا اور خدا سے آپؑ کی قبر مبارک کے پاس اور ان کو واسطہ قرار دے کر کیوں دعا نہیں کرتا تا کہ یہ مشکل حل اور مرض دور ہو جائے، پس میں نے ایک جانور سواری کے لیے کرائے پر لیا اور طوس پہنچا اپنے آپ کو حضرتؑ کی قبر مطہر سے مس کیا اور خداوند عالم سے دعا مانگی تو مجھ سے وہ مرض نقرس و پیروں کا درد ختم ہو گیا اور میں دو سال سے یہاں پر ہوں اصلاً درد نہیں ہے۔

۱۱- حمویہ بن علی:

اسی طرح حاکم نیشاپوری شافعی اپنی اسناد کے ساتھ حمویہ بن علی سے نقل کرتا ہے:

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والآئمۃ من ذریتھم، ج ۲، ص ۲۱۹، ح ۴۹۴۔

"کنت مع حمویہ ببلخ فرکب یوما و انا معہ فبینا نحن فی سوق بلخ اذ رأی حمویہ رجلاً فوکّل بہ و قال : احملوہ الی الباب ثم عند انصرافہ امر باحضار حمارة فارة و سفرة و جبنة وماتی درھم ، فلما احضر قال: ھاتوا الرجل، فجیٔ بہ ، فلما وقف بین یدیہ ، قال قد صفعتنی صفعة وانا اقتصھا منك الیوم ! (أ) تذکر الیوم الذی زرنا جمیعاً قبر الرضاؑ فدعوت انت و قلت : اللھم! ارزقنی حماراً و ماتی درھم سفرة فیھا جنبة و خبزة ، وقلت انا اللھم! ارزقنی قیادة خراسان ، فصفعتنی وقلت: لاتسأل ما لا یکون، فالآن قد بلغنی اللہ عزو جل ، مأمولی و بلغك مأمولك و الصفعة لی علیك"۔(۱)

میں حمویہ کے ساتھ شہر بلخ میں تھا، ایک روز ہم دونوں سوار ہوے اور بازار بلخ میں پہنچے، حمویہ نے ایک شخص کو دیکھا اور حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو اور دربار میں لے چلو، پھر دربار سے پلٹتے وقت حکم دیا کہ ایک اچھا گدھا، ایک روٹی اور پنیر کے ساتھ دستر خوان اور دوسو درھم لے کر آ و، جب یہ چیزیں مھیا ہوگئیں تو دستور دیا کہ اس شخص کو حاضر کرو، جب اس شخص کولایا گیا اور وہ سامنے کھڑا ہوا تو حمویہ نے اس سے کہا کہ تو نے ایک روز میرے ایک طمانچہ مارا تھا اور آج میں تجھ سے اس کا بدلا لوں گا۔ کیا تجھے یاد ہے کہ ہم سب ایک ساتھ حضرت امام رضاؑ کی زیارت کو گئے ہوئے تھے جب ہم نے زیارت کی تو تو نے خدا سے دعا کی کہ پروردگارا! مجھے ایک گدھا، دوسو درھم اور روٹی و پنیر کے ساتھ دستر خوان عطا فرما، اور میں نے دعا کی ، پروردگارا! مجھے خراسان کی حکومت نصیب فرما۔ تو نے میرے طمانچہ مارا اور کہا کہ جو کام نہیں ہوسکتا اس کی دعا نہ کرو، جبکہ اب خداوندعالم نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے اور تیرے لیے بھی تیری خواہش کو پورا کر دیا ہے، اب میرا ایک طمانچہ تیرے اوپر باقی ہے۔

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین والآئمہ من ذریتھم ، ج ۲، ص ۲۲۰، ح ۴۹۵۔

۱۲- ابو حسین بن ابی بکر شافعی:

حاکم نیشاپوری شافعی کہتا ہے: "سمعت ابا الحسین بن ابی بکر الفقیه یقول: قد اجاب الله لی فی کل دعوة دعوته بها عند مشهد الرضا ، حتی انی دعوت الله (ان یرزقنی ولداً) فرزقت ولداً بعد الایاس منه"۔(۱)

ابوالحسین بن ابی بکر فقیہ سے میں نے سنا اس نے کہا؛ میں نے خداوند عالم سے حضرت امام رضاؑ کے جوار میں جو بھی دعا مانگی وہ مستجاب ہوئی یہاں تک کہ میں نے کافی مایوسی کے بعد خداوند عالم سے بیٹے کی دعا کی تو خداوند عالم نے وہ بھی مستجاب فرمائی اور مجھ کو نعمت فرزند سے سرفراز فرمایا۔

آٹھوی صدی

۱۳- ذھبی شافعی (۷۴۸ھ)

وہ سلفی مذہب پر اعتقاد رکھنے کے باوجود بھی حضرت امام رضاؑ کے روضہ مبارکہ کے زائرین کے بارے میں رقمطراز ہے: "و لعلی بن موسی مشهد بطوس یقصدونه بالزیارة"۔(۲)

حضرت امام علی رضاؑ کی شہر طوس میں بارگاہ ہے کہ لوگ وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

"وله مشهد کبیر بطوس یزار"۔(۳)

شہر طوس میں آپ کی بہت بڑی آرامگاہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

حضرت امام موسی کاظمؑ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے جب امام رضاؑ پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

"و لولده علی بن موسی مشهد عظیم بطوس"۔(۴)

---

(۱) فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والائمۃ من ذریتھم ، ج۲،ص۲۲۰، ح۴۹۸۔

(۲) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء ، ج۹،ص۳۹۳۔ (۳) ذہبی شافعی: العبر فی خبر من غبر ، ج۱،ص۲۶۶۔

(۴) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء ، ج۶،ص۲۷۴۔

اور آپ کے فرزند گرامی علیؑ بن موسیٰ کی شہر طوس میں عظیم بارگاہ ہے۔

۱۴ - صفدی شافعی (۷۶۴ھ):

وہ مختصراً لیکن جامع انداز میں یوں کہتا ہے: "و دفن بطوس و قبره مقصود بالزيارة "۔(۱)
اور آپؑ کو شہر طوس میں دفن کر دیا گیا اور آپ کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے۔

۱۵- محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر عامہ و خاصہ کے لیے زیارت گاہ ہے۔(۲)

نویں صدی

۱۶- عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۸۰۳ھ):

وہ حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ کو تمام زائرین کا ملجأ و ماویٰ جانتا ہے چاہے وہ زائرین کسی بھی طبقہ و قوم و قبیلہ کے ہوں لہذا کہتا ہے:

علی بن موسی الرضاؑ لوگوں سے خود انہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ گفتگو کرنے میں بہترین سخنور اور عقلمندترین فرد تھے اور سب کی زبانوں کو خود اہل زبان سے بہتر جانتے تھے۔۔۔ مشہد مقدس اور آپ کا مرقد منور تمام طبقات اور پوری دنیا کے زائرین کا مرکز و ملجأ و ماویٰ ہے۔(۳)

---

(۱) صفدی شافعی: الوافی بالوفیات، ج ۲۲، ص ۲۴۹۔

(۲) ابن بطوطہ مراکشی: تحفۃ النظار فی غرائب الامصار، معروف بہ رحلۃ ابن بطوطہ، ص ۴۰۱۔

(۳) عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی: روضۃ الاحباب، ج ۴، ص ۴۳۔ دیکھیے -: امیر احمد حسین بہادر خان ہندی حنفی: تاریخ الاحمدی، ۳۰۶۔

دسویں صدی

۱۷۔ میر محمد بن سید برہان الدین خواوند شاہ معروف بہ میر خواند شافعی (۹۰۳ ھ):

وہ بھی تعجب خیز عبارات میں تحریر کرتا ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر پاک کے زائرین نہ فقط ایران بلکہ روم و ہندوستان اور دنیا کے گوشے گوشے سے آتے ہیں۔ لہذا رقمطراز ہے:

ذکر احوال علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنھما۔ مشہد مقدس اور حضرت امام رضاؑ (کہ جو بطور مطلق بغیر کسی قید کے امام ہیں) کا مرقد، ایران کا مرکز اور اہل طریقت کے ہر چھوٹے و بڑے کی منزل مقصود ہے، امت اسلامی کے تمام فرقے اور بنی آدم کے تمام طبقات پوری دنیا میں دور دراز سے جیسے روم، ہندوستان اور ہر طرف سے ہر سال اپنے وطن سے ہجرت کر کے، دوستوں و عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آتے ہیں اور اپنی آبرومند پیشانی کو آپؑ کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں اور زیارت کے مراسم و قبر کا طواف انجام دیتے ہیں، اس عظیم نعمت الٰہی کو دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتے ہیں۔۔۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے مناقب و مآثر اور فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ بشری علم ان کا احاطہ کر سکے، اس مقام پر چند سطروں میں ارباب سعادت کے عظیم رہبر کے خوارق العادۃ و عجیب و غریب واقعات میں سے کچھ کی طرف اشارہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر آپ کے مناقب و کرامات کو ذکر کرتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ امام رضاؑ سے بہت زیادہ واقعات منقول ہیں کہ جو آپ کی عظمت اور کرامات و مناقب کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔(۱)

۱۸۔ فضل اللہ بن روزبہان خنجی اصفہانی حنفی (۹۲۷ ھ):

وہ بھی عظیم عبارات اور بہت زیادہ احترام کے ساتھ حضرت امام رضاؑ کے مرقد مطہر کی توصیف کرتا ہے اور اس کے ''کعبۂ آمال و تمام حاجتمندوں کے لیے ملجاء و ماویٰ'' ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

---

(۱) خواند امیر شافعی: تاریخ روضۃ الصفاء، ج ۳، ص ۴۱ و ۵۲۔

لہذا کہتا ہے:

زیارت قبر مکرم و مرقد معظم حضرت امام آئمۃ الھدی، سلطان الانس والجن، امام علی بن موسی الرضا الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشہید بن علی المرتضی۔

صلوات الله و سلامه علی سیدنا محمد و آله الکرام، سیما الآیة النظام ستة آبائه کلهم افضل من یشرب صوب الغمام۔ (درود وسلام ہو ہمارے سید وسردار حضرت محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام رضا کے چھ آباء واجداد پر جو کہ نظام کائنات کی نشانی ہیں اور وہ کائنات کی ہر شے سے افضل ہیں)

(آپ کی زیارت) آپ کے دوستوں کے لیے اکسیر اعظم اور دل وجان کی زندگی کی باعث ہے تمام عالم کی آپ کی بارگاہ میں رفت وآمد باعث برکت بلکہ صدق دل سے یوں کہا جائے کہ اشرف منازل ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ہر وقت تلاوت قرآن مجید ہوتی رہتی ہے لہذا کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی عظیم ترین عبادت گاہوں میں سے ایک ہے، وہ عظیم مرقد کسی وقت بھی نیازمندوں کی عبادت و اطاعت سے خالی نہیں ہوتا اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ اس امام برحق کی آرامگاہ ہے کہ جو علوم نبوی کا مظہر، مصطفوی صفات کا وارث، امام برحق وراہنمائے مطلق اور صاحب زمان امامت، وارث نبوت اور محکم واستوار حق وحقیقت ہے۔

هزار دفتر اگر در مناقبش گویند   هنوز ره به کمال علی نشاید برد

(اگر آپؑ کے مناقب وفضائل میں ہزار دیوان بھی بھر جائیں تو بھی آپ کے کمال تک رسائی کے لیے کافی راہ باقی ہے)۔

میرا پہلے حضرت امام رضاؑ کی زیارت کا قصد تھا تب یہ قصیدہ لکھا تھا کہ جس کے درج کرنے کے لیے یہ مقام مناسب ہے۔

لہذا اس عبارت کے تسلسل میں ایک قصیدہ بعنوان ''قصیدہ در منقبت امام ثامن، ولی ضامن، امام ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ'' آپ کی مدح وثناء میں تحریر کرتا ہے۔۔۔(۱)

دوسری جگہ پر کہتا ہے: ''اللّٰھمّ و صلّ و سلّم علی الاما م الثامن ، السید الحسنان ، السند البرھا ن ، حجة الله علی الانس و الجان الذی ھو لجند الاولیاء سلطان ، صاحب المروۃ و الجود والاحسان ، المتلالئی فیہ انوار النبی عند عین العیان ، رافع معالم التوحید و ناصب اُلویة الایمان ، الراقی علی درجات العلم و العرفان ، صاحب منقبة قولہ ﷺ ستدفن بضعة منی بارض خراسان ، المستخرج بالجفر والجامع مایکون و ما کان المقول فی شرف آبائہ ستة آبائہ کلھم افضل من شرب صوب الغمام،المقتدی برسول اللہ فی کل حال و فی کل شأن ابی الحسن علی بن موسی الرضا،الامام القائم الثامن الشھیدبالسم فی الغم و البؤس المدفون بمشھد طوس۔(۲)

پروردگارا! درود وسلام بھیج آٹھویں امام پر کہ آنحضرتؑ اہل نیک سیرت ونیک خصلت کے سید و سردار ہیں، محکم دلیل وتمام جن وانس پر اللہ کی حجت ہیں یہ اولیاالٰہی کے لشکر کے سلطان و بادشاہ ہیں، صاحب جود وسخا ومروت واحسان ہیں، آپ کے وجود مبارک میں پیغمبر اکرمؐ کے انوار بزرگوں کی آنکھوں کے حضور درخشندہ ہیں، آپ پرچم توحید کو سربلند کرنے والے اور ایمان کے علم کو نصب کرنے والے ہیں، آپ علم وعرفان کے بالاترین درجات میں سیر کرنے والے ہیں، آپ حضرت رسول اکرمؐ کی اس فرمائش کے مصداق ہیں: ''میرے بدن کا ٹکڑا خراسان کی سرزمین میں مدفون ہوگا'' آپ علم جفر وجامع کو ایجاد کرنے والے اور علم ماکان ومایکون (ماضی، حال ومستقبل کا علم) رکھنے والے ہیں۔

---

(۱) مہنامہ بخارا، ص۳۳۶۔

(۲) وسیلة الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص۲۲۳۔

آپ وہ ہیں کہ جن کے آباء واجداد کا شرف یہ ہے کہ آپ کے چھ آباء وہ ہیں کہ جو ہر اس سے کہ جس نے آسمانی پانی نوش فرمایا، افضل ہیں (گویا نبیوں سے افضل ہیں)، آپ ہر حال ہر کام اور ہر امر میں رسول خداؐ کی اقتداء کرنے والے ہیں آپ ابوالحسن علی بن موسی الرضا، امام قائم ثامن ہیں، آپ کو زہر دغا سے عالم غربت میں شہید کیا گیا اور شہر طوس میں دفن کیا گیا۔

"اللهم ارزقنا بلطفك و فضلك و كرمك و امتنانك، زيارة قبره المقدس و مرقده المؤنس و اغفرلنا ذنوبنا و اقض جميع حاجاتنا ببركته ۔ اللهم صلى على سيدنا محمد وآل سيدنا محمد سيما الامام المجتبى ابى الحسن على بن موسى الرضا و سلم تسليما"۔(۱)

پروردگارا! اپنے لطف وکرم اور فضل واحسان کے ذریعے مجھے حضرتؑ کے روضہ مبارک ومرقد منور کی زیارت کی توفیق عنایت فرما، اور حضرت کی برکت کے صدقہ میں ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری تمام حاجات کو پورا فرما۔ پروردگارا! درود وسلام بھیج ہمارے سید وسردار محمد اور آپ کی آل پاک پر خصوصاً امام منتخب ابوالحسن علی بن موسی الرضا پر۔

وہ حضرت امام رضاؑ کی نورانی بارگاہ کے متعلق عجیب وغریب باتیں تحریر کرتا ہے کہ جن میں سے بعض کو ہم اشارۃً بیان کرتے ہیں۔

۔۔۔اور آنحضرتؑ کو اس روضہ مقدسہ ومرقد منورہ مشہد معطر میں دفن کردیا گیا اور وہ روضۂ بہشت، کعبۂ آمال اور روز قیامت تک تمام حاجتمندوں کا ملجاء وماویٰ ہوگیا۔ خدا کا درود وسلام اور تحیت ورضوان ہو اس روضہ مقدسہ پر، خداوند عالم نے ہمیں اس کی زیارت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی عمارت کو انوار الٰہیہ اور انفاس قدسیہ سے منور فرمائے۔

---

(۱) وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۳۔

اس کمترین بندے فضل اللہ روزبہان امین کی یہی آرزو ہے۔ الطاف الٰہی پر یقین ہے کہ اس فقیر حقیر کو آنحضرتؑ کے مرقد مطہر و مشہد مقدس کی زیارت کی توفیق نصیب ہوگی اور اس کتاب ''وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم'' کی قرائت آنحضرتؑ کے روضہ میں آپ کے محبوں و دوستوں کے حضور ہوگی۔ اس حقیر و فقیر کا سینہ حضرت کی ولایت وتولا اور محبت و اخلاص اور استمداد سے سرشار ہے، جب کبھی بھی کوئی واقعہ اس حقیر کو پیش آتا تو آنحضرتؑ سے مدد طلب کرتا، اور قلبی طور پر آنحضرتؑ ہی سے نجات طلب کرتا اور ہر مصیبت و حادثہ میں آپ ہی کی روح مقدس سے ملتجی ہوتا ہوں

اس نے حضرت امام رضا کی مدح میں شعر بھی کہے ہیں:

سلام علی روضة للامام علی بن موسی علیه السلام
سلام من العاشق المنتظر سلام من الواله المستهام
بر آن پیشوای کریم الشیم بر آن مقتدای رفیع المقام
از شهد شهادت حلاوت مذاق ز زهر عدودر جهان تلخ کام
زخلد برین مشهد ش روضه ای خراسان از اوگوشه دار السلام
از آن خوانمش جنت هشتمین که شد منزل پاك هشتم امام
محبان ز انگور بر زهر او فکندند می های خونین به جام
مرا چهره بنمود یك شب به خواب شد از شوق اوخواب بر من حرام
علیؑ وار بر شی ر مردی سوار
امینؒ در رکابش کمینه غلام(۱)

---

(۱) خنجی اصفہانی حنفی: وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، ص ۲۲۳۔

۱۹- غیاث الدین بن ھمام الدین شافعی معروف بہ خواند میر (۹۴۲ھ):

وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد کی تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد میں سے سب سے افضل بلکہ اپنے زمانے میں سب سے اشرف وافضل علی بن موسیٰ الرضا تھے۔(۱)

عنوان ''ذکر امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا سلام اللہ علیہما'' کے ذیل میں آنحضرتؑ کے بارے میں ایک فصل بیان کرتا ہے اور امامؑ کے متعلق اس طرح تحریر کرتا ہے: ''امام واجب الاحترام علی بن موسیٰ الرضاؑ۔۔۔ امام عالی مقام'' (۲)

اور اسی طرح مشہد الرضا کے متعلق کہتا ہے:

اور اب آنحضرتؑ کا روضہ منورہ اعیان واشراف کا محل طواف، تمام ممالک وشہروں، ہر زمانے کے چھوٹے بڑے، عام وخاص افراد کی آرزوں کا قبلہ اور نصیبوں کا کعبہ بن چکا ہے۔

ے ''سلام علی آل طاھا و یاسین سلام علی آل خیر النبیین

سلام علی روضة حل فیھا امام یباھی به الملك والدین

و صلی الله علی خیر خلقه محمد سید المرسلین و آله الطیبین الطاھرین سیما الآئمة المعصومین الھادین''۔(۳)

سلام ہو آل طاہا ویسین پر، سلام ہو بہترین رسول کی آل پاک پر، سلام ہو اس باغ پر کہ جس میں وہ امام آرام فرما رہا ہے کہ جس پر دین ودنیا دونوں فخر کرتے ہیں۔

---

(۱) خواندامیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۱۔

(۲) خواندامیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۲۔

(۳) خواندامیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج۲، ص۸۲-۸۳۔

خدایا درود بھیج اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر، تمام پیغمبروں کے سردار حضرت محمد اور ان کی آل پاک پر خصوصا ہدایت کرنے والے آئمہ معصومین پر۔ عنوان ''گفتار در بیان فضائل وکمالات آن امام عالی مقام، علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام'' کے ذیل میں ایک فصل بیان کی ہے کہ جس میں حضرت امام رضا کے متعلق تحریر کرتا ہے:

سرزمین خراسان، امام شہید، طیب وطاہر علی بن موسی بن جعفر بن محمد باقر کا بیت الشرف ہے۔۔ آنحضرتؑ کی جود وسخا، بلند وبالا مقام اور عظمت واحترام کا مغرب سے مشرق تک اپنے پرائے سب کو اعتراف تھا اور ہے۔ ہر چھوٹے بڑے بلکہ نوع انسانی کے تمام افراد نے آپ کے مناقب وکمالات اور اوصاف حمیدہ پر صحائف وکتب تحریر کی ہیں اور لکھ رہے ہیں لیکن جو کچھ بھی لکھا جائے اور تصور کیا جائے آپ اس سے کہیں بلند وبالا ہیں اور آپ کی امامت آپ کے آباء واجداد کی نص کے مطابق معین ہے۔

از آن زمان که فلك شد به نور مهر منور
ندید دیده کس چون علی موسی جعفر

سپهر عز وجلالت محیط علم و فضیلت
امام مشرق و مغرب ملاذ آل پیمبر

حریم تربت او سجده گاه خسرو انجم
غبار مقدم او توتیای دیدهٔ اختر

وفور علم و علو مکان اوست به حدی
که شرح آن نتواند نمود کلك سخنور

قلم اگر همگی وصف ذات او بنویسد
حدیث او نشود در هزار سال مکرر(۱)

---

(۱) خواندامیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۸۳۔

(وہ امام کہ جس کے نور سے آسمان منور و روشن ہوا، کسی نے بھی حضرت علیؑ ابن موسیٰؑ ابن جعفرؑ جیسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی، وہ عزت وجلالت کے آسمان ہیں اور علم وفضیلت ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ آل رسولؐ میں سے ایک رکن ہیں اور مشرق ومغرب کے امام، ان کے حرم مطہر کی خاک چاند کی سجدہ گاہ ہے، ان کے مبارک قدموں سے اٹھنے والی گرد وغبار ستاروں کی آنکھوں کا سرما ہے، ان کے علم کی کثرت اور شان ومنزلت کی بلندی اس حد تک ہے کہ کوئی بھی سخنور آپ کی توصیف اور مدح وثناء نہیں کرسکتا، قلم اگر وہ تمام صفات لکھنے پر آئے تو ہزاروں سال اگر بار بار آتے رہیں پھر بھی تمام نہیں ہوسکتی ہیں)۔

پھر آپ کے فضائل وکرامات بیان کیے ہیں، اور اس کے بعد کہتا ہے:

مخفی نہ رہے کہ کرامات ومعجزات حضرت امام رضاؑ بہت زیادہ ہیں اور آپ کے مشہد منور کی برکات اور آپ کے مرقد معطر کی فیوضات اس قدر ہیں کہ اس حقیر کی زبان قاصر کے بس کی بات نہیں ہے کہ ان کی تفصیل بیان کی جائے لہذا مجبوراً اختصار سے کام لیا ہے۔(۱)

گیارہویں صدی

۲۰- ابن عماد دمشقی حنبلی (۱۰۸۹ھ): "و لہ مشھد کبیر بطوس یزار"۔(۲) آپ کی عظیم بارگاہ شہر طوس میں ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

چودھویں صدی

۲۱- قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضا کی بارگاہ کو دنیائے اسلام کی عظیم ترین زیارتگاہ مانتا ہے لہذا کہتا ہے:

---

(۱) خواندامیر شافعی: تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، ج ۲، ص ۹۱۔

(۲) ابن عماد حنبلی: شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج ۳، ص ۱۴۔

آنحضرت کا روضہ معلیٰ شہر مشہد مقدس میں اسلام کی عظیم و بزرگ ترین زیارت گاہ ہے، سنہرا گنبد ہے کہ جس کی پوری دینا میں مثال ونظیر نہیں ہے۔

خداوند عالم عزت وشرف کواور زیادہ کرے۔(۱)

حضرت امام رضاؑ کا روضہ مبارکہ

وہابیت، سلفی فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ قبروں کی تعمیر جائز نہیں ہے اور یہ کام شرک کے مصادیق میں سے ہے، تمام دنیا میں جو بھی قبر تعمیر شدہ ہے اور عمارت وزیارتگاہ ہے وہ عثمانی حکومت کی کارکردگی ہے، جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ قبروں کی تعمیر اور عمارات، عثمانی حکومت کے وجود میں آنے اور ابن تیمیہ کی بدعتوں سے بہت پہلے، تقریباً ابتدائی صدیوں سے موجود ہیں۔

ان ہی میں سے ایک گنبد و بارگاہ قبر حضرت علی بن موسیٰ الرضا ہے کہ جس کی اصل تقریباً تیسری ،چوتھی صدی پر پلٹتی ہے کہ اس زمانے سے گنبد و بارگاہ موجود ہے۔اس کے متعلق جو تاریخی شواہد ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

تیسری و چوتھی صدی

۱- مقدسی بشاری (۳۸۰ھ):

حضرت امام رضا کے مرقد مطہر کے بارے میں عجیب عبارت لکھتا ہے:

”و بہ قبر علی الرضا بطوس قد بنی علیہ حصن فیہ دور و سوق ، وقد بنی علیہ عمید الدولة فائق مسجدا ما بخراسان احسن منه ۔۔۔“(۲)

---

(۱) قاضی بہجت آفندی شافعی: تشریح ومحاکمہ در تاریخ آل محمد، ص۱۵۸-۱۵۹۔

(۲) مقدسی بشاری: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ص۲۶۱۔

شہر طوس میں حضرت امام علی رضا کی قبر مطہر ہے کہ جس کے چاروں طرف دیوار ہے اور اس کے اطراف میں گھر اور بازار ہیں، عمید الدولہ فائق نے وہاں مسجد بنوائی ہے کہ جس سے بہتر پورے خراسان میں کوئی مسجد نہیں ہے۔

مقدسی بشاری چوتھی صدی سے تعلق رکھتا ہے کہ جس کی شہادت و گواہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روضہ تیسری صدی ہی سے موجود ہے، گویا آنحضرتؑ کی قبر مطہر کی عمارت اسی زمانے میں بنائی گئی تھی ،یہ کام نہ صرف یہ کہ بدعت نہیں تھا بلکہ بنی عباس کے حکمرانوں نے اس کی تعمیر و توسعہ میں کام کیا ہے یہاں تک کہ عمید الدولہ کہ جو خلافت بنی عباس کا ایک وزیر تھا حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر پر ایک عظیم مسجد تعمیر کرائی تھی۔

۲- حسین بن احمد مہلبی (۳۸۰ھ):

وہ بھی مقدسی بشاری کی عبارت کی طرح حضرت امام رضاؑ کے قبر مطہر پر تعمیر کی گواہی دیتا ہے۔

وہ خراسان کے شہر نوقان اور حضرت امام رضاؑ کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:"وھی من اجل مدن خراسان و اعمرھا و بظاهر مدينة نوقان قبر الامام على بن موسى بن جعفر و به ايضاً قبر هارون الرشيد و على قبر على بن موسى حصن و فيه قوم معتكفون ۔۔۔"۔(۱)

خراسان کے شہروں میں سے بزرگ ترین اور آباد ترین شہر نوقان ہے، شہر نوقان کے پیچھے حضرت امام علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر ہے اور وہیں پر ہارون الرشید کی قبر بھی ہے۔ حضرت علی بن موسیٰؑ کی قبر پر ایک عمارت ہے کہ جس میں لوگ اعتکاف بجالاتے ہیں۔

آٹھوی صدی

۳- ذہبی شافعی (۷۴۸ھ)

---

(۱) مہلبی: الکتاب العزیزی یا المسالک والممالک، ص۱۵۵۔

وہ مختصر عبارت لیکن جامع طور پر حضرت امام رضا کے گنبد و بارگاہ کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

"و لعلی بن موسی مشهد بطوس یقصدونه بالزیارة"۔(۱)

حضرت امام علی رضا کی شہر طوس میں بارگاہ ہے، لوگ وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

"وله مشهد کبیر بطوس یزار"۔(۲)

شہر طوس میں آپ کی بہت بڑی آرامگاہ ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے جب امام رضا پر پہنچتا ہے تو کہتا ہے:

"و لولده علی بن موسی مشهد عظیم بطوس"۔(۳)

اور آپ کے فرزند گرامی علی بن موسیٰ کی عظیم بارگاہ شہر طوس میں ہے۔

۴- محمد بن عبد اللہ ابن بطوطہ مراکشی (۷۷۹ھ):

وہ بھی آٹھویں صدی سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی تاریخی مسافرت اور دنیا کی سیاحت کرتے ہوئے جب خراسان پہنچتا ہے تو حضرت امام رضا کے گنبد و بارگاہ کو دیکھ کر اس طرح توصیف کرتا ہے:

"و رحلنا الی مدینة مشهد الرضا، وهو علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الشهید بن امیر المومنین علی بن ابی طالب، رضی الله عنهم، وهی ایضاً مدینة کبیرة ---و المشهد المکرم علیه قبة عظیمة فی داخل زاویة تجاورها مدرسة و مسجد و جمیعها ملیح البناء، مصنوع الحیطان بالقاشانی و علی القبر دکانة خشب ملبسة بصفائح الفضة و علیه قنادیل فضة معلقة ---

---

(۱) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص۳۹۳۔

(۲) ذہبی شافعی: العبر فی خبر من غبر، ج۶، ص۴۲۷۔

(۳) ذہبی شافعی: سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص۳۹۳۔

و عتبة بـاب القبة فضة وعلى بابها ستر حرير مذهب وهى مبسوط بانواع البسط و ازاء هـذا قبـرهـارون الـرشـيـد ـــ و اذا دخـل الرافضى للزيارة ضرب قبر هارون الرشيد برجله و سلم على الرضا "۔(۱)

شہر مشہد الرضا میں پہنچے کہ وہ علی رضا بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید بن امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

مشہد الرضا بہت بڑا شہر ہے اور حضرت کی بارگاہ پر بہت عظیم اور خوبصورت گنبد ہے، اس کے کنارے مدرسہ اور ایک مسجد ہے کہ جن میں سے ہر ایک عمارت اپنی مثال آپ ہے۔

خصوصاً کاشی سے تزیین کی ہوئی دیواریں اور قبر مطہر اور قبر کے چاروں طرف ایک لکڑی کی ضریح بنی ہوئی ہے کہ جس کے اوپر چاندی کا غلاف ہے، ضریح کے بالائی حصہ اور اوپر چاندی سے بنے ہوئے چراغدان اور ان میں چمکتے ہوئے چراغ، اس پر سنہرے دھاگے سے بنا ہوا ریشم کا پردہ اور نیچے بچھے ہوئے مختلف اقسام کے قالین تھے۔اسی کے مقابل ہارون الرشید کی قبر بھی ہے کہ جب کوئی شیعہ رافضی زیارت کے لیے جاتا ہے تو پہلے ھارون الرشید کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے پھر امام رضاؑ کو سلام کرتا ہے

چودھویں صدی

۵- قاضی بہجت آفندی شافعی (۱۳۵۰ھ):

وہ بھی حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ کی اس طرح توصیف کرتا ہے: آنحضرتؑ کا روضۂ معلی شہر مشہد مقدس میں اسلام کی عظیم و بزرگ ترین زیارت گاہ ہے، سنہرا گنبد ہے کہ جس کی پوری دنیا میں مثال و نظیر نہیں ہے۔خداوند عالم عزت و شرف کو اور زیادہ کرے۔(۲)

---

(۱) ابن بطوطہ مرکشی: تحفۃ النظار فی غرائب الامصار معروف بہ رحلۃ بطوطہ، ص ۴۰۱۔

(۲) قاضی بہجت آفندی شافعی: تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمد، ص ۱۵۸-۱۵۹۔

لاجواب سوال

ساتویں حصہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً، حضرت پیغمبر اکرمؐ اور تمام اہل بیت رسولؐ کی احادیث شریفہ میں حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت کی تاکید اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت نہ فقط سنت بلکہ سنت مؤکدہ اور بہت اہمیت کی حامل ہے۔

ثانیاً، اسی سنت مؤکدہ اور اہمیت کے حامل ہونے کی وجہ سے حضرتؑ کے حرم و بارگاہ قابل احترام اور زیارتگاہ اور اسی زمانے (تیسری و چوتھی صدی) سے گنبد و بارگاہ بنی ہوئی ہے۔

ثالثاً، اس مہم ترین سنت ہی کو مدنظر رکھتے ہوئے، اسلامی تمام فرقوں کے علماء اور عوام کا ایک جم غفیر ہے کہ حضرت امام رضاؑ کی قبر مطہر کی زیارت کرنے، ان سے توسل و گریہ زاری کرنے، اپنی حاجتیں لےنے، اور مشکلات کی برطرفی و مریضوں کی شفایابی کے لیے اسی زمانے (تیسری، چوتھی صدی) سے آج تک چلا آرہا ہے۔

ان تمام حالات وصفات کے باوجود اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں فرقہ وہابیت ان تمام حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے؟ اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار کرتے ہوئے پھر بھی مسلمانوں کے مسلم عقائد جیسے زیارت قبور، تعمیر قبور اور صاحب قبور، اولیاء و اوصیاء الٰہی سے متوسل ہونے خصوصاً اہل بیت رسول اور صالحین پر گریہ وزاری اور ان سے طلب حوائج و رفع مشکلات کے لیے دعا کرنے کی مخالف کرتا ہے اور ان باطل تفکرات سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف وتفرقہ ڈالتا ہے؟۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

حرف آخر

کتاب حاضر کے ساتوں حصوں کے مطالعہ کرنے سے مذکورہ ذیل مطالب سامنے آتے ہیں:

۱- حضرت امام علی رضا کی علمی، معنوی و اجتماعی شخصیت کے بارے میں علماء اہل سنت کے بیانات دونوں مذہب شیعہ و سنی کے درمیان اتحاد کے لیے بہترین نکتہ ہے، اگر چہ مؤلفین صحاح اور حضرت امام علی رضاؑ کے معاصر علماء کا آپ سے روایات نقل نہ کرنا یہ ایک قابل افسوس سوال باقی رہ جاتا ہے۔

۲- طول تاریخ میں اسلام کے ہر فرقہ کے علماء اور بزرگ شخصیتیں حضرت امام رضا کی زیارت کو آتی رہی ہیں اور آپ کے مرقد مطہر کے قریب گریہ وزاری، اپنی حاجتوں کی برآوری اور رفع مشکلات کے لیے متوسل ہوتے رہے ہیں، جیسے ابن خزیمہ بستی شافعی، حاکم نیشاپوری شافعی اور ان ہی کی طرح سیکڑوں دیگر علماء کا زیارت کرنا اور متوسل ہونا اس بات کو طرف اچھی طرح نشاندہی کرتا ہے کہ وہ لوگ اس سلسلے میں رسول اکرمؐ کی حقیقی سنت کے تابع و پیروکار تھے اس انجام دیتے تھے اور آج بھی انجام دیتے ہیں، یہ مقام بھی دونوں مذہب شیعہ و سنی کے درمیان اتحاد کا بہترین نکتہ ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے اس نکتہ کے تحت متحد کیا جا سکتا ہے۔

۳- فرقہ ضالہ و گمراہ وہابیت، اہل سنت میں سے نہیں ہے اس لیے کہ زیارت قبور سے روکنا خصوصاً قبور صالحین و اہل بیت طاہرین اور ان حضرات کے روضوں کو خراب کرنا، خصوصاً جنت البقیع کی تخریب اور آنحضرات سے متوسل ہونے کو منع کرنا یہ سب دعوے سنت نبوی اور سیرت مسلمین کے خلاف ہیں نیز مسلمانوں کے درمیان اتحاد کو ضعیف کرنے کے راستے میں ایک قدم ہے تا کہ مسلمانوں کے درمیان کبھی بھی اتحاد و انسجام وجود میں نہ آسکے۔

لہذا بطور یقین کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول اکرمؐ کے اہل بیت طاہرین مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا محور و مرکز ہیں حضرت امام رضا بھی حضرت رسول اکرم کے اہل بیت میں سے آٹھویں امام کی حیثیت سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کا خصوصی نقطہ ہیں چونکہ آپ اپنی پربرکت زندگی میں تمام انسانوں اعم از سنی و شیعہ بلکہ ہر فرقہ و مذہب کے مرجع و پناہ گاہ رہے ہیں اسی طرح آپ کی شہادت کے بعد بھی آپ کی زیارت کے لیے لوگوں کا ہجوم ہر فرقہ و مذہب اور دنیا کے ہر گوشے سے امنڈتا چلا آتا رہا ہے آج بھی اس عظمت و شان و شوکت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان منطقی اتحاد کی امید کے ساتھ۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

کتاب نامہ

قرآن کریم

الف۔ اہل سنت

حنبلی

۱- ابن قدامہ مقدسی حنبلی، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد (۶۲۰ھ) : التبیین فی انساب القرشیین، چ ۲، عالم الکتب، مکتبۃ النھضۃ العربیۃ، بیروت ۱۴۰۸ھ۔

۲- ایوب زرعی حنبلی، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر (۷۵۱ھ) : حاشیۃ ابن القیم، چ ۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ۔

۳- ابن رجب حنبلی، زین الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین احمد بن رجب (۷۹۵ھ): الذیل علی طبقات الحنابلہ، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۴- خلدون احدب حنبلی: زوائد تاریخ بغداد علی الکتب الستہ، چ ۱، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۷ھ۔

۵- ابن عماد حنبلی، شہاب الدین (۱۰۸۹ھ) : شذرات الذہب فی اخبار من ذھب، چ ۱، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۰۶ھ۔

۶- البانی حنبلی، محمد ناصر الدین: ضعیف الجامع الصغیر و زیادتہ (الفتح الکبیر)، چ ۳، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔

۷- ---: ضعیف سنن ابن ماجہ، چ ۱، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۸- ابن ابی یعلی حنبلی، ابو حسین محمد بن محمد بن حسین (۵۲۶ھ): طبقات الحنابلہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۹- ابن جوزی حنبلی، ابو الفرج عبدالرحمٰن (۵۹۷ھ): العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ، ج ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰---: فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن، الجامع العلمی العراقی، بغداد، ۱۴۰۸ھ۔

۱۱---: کتاب الضعفاء والمتروکین، ج ا، دار الکتب العلمیہ، بغداد، ۱۴۰۶ھ۔

۱۲- احمد بن حنبل (۲۴۱ھ): المسند، دار صادر، بیروت۔

۱۳- طبرانی شامی حنبلی، سلیمان بن احمد (۳۶۰ھ): المعجم الاوسط، ج ا، دار الفکر، عمان، ۱۴۲۰ھ

۱۴- ابن جوزی حنبلی، ابو الفرج عبدالرحمٰن (۵۹۷ھ): المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، ج ا، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔

۱۵---: الموضوعات، ج ۲، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

حنفی

۱۶- ابن طولون دمشقی حنفی، شمس الدین محمد بن طولون (۹۵۳ھ): الآئمۃ الاثنا عشر، منشورات الرضی، قم۔

۱۷- زبیدی حنفی، سید محمد بن محمد (۲۹۵ھ): اتحاف السادۃ المتقین بشرح اسرار احیاء علوم الدین، خزانۃ السادات، مصر۔

۱۸- نابلسی دمشقی حنفی، عبدالغنی بن اسماعیل (۱۴۱۳ھ): اسرار الشریعۃ یا الفتح الربانی والفیض الرحمانی، ج ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۱۹- مغلطای حنفی، علاء الدین (۷۶۲ھ): اکمال تھذیب الکمال فی اسما الرجال، ج ا، الفاروق الحدیثہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

۲۰- شجری جرجانی حنفی، یحیی بن حسین (۴۹۹ھ): الامالی الخمیس، چ ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

۲۱- بھادر خان ہندی بریلوی حنفی، امیر احمد حسین (۱۳ صدی ہجری): تاریخ الاحمدی، تحقیق: محمد سعید طریحی، چ ا، مرکز الدراسات والبحوث العلمیہ وموسسۃ البلاغ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۲۲- سراج الدین حنفی، شیخ عثمان: تاریخ الاسلام والرجال، نسخہ خطی، کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم۔

۲۳- سبط ابن جوزی حنفی (۶۵۴ھ): تذکرۃ الخواص من الامۃ بذکر خصائص الائمۃ، چ ا، موسسۃ اہل البیت، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۲۴- قرطبی حنفی، احمد بن محمد بن ابراہیم اشعری (۵۵۰ھ): التعریف فی الانساب والتنویۃ لذوی الاحساب، دار المنار، قاہرہ۔

۲۵- عبدالقادر قرشی حنفی، ابو محمد محی الدین عبدالقادر بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء (۷۵۷ھ): الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ، چ ۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۲۶- زمخشری حنفی، ابوالقاسم محمود بن عمر (۵۳۸ھ): ربیع الابرار ونصوص الاخیار، چ ا، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۲۷- لکھنوی حنفی، ابوالحسنات محمد عبدالحی (۱۳۰۴ھ): الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، تحقیق: عبدالفتاح ابوغدۃ، موسسۃ طرقبہ، حلب۔

۲۸- سندی حنفی، ابوالحسن (۱۱۳۸ھ): شرح سنن ابن ماجہ، چ ۲، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۲۹- جامی حنفی، عبدالرحمن (۸۹۸ھ): شواہد النبوۃ، مصحح: پروفیسر سید حسن امین، چ ا، دفتر نشر طیب، تہران، ۱۳۷۹ش (ایرانی سال)۔

۳۰- عبدالقادر تمیمی مصری حنفی، تقی الدین بن عبدالقادر (۱۰۰۵ھ): الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ج ۱، دار الرفاعی، ریاض، ۱۴۰۳ھ۔

۳۱- شوکانی صنعانی حنفی، محمد بن علی (۱۲۵۰ھ): الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۳۲- حاجی خلیفہ حنفی (۱۰۶۷ھ): کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۲ھ۔

۳۳- دولابی حنفی، ابوبشر محمد بن احمد بن حماد (۳۱۰ھ): الکنی الاسما، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

۳۴- شیخ عبدالواسع بن یحیٰ الواسعی یمانی حنفی، جامع و مصحح: مسند الامام زید، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۶۶ء۔

۳۵- زرندی حنفی، جمال الدین محمد بن یوسف (۷۵۷ھ): معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول، تحقیق: محمد کاظم محمودی، ج ۱، مجمع احیاء الثقافۃ الاسلامیہ، قم، ۱۴۲۵ھ۔

۳۶- بدخشی حنفی، میرزا محمد خان (۱۲ صدی ہجری): مفتاح النجا فی مناقب آل عبا، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم۔

۳۷- عبدالفتاح بن نعمان حنفی: مفتاح المعارف، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم۔

۳۸- خنجی اصفہانی حنفی، فضل اللہ بن روزبہان (۹۲۷ھ): مہمان نامہ بخارا، ج ۱، نشر بنگاہ ترجمہ ونشر کتاب، تہران۔

۳۹- ابن تغری بردی اتابکی حنفی، جمال الدین ابو محاسن یوسف (۸۷۴ھ): النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرہ، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۴۰- خنجی اصفہانی حنفی، فضل اللہ بن روزبہان (۹۲۷ھ): وسیلۃ الخادم الی المخدوم در شرح صلوات چہاردہ معصوم، چ ا، انتشارات انصاریان، قم، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال)۔

۴۱- ہندی لکھنوی حنفی، محمد بن مبین: وسیلۃ النجاۃ لکھنو، ۱۳۰۹ھ۔

۴۲- قندوزی حنفی، سید سلیمان بن ابراہیم (۱۲۹۴ھ): ینابیع المودۃ لذوی القربی، چ ۲، دارالاسوہ، قم، ۱۴۲۲ھ۔

شافعی

۴۳- آجری شافعی، ابوبکر محمد بن حسین (۳۶۰ھ): الاربعین حدیثا، چ ا، مکتبۃ المعلا، کویت، ۱۴۰۸ھ۔

۴۴- شبراوی شافعی، شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر (۱۱۷۲ھ): الاتحاف بحب الاشراف، چ ا، دارالکتاب الاسلامی، ایران، ۱۴۲۳ھ۔

۴۵- مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۶ھ): اثبات الوصیۃ للامام علی بن ابی طالب، منشورات الرضی، قم۔

۴۶- تابعی شافعی، شیخ احمد: الاعتصام بحبل الاسلام، چ ا، مطبعہ سعادت، قاہرہ، ۱۳۲۷ھ۔

۴۷- بیہقی شافعی، احمد بن حسین (۴۵۸ھ): الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد، چ ا، دارالآفاق الجدیدۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ۔

۴۸- ابن ماکولا شافعی، ابونصر علی بن ہبۃ اللہ (۴۵۷ھ): الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الاسماء والکنی والانساب، چ ا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔

۴۹- سمعانی تمیمی شافعی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور (۵۶۲ھ): الانساب، چ ا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۵۰- سنھوتی نقش بندی شافعی، شیخ یاسین بن ابراہیم (۳۴۴ھ): الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ، چ ا، مطبعۃ السعادۃ، قاھرہ۔

۵۱- فکری حسینی قاھری شافعی، علی بن محمد (۱۳۷۲ھ): احسن القصص، چ ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۵ھ۔

۵۲- جزری شافعی، ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد (۸۳۳ھ): اسنی المطالب فی مناقب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، مکتبۃ الامام امیر المومنین، اصفہان۔

۵۳- ھادی حمو شافعی: اضواء علی الشیعہ، چ ا، دار الترکی، تونس، ۱۹۸۹ء۔

۵۴- ابن کثیر دمشقی شافعی، ابوالفداء (۷۷۴ھ): البدایہ والنھایہ، چ ۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۵۵- غماری شافعی، عبدالعزیز: بیان نکت الناکث المعتدی، چ ۳، نشر دار الامام النووی، اردن۔

۵۶- ابونعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): تاریخ اصفہان (ذکر اخبار اصبہان) چ ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔

۵۷- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام، چ ا، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔

۵۸- طبری شافعی، ابوجعفر محمد بن جریر (۳۱۰ھ): تاریخ الامم والملوک، چ ۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۵۹- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): تاریخ الخلفاء، چ ا، موسسۃ عز الدین، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۶۰- دیار بکری شافعی، حسین بن محمد بن حسن (۹۶۶ھ): تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، دار صادر، بیروت۔

۶۱- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): تاریخ بغداد، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۶۲- خواند امیر حسینی شافعی، غیاث الدین بن همام الدین (۹۴۲ھ): تاریخ حبیب السیر فی اخبار افراد بشر، چ ۲، انتشارات کتاب فروشی خیام، تہران ۱۳۵۳ش (ایرانی سال)۔

۶۳- ابن عساکر شافعی، ابو القاسم علی بن حسین بن هبة الله (۵۷۱ھ): تاریخ دمشق الکبیر، چ ۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔

۶۴- میر خواند شافعی، میر محمد بن سید برہان الدین خواند شاہ (۹۰۳ھ): تاریخ روضة الصفا، انتشارات کتاب فروشی مرکزی، تہران، ۱۳۳۹ش (ایرانی سال)۔

۶۵- سلیمان صائغ شافعی: تاریخ الموصل، مطبعة السلفیة، مصر ۱۳۴۲ھ۔

۶۶- ابن اثیر جزری شافعی، مجد الدین مبارک بن محمد (۶۰۶ھ): تتمة جامع الاصول فی احادیث الرسول، چ ۱، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۶۷- ابن وردی حلبی شافعی، زین الدین (۷۴۹ھ): تتمة المختصر فی اخبار البشر، چ ۱، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۸۹ھ۔

۶۸- مزی شافعی، یوسف بن عبد الرحمن (۷۴۲ھ): تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف مع النکت الظراف علی الاطراف ابن حجر عسقلانی، چ ۲، المکتب الاسلامی والدار القیمة، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۶۹- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، تحقیق عبد الوہاب عبد المطلب، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۷۰- رافعی قزوینی شافعی، عبدالکریم بن محمد (۶۲۳ھ): التدوین فی اخبار قزوین، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۷۱- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): تذہیب تھذیب الکمال فی اسما الرجال، چ۱، نشر الفاروق الحدیثۃ، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ۔

۷۲- خلیفہ نیشاپوری شافعی، محمد بن حسین (آٹھوی صدی ہجری): ترجمہ وتلخیص تاریخ نیشاپور، چ۱، نشر آگہ، تہران، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال)۔

۷۳- آفندی شافعی، قاضی بہجت (۱۳۵۰ھ): تشریح ومحاکمہ درتاریخ آل محمد، مترجم میرزا مہدی ادیب، چ۲، مرکز چاپ ونشر بنیاد بعثت، ۱۳۷۶ش (ایرانی سال)۔

۷۴- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): تقریب التھذیب، چ۲، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۵ھ۔

۷۵- خلیفہ نیشاپوری شافعی، محمد بن حسین (آٹھوی صدی ہجری): تلخیص وترجمہ تاریخ نیشاپور حاکم نیشاپوری، کتابخانہ ابن سینا، تہران۔

۷۶- مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۵ھ): التنبیہ والاشراف، چ۱، موسسۃ نشر المنابع الثقافۃ الاسلامی، قم۔

۷۷- کنانی شافعی، ابوالحسن علی بن محمد بن عراق (۹۶۳ھ): تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ، چ۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۲ھ۔

۷۸- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): تھذیب التھذیب، چ۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۷۹- مزی شافعی، یوسف بن عبدالرحمٰن (۷۴۲ھ): تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، چ۱، دارالفکر، بیروت۔

۸۰- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۸۱- نبھانی شافعی، یوسف بن اسماعیل (۱۳۵۰ھ): جامع کرامات الاولیا، ج ا، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۸۲- ابن ابی حاتم راوی شافعی، ابومحمد عبدالرحمٰن (۳۲۷ھ): الجرح والتعدیل، ج ا، دارالفکر، بیروت۔

۸۳- سمہودی شافعی، علی بن عبداللہ الحسنی (۹۱۱ھ): جواھرالعقدین فی فضل الشرفین، وزارۃ الاوقاف والشوؤن الدینیہ، بغداد، ۱۴۰۷ھ۔

۸۴- فارسی شافعی، ابوالحسن عبدالغافرین اسماعیل (۵۲۹ھ): الحلقۃ الاولی من تاریخ نیساپور المنتخب من السیاق، انتخاب: ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الازھر الصیر یفینی (۶۴۱ھ) ج ا، نشر جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۰۳ھ۔

۸۵- ابونعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، ج ا، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۶ھ۔

۸۶- دمیری شافعی، محمد بن موسیٰ (۸۰۸ھ): حیاۃ الحیوان الکبریٰ، ج ا، انتشارات ناصر خسرو، تہران۔

۸۷- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، ج ا، دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ۔

۸۸- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔

۸۹- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): دول الاسلام، ج 1، دارصادر، بیروت ۱۹۹۹ء۔

۹۰---: دیوان الضعفاء والمتروکین، ج ۱، دار القلم، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۹۱- ابن نجار بغدادی شافعی، ابو عبداللہ محب الدین محمد بن محمود بن حسن (۶۴۳ھ): ذیل تاریخ بغداد، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۹۲- قشیری شافعی، ابو القاسم عبدالکریم بن ہوزان (۴۶۵ھ): الرسالۃ القشیریہ فی التصوف تحقیق وتعلیق: محمود بن شریف ودکتر عبدالحلیم محمود، طبع حسان، قاہرہ۔

۹۳- سویدی بغدادی شافعی، ابو الفور محمد امین (۱۲۴۶ھ): سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، المکتبۃ العلمیہ۔

۹۴- دارقطنی بغدادی شافعی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): سنن الدارقطنی، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔

۹۵- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۹۶- فخر رازی شافعی (۶۰۶ھ): الشجرۃ المبارکۃ فی انساب الطالبیہ، ج ۱، نشر کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۹ھ۔

۹۷- ابن ابی الحدید معتزلی شافعی، عبدالحمید بن ہبۃ اللہ (۶۵۶ھ): شرح نہج البلاغہ، ج ۲، دار احیاء المعرفہ، دمشق، ۱۳۸۵ھ۔

۹۸- بیہقی شافعی، احمد بن حسین (۴۵۸ھ): شعب الایمان، ج ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ۔

۹۹- قلقشندی شافعی، ابو العباس احمد بن علی بن احمد عبداللہ (۸۲۱ھ): صبح الاعشی فی صناع الانشاء، دار الکتب العلمکہ، بیروت۔

۱۰۰- ابن حجر ہیثمی شافعی، ابوعباس احمد بن محمد بن علی (۹۷۳ھ): الصواعق المحرقۃ، چ ۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۱۰۱- احمد امین مصری شافعی: ضحی الاسلام، چ ۱، دار الکتب العربی، بیروت۔

۱۰۲- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): طبقات الحفاظ، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۳- ابن قاضی شہب شافعی، ابوبکر بن احمد بن محمد بن عمر بن محمد دمشقی (۸۵۱ھ): طبقات الشافعیہ، دار الندوۃ الجدیدۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۰۴- ابن کثیر دمشقی شافعی، اسماعیل بن عمر (۷۷۴ھ): طبقات الشافعیہ، چ ۱، دار المدار الاسلامی، بیروت۔

۱۰۵- ابن ھدایۃ اللہ حسینی شافعی، ابوبکر (۱۰۱۴ھ): طبقات الشافعیہ، چ ۲، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت ۱۹۷۹ء۔

۱۰۶- اسنوی شافعی، جمال الدین عبدالرحیم (۷۷۲ھ): طبقات الشافعیہ، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۰۷- سبکی شافعی، تاج الدین ابونصر عبدالوھاب بن علی بن عبدالکافی (۷۷۱ھ): طبقات الشافعیۃ الکبری، احیاء الکتب العربیہ، بیروت۔

۱۰۸- ابن صلاح شافعی، تقی الدین ابوعمرو عثمان بن صلاح الدین بن عبدالرحمٰن الشھرزوری (۶۴۳ھ): طبقات الفقہاء الشافعیہ بترتیب و مستدرکات محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف نووی شافعی (۶۷۶ھ) و تنقیح یوسف بن عبدالرحمٰن مزی شافعی (۷۴۲ھ) چ ۱، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ۔

۱۰۹- شعرانی شافعی، ابوالمواهب عبدالوهاب بن علی الانصاری (۹۷۳ھ): الطبقات الکبری المسماة بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار، دار الفکر، بیروت۔

۱۱۰- ابوالشیخ شافعی، ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان (۳۶۸ھ): طبقات المحدثین باصفہان والواردین علیہا، ج ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۱۱- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): العبر فی خبر من غبر، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۱۲- محمد بن عقیل شافعی (۳۵۰ھ): العتب الجمیل علی اهل الجرح والتعدیل، تحقیق و تعلیق: حسن بن علی سقاف شافعی،، ج ا، دار الامام النووی، اردن۔

۱۱۳- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج ا، دار الریان للتراث، قاهره، ۱۴۰۷ھ۔

۱۱۴- جوینی شافعی، شیخ الاسلام ابراهیم بن محمد (۷۲۲ھ): فرائد السمطین فی فضائل المرتضی والبتول والسبطین والائمة من ذریتهم، ج ا، موسسہ المحمودی، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۵- دیلمی شافعی، شبرویہ (۵۰۹ھ): فردوس الاخبار بماثور الخطاب، ج ا، دار الفکر، بیروت، ۱۴۹۱ھ۔

۱۱۶- مناوی شافعی، عبدالرؤف بن علی (۱۰۳۱ھ): فیض القدیر بشرح الجامع الصغیر، ج ۲، دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۱ھ۔

۱۱۷- فیروزآبادی شافعی، مجدالدین محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ): قاموس المحیط، دار الجبل، بیروت۔

۱۱۸- ذہبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستة، ج ا، دار القبلة، موسسہ علوم القرآن، جده، ۱۴۱۳ھ۔

۱۱۹- ابن اثیر جزری شافعی، عزالدین ابوحسن عل بن کرم شیبانی (۶۳۰ھ): الکامل فی التاریخ

، ج۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۱۲۰- ابن عدی جرجانی شافعی، ابواحمد عبداللہ (۳۶۵ھ): الکامل فی ضعفا الرجال، ج۳،

دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۲۱- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب الثقات، ج۱،

دارالفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ۔

۱۲۲- ابونعیم اصفہانی شافعی، احمد بن عبداللہ (۴۳۰ھ): کتاب الضعفاء، ج۱، دارالثقافہ،

مغرب، ۱۴۰۵ھ۔

۱۲۳- دارقطنی بغدادی شافعی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): کتاب الضعفاء

والمتروکین، ج۲، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

۱۲۴- نسائی شافعی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب (۳۸۵ھ): کتاب الضعفاء والمتروکین،

ج۲، موسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۱۲۵- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب المجروحین،

دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ۔

۱۲۶- مقریزی شافعی، تقی الدین احمد بن علی (۸۴۵ھ): کتاب المقفی الکبیر، ج۱، دارالغرب

الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ۔

۱۲۷- ---: معرفۃ الرواۃ، ج۱، دارالمعرفہ، بیروت ۱۴۰۶ھ۔

۱۲۸- ابن حبان بستی شافعی، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ): کتاب مشاہیر علماء

الامصار، ج۱، النشریات الاسلامیہ، قاہرہ، ۱۳۷۹ھ۔

۱۲۹- عجلونی جراحی شافعی، شیخ اسماعیل بن محمد (۱۱۶۲ھ): کشف الخفا و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، ج۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ۔

۱۳۰- گنجی شافعی، محمد بن یوسف (۶۵۸ھ): کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، ج۳، داراحیاء التراث اہل البیت، تہران، ۱۴۰۴ھ۔

۱۳۱- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): الکفایہ فی علم الدرایہ، ج۲، دارالکتب الحدیثہ، قاہرہ۔

۱۳۲- مناوی شافعی، عبدالرؤوف بن علی (۱۰۳۱ھ): الکواکب الدریہ فی تراجم السادۃ الصوفیہ، ج۱، قاہرہ۔

۱۳۳- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، ج۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۱۳۴- ابن اثیر جزری شافعی، عزالدین ابوحسن علی بن کرم شیبانی (۶۳۰ھ): اللباب فی تہذیب الانساب، ج۳، دارصادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۱۳۵- سیوطی شافعی، جلال الدین (۹۱۱ھ): لب اللباب فی تحریر الانساب، ج۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ۔

۱۳۶- ---: المعین فی طبقات المحدثین، ج۱، دارالصحوۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۳۷- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): لسان المیزان، ج۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۷ھ۔

۱۳۸- قلقشندی شافعی، ابوالعباس احمد بن علی بن احمد عبداللہ (۸۲۱ھ): مآثر الانافہ فی معالم الخلافہ، ج۱، عالم الکتب، بیروت ۱۴۲۷ھ۔

۱۳۹- صعیدی شافعی، عبدالمتعال (۱۳۷۷ھ): المجددون فی الاسلام، مکتب الآداب، قاھرہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۴۰- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): المجرد فی اسماء رجال سنن ابن ماجہ، چ ۱، دار الرایہ، ریاض، ۱۴۰۹ھ۔

۱۴۱- ابوالفداء دمشقی شافعی، عماد الدین اسماعیل بن ایوب (۷۳۲ھ): المختصر فی اخبار البشر، چ ۱، دار المعرفہ، بیروت۔

۱۴۲- یافعی یمنی شافعی، ابومحمد عبداللہ بن سعد (۷۶۸ھ): مرآۃ الجنان وعبر الیقظان فی معرفۃ مایعتبر من حوادث الزمان، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔

۱۴۳- مسعودی شافعی، ابوالحسن علی بن حسین (۳۴۵ھ): مروج الذھب و معادن الجوھر، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۴۴- حاکم نیشاپوری شافعی، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (۴۰۵ھ): المستدرک علی الصحیحین، چ ۱، مکتب العصریہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔

۱۴۵- ---: المغنی فی الضعفاء، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۱۴۶- قضاعی شافعی، محمد بن سلامہ (۴۵۴ھ): مسند الشہاب، چ ۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۴۷- بوصیری قاھری شافعی، ابوالعباس شھاب الدین احمد بن ابی بکر (۸۴۰ھ): مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ، تحقیق: عوض بن احمد شھری، چ ۱، جامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ، ۱۴۲۵ھ۔

۱۴۸- محمد بن طلحہ شافعی (۶۵۲ھ): مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، چ ۱، موسسۃ البلاغ، بیروت، ۱۴۱۹ھ۔

۱۴۹- امین وردشافعی، باقر: معجم العلما العرب، چ ۱، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

۱۵۰- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): المعجم الکبیر (معجم شیوخ الذھبی) چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔

۱۵۱---: المعجم المختص (معجم محدثی الذھبی) چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۱۵۲---: المقتنی فی سرد الکنی، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۱۵۳- ھاشمی شافعی، سید محمد طاہر (۱۴۱۲ھ): مناقب اھل بیت از دیدگاہ اھل سنت، چ ۱، اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن، آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۳۷۸ھ۔

۱۵۴- خطیب بغدادی شافعی، احمد بن علی (۴۶۳ھ): موضح اوھام الجمع والتفریق، چ ۱، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۱۵۵- ذھبی شافعی، شمس الدین (۷۴۸ھ): میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار الفکر، بیروت۔

۱۵۶- دار قطنی بغدادی شافعی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد (۳۸۵ھ): المؤتلف والمختلف، چ ۱، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

۱۵۷- عروسی مصری شافعی، سید مصطفیٰ بن محمد (۱۲۹۳ھ): نتائج الافکار القدسیہ، جامعۃ الدرویشیہ، دمشق۔

۱۵۸- مکی حسینی موسوی شافعی، نور الدین سید عباس بن علی (۱۱۸۰ھ): نزھۃ الجلیس ومنیۃ الادیب الانیس، چ ۱، مکتبۃ الحیدریہ، قم، ۱۴۱۷ھ۔

۱۵۹- صفوری شافعی، عبدالرحمٰن بن عبدالسلام بن عبدالرحمٰن (۸۹۴ھ): نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس، چ ۳، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاھرہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۶۰- موصلی شافعی، عمر بن شجاع الدین محمد بن عبدالواحد (۶۲۰ھ): النعیم المقیم لعترۃ النبا العظیم، چ ۱، دار الکتاب الاسلامی، قم، ۱۴۲۳ھ۔

۱۶۱- مقریزی شافعی، تقی الدین احمد بن علی (۸۴۵ھ): النقود الاسلامیہ المسمی بشذور العقود فی ذکر النقود، چ ا، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۰۷ھ۔

۱۶۲- شبلنجی شافعی، شیخ مومن بن حسن بن مومن (۱۲۹۸ھ): نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، چ ا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ۔

۱۶۳- قلقشندی شافعی، ابو العباس احمد بن علی بن احمد عبد اللہ (۸۲۱ھ): نھایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۶۴- نویری شافعی، ابو العباس شھاب الدین احمد بن عبد الوھاب (۷۳۲ھ): نھایۃ الارب فی فنون الادب، وزارۃ الثقافیہ، قاھرہ۔

۱۶۵- صفدی شافعی، صلاح الدین خلیل بن ایبک (۷۶۴ھ): الوافی بالوفیات، چ ا، النشرات الاسلامیہ، جرمنی، ۱۳۸۱ھ۔

۱۶۶- ابن خلکان شافعی، ابو عباس شمس الدین محمد بن ابی بکر (۶۸۱ھ): وفیات الاعیان وانباء الزمان، چ ا، دار صادر، بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

۱۶۷- ابن حجر عسقلانی شافعی، احمد بن علی (۸۵۲ھ): ھدی الساری معروف بہ مقدمہ فتح الباری، چ ا، دار الریان للتراث، قاھرہ، ۱۴۰۷ھ۔

ظاہری

۱۶۸- مغلطای حنفی، علاء الدین (۷۶۲ھ): اکمال تھذیب الکمال فی اسماء الرجال، بہ ضمیمہ نظرات محمد بن طاہر مقدسی ظاہری، چ ا، الفاروق الحدیثہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

۱۶۹- ابن حزم اندلسی، ظاہری، ابو محمد علی بن احمد بن سعید (۴۵۶ھ): جمھرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

مالکی

۱۷۰- قاسم علی مالکی ، سعد مالی: جمھرۃ تراجم فقھاء المالکیہ، چ ا، دارالبحوث للدراسات الاسلامیہ واحیاء التراث، دبئی ۱۴۲۳ھ۔

۱۷۱- ازھری مالکی، محمد بشیر ظافر: طبقات المالکیہ، چ ا، دارالآفاق العربیہ، قاھرہ، ۱۴۲۰ھ۔

۱۷۲- ابن خلدون مالکی، عبدالرحمٰن (۸۰۸ھ): العبر و دیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر، معروف بہ تاریخ ابن خلدون، چ ۲، دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۳- ابن صباغ مالکی (۸۵۵ھ): الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الآئمہ، چ ۲، دارالاضواء بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۱۷۴- رشید عطار مالکی، ابوالحسین رشید الدین یحیٰ بن عبداللہ بن علی قرشی (۶۶۲ھ): مجرد اسماء الرواۃ عن مالک، چ ا، مکتبۃ الغربا الاثریہ، مدینہ منورہ، ۱۴۱۸ھ۔

دیگر افراد (۱)

۱۷۵- ترمانینی، عبدالسلام: احدث التاریخ الاسلامی بترتیب السنین، چ ا، دار طلاس، دمشق۔

۱۷۶- بشاری مقدسی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن البناء (۳۸۰ھ): احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۱۷۷- جوزجانی ناصبی، ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب (۲۵۹ھ): احوال الرجال، چ ا، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

---

(۱) دوسرا افراد سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو اہل سنت ہی ہیں لیکن ان کا فقہی مذہب معلوم نہیں ہے۔

۱۷۸- فرمانی دمشقی، ابوعباس احمد بن یوسف بن احمد (۱۰۱۹ھ): اخبار الدول وآثار الاول، عالم الکتب، بیروت۔

۱۷۹- ابوحنیفہ دینوری، احمد بن داؤد (۲۸۳ھ): اخبار الطوال، ترجمہ محمود مھدوی دامغانی، چ ۴، نشرنی، تہران، ۱۳۷۱ش (ایرانی سال)۔

۱۸۰- ابویعلی قزوینی خلیل بن عبداللہ خلیلی (۴۵۶ھ): الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔

۱۸۱- صولی، ابوبکر محمد بن یحیٰ (۳۳۵ھ): اشعار اولاد الخلفاء واخبارھم من کتاب الاوراق۔ چ ۳، دار المسیر، بیروت، ۱۴۰۱ھ۔

۱۸۲- زرکلی دمشقی، خیر الدین (۱۳۹۶ھ): الاعلام، چ ۹، دار العلم للملابین، بیروت، ۱۹۹۰ء۔

۱۸۳- ابوالفرج اصفہانی (۳۵۶ھ): الاغانی، دار الفکر، بیروت۔

۱۸۴- صفاء الضوی واحمد العدوی: اھداء الدیباجہ بشرح سنن ابن ماجہ، چ ۱، دار الیقین، بحرین ۱۴۲۲ھ۔

۱۸۵- یعقوبی، ابن ابی واضح (۱۸۴ھ): البلدان، چ ۱، تحقیق: محمد امین ضناوی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

۱۸۶- ابوزرعہ دمشقی، عبدالرحمن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان نصری (۲۸۱ھ): تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی بروایۃ ابوالمیمون بن راشد، چ ۱، مطبوعات مجمع اللغۃ، دمشق، ۱۴۰۰ھ۔

۱۸۷- ابن شاھین، ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان (۳۸۵ھ): تاریخ اسماء الثقات، چ ۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۱۸۸- عجلی ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح (۲۶۱ھ): تاریخ الثقات، ج۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۱۸۹- جرجی زیدان، ترجمہ علی جواہر کلام: تاریخ تمدن اسلام، ج ۷، امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۲ش (ایرانی سال)۔

۱۹۰- ابن العظیمی، محمد بن علی تنوخی حلبی: تاریخ حلب۔

۱۹۱- خلیفہ بن خیاط، ابوعمرو لیث عصفری (۲۴۰ھ): تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ۔

۱۹۲- ابن عبری (۶۸۵ھ): تاریخ مختصر الدول، ج۱، موسسۃ نشر المنابع الثقافیۃ الاسلامیہ، قم۔

۱۹۳- یحی بن معین، ابوزکریا مری غطفانی بغدادی (۲۳۳ھ): تاریخ یحی ابن معین بروایۃ ابوالفضل عباس بن محمد بن حاتم الدوری البغدادی (۲۷۱ھ): دار القلم، بیروت۔

۱۹۴- یعقوبی، ابن ابی صلاح (۲۸۴ھ): تاریخ یعقوبی، دار صادر بیروت۔

۱۹۵- مسکویہ، ابوعلی احمد بن محمد بن یعقوب (۴۲۱ھ): تجارب الامم و تعاقب الھمم، ج۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ۔

۱۹۶- ابن بطوطہ مراکشی، محمد بن بطوطہ (۷۷۹ھ): تحفۃ النظار فی غرائب الامصار معروف بہ رحلہ ابن بطوطہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۹۷- معروف عواد، بشار: تحقیق و تعلیق سنن ابن ماجہ، تحقیق و تعلیق بشار معروف عواد، ج۱، دار الجبل، بیروت ۱۴۸۱ھ۔

۱۹۸- حفصی عدوی، محمد بن یوسف بن عیسی بن اطفیش (۱۳۳۲ھ): جامع الشمل فی حدیث خاتم الرسل، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۱۹۹- عطاء اللہ شیرازی، روضۃ الاحباب، نسخہ خطی کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی قم۔

۲۰۰- ابن ماجہ قزوینی، ابوعبداللہ محمد بن یزید (۲۷۵ھ): سنن ابن ماجہ، دار الفکر، بیروت۔

۲۰۱- شیبی، کامل مصطفی: الصلۃ بین التصوف والتشیع، چ ۳، دار الاندلس، بیروت، ۱۹۸۲ء۔

۲۰۲- مسلم بن حجاج نیشاپوری، ابوالحسین (۲۶۱ھ): الطبقات، چ ۱، دار الھجرۃ، ریاض، ۱۴۱۱ھ

۲۰۳- ابن عنبہ، جمال الدین احمد بن علی حسینی (۸۲۸ھ): عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، چ ۱، موسسہ انصاریان، قم، ۱۴۱۷ھ۔

۲۰۴- ابن طقطقی، محمد بن علی بن طباطبا (۷۰۹ھ): الفخریہ فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، چ ۱، دار القلم العربی، حلب، ۱۴۱۸ھ۔

۲۰۵- تنوخی، قاضی ابوعلی: الفرج بعد الشدۃ، چ ۱، دار صادر، بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

۲۰۶- ابن ندیم ابوالفرج محمد بن اسحاق (چوتھی صدی ہجری): الفہرست، دار المعرفہ، بیروت

۲۰۷- مؤلفین کا ایک گروہ: الفہرست الشامل للتراث العربی الاسلامی المخطوط (الحدیث النبوی الشریف وعلومہ ورجالہ) تحقیق ونشر: موسسۃ آل البیت للفکر الاسلامی، عمان، اردن، ۱۴۲۶ھ۔

۲۰۸- ھروی موصلی، ابوالحسن علی بن ابوبکر (۶۱۱ھ): کتاب الاشارات الی معرفۃ الزیارات، معہد الفرنسی، دمشق، ۱۹۵۳ء۔

۲۰۹- بخاری، محمد بن اسماعیل (۲۵۶ھ): کتاب الضعفاء الصغیر، چ ۱، عالم الکتب، بیروت، ۱۴۰۴ھ۔

۲۱۰- خلیفہ بن خیاط، ابوعمرو لیثی عصفری (۲۴۰ھ): کتاب الطبقات، چ ۲، دار الطیبہ، ریاض، ۱۴۰۲ھ۔

۲۱۱- مہلبی، حسن بن احمد (۳۸۰ھ): کتاب العزیزی یا المسالک والممالک، تصحیح و تعلیق: تیسیر خلف، چ 1، نشر التکوین، دمشق، ۲۰۰۶ء۔

۲۱۲- جہشیاری، ابوعبداللہ محمد بن عبدوس (۳۳۱ھ): کتاب الوزراء والکتاب، دار الفکر الحدیث، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۲۱۳- ابوالوفا حلبی طرابلسی، ابراہیم بن محمد بن سبط ابن عجمی (۸۴۱ھ): الکشف الحثیث، چ ا، عالم الکتب ومکتبۃ النھضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ۔

۲۲۱- متقی ہندی، علا الدین علی متقی بن حسام (۹۷۵ھ): کنزالعمال فی سنن الاقوال و الافعال، چ ۵، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۲۱۵- ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم (۷۱۱ھ): مختصر تاریخ دمشق،، چ ا، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ۔

۲۱۶- یاقوت حموی، ابوعبداللہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ رومی بغدادی (۶۲۶ھ): معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۹۹ھ۔

۲۱۷- ونسینک، آرنٹ یان: المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی، ۱۹۳۶ء۔

۲۱۸- کحالہ، عمر رضا: معجم المولفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۲۱۹- عجلی، ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح (۲۶۱ھ): معرفۃ الثقات، چ ا، مکتبۃ الدار، مدینہ منورہ، ۱۴۰۵ھ۔

۲۲۰- یحی بن معین، ابوزکریا مری غطفانی بغدادی (۲۳۳ھ): معرفۃ الرجال، چ ا، مطبوعات مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق، ۱۴۰۵ھ۔

۲۲۱- فسوی، یعقوب بن سفیان (۲۷۷ھ): المعرفۃ والتاریخ، چ ۲، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۱ھ۔

۲۲۲- ونسینک، آرنٹ یان: مفتاح کنوز السنن، دار الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۳ھ۔
۲۲۳- ابوالفرج اصفہانی (۳۵۶ھ): مقاتل الطالبین، چ ۲، منشورات الرضی، قم، ۱۴۰۵ھ۔
۲۲۴- حمادی مشہدانی، محمد جاسم: موارد البلاذری عن الاسرۃ الامویۃ فی انساب الاشراف، مکتبۃ الطالب الجامعی، مکہ مکرمہ، ۱۴۰۷ھ۔
۲۲۵- زغلول، ابوھاجر محمد سعید بن بسیونی: موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ۔
۲۲۶- آبی، ابوسعد منصور بن حسین (۴۲۱ھ): نثر الدرر، ھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، مصر۔
۲۲۷- علی سامی نشار: نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام، چ ۴، دار المعارف، اسکندریہ، ۱۹۶۹ء۔
۲۲۸- حضرمی، ابن کثیر: وسیلۃ المآل، نسخہ خطی، کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم۔

ب) امامیہ

۲۲۹- قاضی نوراللہ شوشتری، شہید ثالث حسینی شوشتری (۱۰۱۹ھ): احقاق الحق وازھاق الباطل، چ ۱، مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم۔
۲۳۰- شیخ طوسی، ابوجعفر محمد بن حسن بن علی (۴۶۰ھ): اختیار معرفۃ الرجال، تحقیق: حسن مصطفوی، دانشگاہ مشہد، ۱۳۴۸ش ایرانی سال۔
۲۳۱- شیخ مفید، ابوعبداللہ محمد بن نعمان (۴۱۳ھ): الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، چ موسسۃ آل البیت، لاحیاء التراث، قم، ۱۴۱۳ھ۔
۲۳۲- گروہ مولفین: اعلام الھدایہ، چ ۱، المجمع العالمی لاھل البیت، قم، ۱۴۲۲ھ۔
۲۳۳- امین العاملی، سید محسن بن عبد الکریم (۱۳۷۱ھ): اعیان الشیعہ، دار التعارف، بیروت۔

۲۳۴- شیخ صدوق، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): الامالی، چ۵، موسسۃ اعلمی، بیروت، ۱۴۱۰ھ۔

۲۳۵- شیخ طوسی، ابوجعفر محمد بن حسن بن علی (۴۶۰ھ): الامالی، چ۱، دارالثقافہ قم، ۱۴۱۴ھ۔

۲۳۶- فضل اللہ، سید محمد جواد: الامام الرضا تاریخ ودراسۃ، چ۱، موسسۃ دارالکتاب الاسلامی، قم، ۱۴۲۸ھ۔

۲۳۷- طباطبائی، سید عبدالعزیز (۱۴۱۶ھ): اھل البیت فی المکتب العربی، تحقیق ونشر: موسسۃ آل البیت لاحیاالتراث، چ۱، قم، ۱۴۱۷ھ۔

۲۳۸- علامہ مجلسی، محمد باقر (۱۱۱۱ھ): بحارالانوار الجامع لدرر اخبار الآئمۃ الاطھار، چ۲، موسسۃ الوفا، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

۲۳۹- مظفر، محمد حسین: تاریخ الشیعہ، چ۲، دارالزھرا، بیروت، ۱۴۰۸ھ۔

۲۴۰- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): تتمۃ المنتھی در تاریخ خلفاء، چ۱، انتشارات دلیل ما، قم، ۱۳۸۲ش (ایرانی سال)۔

۲۴۱- مامقانی، شیخ عبداللہ (۱۳۵۹ھ): تنقیح المقال فی علم الرجال، چ۱، مطبعۃ المرتضویہ، نجف اشرف۔

۲۴۲- شریف قرشی، محمد باقر: حیاۃ الامام علی بن موسیٰ الرضا، چ۱، دارالبلاغہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۲۴۳- ---: حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر، چ۱، دارالبلاغہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ۔

۲۴۴- مرتضیٰ عاملی، سید جعفر: الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا، چ۳، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۶ھ۔

۲۴۶- علامہ حلی، ابو منصور حسن بن یوسف بن مطہر اسدی (۷۲۶ھ): خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، تحقیق: شیخ جواد قیومی، چ ا، موسسۃ النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۷ھ۔

۲۴۶- شیخ طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن بن علی (۴۶۰ھ): رجال الطوسی، تحقیق و تعلیق: سید محمد صادق آل بحر العلوم، چ ا، مطبعۃ الحیدریہ، نجف اشرف، ۱۳۸۱ھ۔

۲۴۷- نجاشی، ابو عباس احمد بن علی بن احمد بن عباس اسدی کوفی (۴۵۰ھ): رجال النجاشی، تحقیق: سید موسی شبیری زنجانی، چ ۶، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۸ھ۔

۲۴۸- خوانساری، میرزا محمد باقر موسوی (۱۳۱۳ھ): روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، موسسہ اسماعیلیان، قم، ۱۴۹۰ھ۔

۲۴۹- آفندی اصفہانی، میرزا عبداللہ (۱۱۳۰ھ): ریاض العلما و حیاض الفضلاء، کتابخانہ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۱ھ۔

۲۵۰- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): سفینۃ البحار و مدینۃ الحکم والآثار، چ ا، اسلامی تحقیقات فاؤنڈیشن، آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۴۱۶ھ۔

۲۵۱- معروف، سید ہاشم: عقیدۃ الشیعہ الامامیہ، دار الکتاب اللبنانی، بیروت، ۱۳۷۶ھ۔

۲۵۲- شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): علل الشرائع، چ ا، مکتبۃ الحیدریہ، نجف اشرف، ۱۳۸۵ھ۔

۲۵۳- عیون اخبار الرضا، چ ۲، ناشر، رضا مشہدی، قم ۱۳۶۳ش (ایرانی سال)۔

۲۵۴- ابن داد حلی، تقی الدین حسن بن علی (۷۰۷ھ): کتاب الرجال، چ ۲، انتشارات دانشگاہ، تہران، ۱۳۸۳ھ۔

۲۵۵- شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی (۳۸۱ھ): کمال الدین وتمام النعمۃ، چ ا، مکتبۃ الصدوق، تہران، ۱۳۱۹ھ۔

۲۵۶- مطہری، مرتضی: مجموعہ آثار، ج۱، انتشارات صدرا، تہران، ۱۴۲۰ھ۔

۲۵۷- نمازی شاہرودی، شیخ محمد علی (۱۴۰۵ھ): مستدرکات علم رجال الحدیث، ج۱، اصفہان، ۱۴۱۲ھ۔

۲۵۸---: مستدرک سفینۃ البحار، ج۱، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۸ھ۔

۲۵۹- خوئی، سید ابوالقاسم (۱۴۱۳ھ): معجم رجال الحدیث وتفصیل طبقات الرواۃ، ج۳، منشورات مدین العلم، قم، ۱۴۰۳ھ۔

۲۶۰- مرعشی نجفی، سید شہاب الدین (۱۴۱۱ھ): ملحقات احقاق الحق، ج۲، مکتبۃ آیت اللہ العظمی مرعشی نجفی، قم، ۱۴۲۳ھ۔

۲۶۱- ابن شہر آشوب، ابوجعفر رشید الدین محمد بن علی (۵۸۸ھ): مناقب آل ابی طالب، انتشارات علامہ، قم۔

۲۶۲- شیخ عباس قمی (۱۳۵۹ھ): منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل، ج۹، انتشارات ہجرت، قم، ۱۳۷۵ش (ایرانی سال)۔

۲۶۳---: منتہی الآمال فی تواریخ النبی والآل، تحقیق: ناصر باقری بیدہندی، ج۱، انتشارات دلیل ما، قم، ۱۳۷۹ش (ایرانی سال)۔

۲۶۴- یوسف غروی، محمد ہادی: موسوع التاریخ الاسلامی، ج۱، مجمع الفکر الاسلامی، قم ۱۴۳۰ھ۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆